اس میں نہیں۔ اور جس گھر میں ایک فرد اس کا باسم محمد موسوم ہو تو حق تعالیٰ ہر روز اس گھر کی تقدیس و تطہیر کرتا ہے۔ اور حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا جس کے چار پسر ہوں اور ایک کو بھی میرا ہم نام نکرے تو اس نے مجھ پر جفا کی۔

کنیت آپ کی فقط ایک "ابو جعفر" ہے اور یہ کنیت مقرر ہو چکی تھی قبل اس کے کہ جناب جعفر صادق ؑ متولد ہوں۔ اور سُنّت بھی یہی ہے کہ بروز ہفتم از تولّد مولود کا نام مقرر کریں۔ حضرات ائمہ معصومین علیہم السّلام سے منقول ہے کہ ہم اپنی اولاد کو کسی کنیت سے مکنّی کر دیتے ہیں بخوف اس کے کہ مبادا کسی بُرے نام سے نامزد ہو جائیں۔ پسر ہو تو ابو فلاں دختر کو ام فلاں سے کنیت کرتے ہیں۔

لقب۔ القاب بقولے آٹھ ہیں۔ باقر العلوم[1] شگافندۂ علم ہا۔ کیونکہ وہ بقر بسکون قاف سے مشتق ہے جس کے معنی شخم کرنے اور ہل چلانے کے ہیں۔ بحار میں ہے کہ کسی نے جابر جعفی سے پوچھا کہ محمد باقر ؑ کا نام باقر کیوں ہوا۔ کہا لانہ بقر العلم بقراً ای شقہ شقاً واظہرہ اظہاراً۔ اس واسطے کہ انہوں نے شگافتہ کیا علم کو شگافتہ کرنا۔ (کیونکہ بقر بسکون قاف کے معنی شگافتہ کرنے کے ہیں) اور اس کو نکال کر خوب ظاہر کیا۔ اور شاہر العلوم[2] یعنی باہر لانے والے علموں کے پردۂ خفا سے اور مشتہر کرنے والے ان کے۔ و ذاکر۔[3] شاکر۔[4] ھادی۔[5] صابر۔[6] جامع۔[7] و حاضی۔ یہ آٹھ ہیں۔ لیکن مناقب ابن شہر آشوب میں القاب آنحضرت میں ایک امین زیادہ ہوا ہے اور ایک شبیہ لانہ کان یشبہ رسول اللہ۔ کیونکہ وہ حضرت مشابہ تھے رسول اللہ کے۔ بنابریں القاب آنحضرت دس ہیں آٹھ نہیں۔ یہ جملہ القاب کثرت علم و کمال آنحضرت ؑ پر دلالت رکھتے ہیں۔ مگر اشہر و افضل تمام میں لقب اول ہے۔ کیونکہ رسول[1] خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے آپ کو اس لقب سے

[1] زید بن علی بن الحسین ؑ شہید۔ شام میں عبدالملک بن مروان کے پاس گئے تھے۔ ایک مرتبہ اس نے

ملقب فرمایا ہے۔ جیسا کہ حدیث جابر انصاری میں اس کا بیان آگے آتا ہے
اور برکات اس لقب مبارک سے یہ ہے کہ جو کوئی اس سے موسوم ہوتا ہے
شرف وکرامت سے خالی نہیں رہتا۔ بوجہ تاثیر اس لفظ شریف کے۔

ولادت کثیر السّعادت

روز جمعہ غرّہ رجب ۵۷ھ ہجری۔ بقولے ۳ صفر المظفر سنّہ مذکور بمقام مدینہ
مطہّرہ بخانہ پدر بزرگوار آنحضرت امام زین العابدینؑ۔ اور وفات دوشنبہ ہفتم ذی حجہ
بروایتے ربیع الاوّل ۱۱۴ھ ہجری ہے۔ سن شریف ۵۷ سال۔ تین سال اس سے اپنے
جدّ امجد ابو عبداللہ الحسینؑ کے ساتھ رہے۔ ۳۹ سال تقریباً والد بزرگوار جناب علیؑ بن
الحسینؑ کے ہمراہ۔ مدّت امامت ۱۹ سال۔ ہذا ہو المشہور۔ پس خلفاء عہدِ امامت
اس طرح پر ہوں گے کہ اوّل بقیہ زمانہ خلافت ولید بن عبدالملک کا۔ اور تمام زمانہ
سلیمان بن عبدالملک۔ عمر بن عبدالعزیز اور یزید۔ وہشام پسران عبدالملک مذکور کا
ہشام ہی کا زمانہ تھا کہ اسی کی زہرخورانی سے آنحضرت صلوات اللہ علیہ نے رحمت
خدا کی طرف انتقال کیا۔ الا بعض علماء کے نزدیک سنّہ وفات ۱۱۷ھ و مدّت
عمر برطبق آں ساٹھ سال۔ سبب وفات زہر دینا ابراہیم بن یزید بن ولید بن عبدالملک
کا۔ مگر چونکہ عہدِ خلافت ہشام ۱۰۵ھ سے شروع ہو کر ۱۲۵ھ تک ممتد ہوتا ہے
کما سیجئی۔ اور سنہ وفات آنجناب ۱۱۴ھ یا ۱۱۷ھ علی اختلاف الاقوال ہے۔ اور ایام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷) ان سے کہا ما فعل اخوک البقرۃ کہ تمہارے بھائی بقرہ کا کیا حال ہے
(یعنی براہ تنقیص وطعن بجائے باقر کے لفظ بقرہ سے آپ کو یاد کیا) زید نے کہا کہ نے رسول اللہؐ کی شدید
مخالفت کی کہ آنحضرتؐ نے انکا باقر نام رکھا تو بقرہ کہتا ہے۔ بروز قیامت بھی ان کا مخالف ہوگا کہ وہ جنّت
میں جائیں گے اور تو دوزخ میں ڈالا جائیگا۔ ۱۲ عمدۃ الطالب فی انساب ابیطالبؑ۔

خلافت ابراہیم بن یزید سنہ ۱۲۶ھ میں۔ تو بالضرور واقعہ شہادت آنجناب بعہد ہشام ماننا پڑے گا۔ نہ بعہد خلافت ابراہیم۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ہشام کے زمانے میں ابراہیم نے اسی کے امر و اشارہ سے اس امام معصوم کے مسموم کرنے کا ارتکاب کیا۔ اور فی الواقعہ ایسا ہی ہوا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے جناب سیّد بن طاؤس علیہ الرحمہ نے زیارت کبیرہ میں ابراہیم مذکور کو شریک قتل کہا ہے نہ قاتل حیث قال۔ وضاعف العذاب علی من شرك فی دمه وهو ابراهیم بن یزید۔ اور صاحب جنّات الخلود نے اس کو اور واضح کر دیا۔ کہ ابراہیم بن ولید والی مدینہ نے کھانے میں آنحضرت علیہ السلام کو زہر دیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابراہیم ہشام کی طرف سے والی مدینہ تھا۔ اسی کے کہنے سے اس کا مرتکب ہوا۔ فلعنۃ اللہ علیہما الی الابد

بہر کیف آپ پیدا ہوئے تو پارچہ میں لپیٹ کر ان کو باپ کی خدمت میں لے گئے انہوں نے گوش راست میں اذان چپ میں اقامت کہی اور باسم محمد موسوم کیا۔

بعضے از حالاتِ طفلی آں سرور

مکرر گزارش ہوا کہ آنحضرات علیہم السلام کے اکثر تاریخی حالات خصوصاً زمانہ طفلی کے واقعات پردۂ خفا میں مستور رہے۔ یعنی یا تو سرے سے قیدِ تحریر ہی میں نہیں آئے۔ یا جن کتب و اسفار میں قدماء علماء نے درج کئے وہ ضائع ہو گئیں۔ یعنی آتشِ سوزندہ میں جلائی یا دریا برد کر دی گئیں۔ پھر جناب باقر علیہ السلام کے صغر سنی کے وقائع کہاں سے ملیں اور کیونکر لکھے جائیں۔ مگر اس عاصی نے چند عنوان اس مقدمے میں ترتیب دئے۔ اور ان کے تحت میں اپنی ناچیز معلومات درج کرتا ہوں۔ وَمَا توفیقی الّا باللہ۔

معرکۂ کربلا یہ امر ظاہر ہے اور کتب تاریخ سے ثابت کہ ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام بوقت

واقعۂ ہائلہ کربلا و تباہی خاندان آلِ عبا تین چار سال کے درمیان عمر رکھتے تھے
یہ ایک ایسی عمر ہے کہ عام بچّوں سے بھی بعض کو اس وقت کے دیدہ و شنیدہ
ماجریات سے کچھ نہ کچھ یاد رہ جاتے ہیں چہ جائیکہ وہ حضرت امام معصوم برگزیدۂ
خدا تھے۔ نائب رسولِ خدا ہونے والے تھے۔ لاجرم آپ کے قوائے ظاہری
و باطنی یقیناً کامل و مکمّل تھے۔ تو ضرور یہ واقعات جو آپ کے سامنے گزرے
بغور و تامّل آپ نے دیکھے اور بہت کچھ انسے یاد رہے ہوں گے۔ مگر کتابوں میں
چشمدید حالات کی طرح اس کے وقائع کمتر آنحضرتؑ سے نقل ہوئے۔ اور جس طرح
والد والاقدر جناب زین العابدین نے اکثر کوائف آنکھوں دیکھے بیان فرمائے
محمد باقرؑ سے نہیں نقل ہوئے۔ تاہم بعض مقامات میں معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ
فرمایا ہے۔ ایسا ہے جیسا کوئی معائنہ کر کے یا عین موقعہ پر تتبع و تحقیق کرنے کے
بعد کہتا ہے۔ مثلاً شمار جراحتہا رجسم مبارک سیّد الشہدار صلوات اللہ علیہ میں مختلف
روایات وارد ہیں۔ مگر آپ کا قول ہے کہ زخمہا، تیر و نیزہ و شمشیر کل تین سو تیس ۳۳۰
سے کچھ اوپر دیکھے گئے۔ حال آنکہ بعض روایات میں ۳۳ سنان و ۳۴ شمشیر
کے زخم علاوہ تیر کے اوروں میں ستّر ستّر زخم آپ کے مذکور ہوئے ہیں۔ اور اور
دیگر روایات میں ان سے بہت زیادہ لکھے گئے۔ اور وہ اس قدر مشہور ہوئیں
کہ شعرار نے ان کے تئیں رشتۂ نظم میں کھینچا ہے۔ چنانچہ شاعر کا قول ہے ؎

روایت است کہ بر جسم آں شہ ذیجود ہزار و نہ صد و پنجاہ و شش جراحت بود

اور سرہائے عبید اللہ بن زیاد و عمر سعد جو مختار نے امام زین العابدین کی خدمت میں بھیجے
اور اس وقت جبکہ وہ حضرت طعام چاشت تناول فرما رہے تھے حضرت کے
ملاحظہ میں آئے۔ تو چونکہ یہ واقعہ کئی سال معرکۂ کربلا کے بعد کا ہے حضرت محمد باقرؑ نے
بوضاحت اس کو بیان فرمایا۔ کہ میرے باپ نے ان سرہائے نجس کو دیکھا تو سجدہ

شکر بجالائے اور فرمایا الحمد للہ ولہ المنۃ کہ اس نے ہماری داد ابن زیاد بد نہاد سے لی اور آپ نے دعاء خیر مختار کے حق میں فرمائی۔ جیسا کہ پیشتر تاریخ امام زین العابدین میں اس کا بیان گزرا۔

امام باقرؑ کا کنوئیں میں گرنا اور زندہ و سلامت اس سے نکل آنا

یہ احقر العباد کتاب جلاء العینین میں بضمن معجزات حضرت علی بن الحسینؑ زین العابدین مفصل نقل کر چکا ہے۔ قرائن شاہد ہیں کہ یہ وقوعہ معرکہ کربلا کے بعد کا ہے۔ کیونکہ اس مکان میں اور اس چاہ پر واقع ہوا ہے جو صدیوں تک امام زین العباد سے منسوب رہے ہیں شیخ عبد الحق دہلوی نے اپنی کتاب جذب القلوب میں اس مکان و چاہ کی بخوبی تعریف و تحدید کر دی ہے۔ کہ قبہ قبر اسمٰعیل بن جعفر صادقؑ (جو مقابل قبہ عباس بن عبد المطلب اور اس کے غرب میں ہے) کا صحن شمال کے جانب اس مکان قدس بنیان کے دروازہ تک چلا گیا ہے۔ اور باب خارج اور باب روضہ منورہ رسول خداؐ کے درمیان وہ چاہ واقع ہے۔ جناب باقرؑ اس چاہ میں گرے اور جب تک امام زین العابدینؑ باطمینان تمام اپنی نماز سے جس میں مشغول تھے فارغ ہو کر سر چاہ پر آئے اس میں موجود رہے بعد فراغت حضرت وہاں آتے ہیں اور آب چاہ باعجاز آنجناب بلند ہو کر سر چاہ تک پہنچتا ہے اس وقت وہ حضرت ہاتھ بڑھا کر اپنے لخت جگر کو اٹھا لیتے ہیں۔ شیخ عبد الحق آخر میں کہتے ہیں کہ "آب آں چاہ شفاء علیلاں و دواء بیماران است۔ یعنی اس کوئیں کے پانی میں

ملاقات جابر بن عبد اللہ انصاری با امام محمد باقرؑ

آپ کے صغر سنی کے واقعات سے ایک جلیل القدر واقعہ جابر بن عبد اللہ انصاری کی ملاقات کا ہے۔ جابر صحابی رسول خداؐ آنحضرتؐ کی پانچویں پشت میں جناب باقرؑ سے ملے۔ اور شرف مکالمہ و مجالست آنجناب پر فائز

ہوئے۔ اور سلام آنحضرتؐ کا آپ کو پہنچایا۔ یہ عظیم منقبت وگرانبہا فضیلت ہے آپ کے لئے۔ کہ رسول اللہؐ نے پچاس سال ولادت سے پہلے آنحضرتؑ کو یاد کیا۔ اور سلام بھجوایا اور بلقب باقر علم الاوّلین والآخرین ملقّب فرمایا۔ علیٰ ہذا جابر بن عبداللہ کے لئے بھی کوئی کمتر درجہ کا فخر و شرف نہیں کہ آنجناب نے اپنی پیغام رسانی کے لئے انکو انتخاب کیا اور دیگر صحابہ پر ان کو ترجیح دی۔

اس بارے میں احادیث کثیرہ شہیرہ وارد ہیں۔ اور قریب ہے کہ یہ حکایت حدِّ متواترات تک پہنچ گئی ہو۔ علامہ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ مناقب آلِ ابیطالب میں کہتے ہیں کہ حدیث جابر مشہور و معروف ہے۔ رواہ فقہاء المدینۃ والعراق کلّھا۔ کہ حدیث جابر اس قدر شہرت رکھتی ہے کہ اس کو تمام علماء مدینہ و عراق نے روایت کیا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم چند روایات اس کی اس مقام پر نقل کرتے ہیں۔ ازاں جملہ خبر دی مجھ کو میرے جدامجد شہر آشوب نے اور منتہی بن کیان کی حسینی نے بطریقہاء کثیرہ سعید بن مشیب و سلیمان اعمش و ابان بن تغلب و محمد بن مسلم و زرارہ بن اعین و ابو خالد کابلی سے۔

اور بحار میں ہے۔ کہ آنحضرتؑ نے فرمایا کہ جابر بن عبداللہ میرے باپ علی بن الحسینؑ کے پاس آئے جبکہ میں مکتب میں پڑھتا تھا۔ اور کہا اپنا شکم کھولو۔ یعنی مجھ کو وہاں سے بلوا کر کہا۔ میں نے اپنا شکم برہنہ کیا تو انہوں نے اپنا شکم میرے پیٹ سے ملایا۔ اور کہا رسول اللہؐ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آنحضرتؐ کا سلام تم کو پہنچاؤں۔

دیگر۔ اختصاص سے نقل کیا کہ حضرت رسول خداؐ نے جابر بن عبداللہ سے فرمایا کہ تو محمد بن علی بن الحسینؑ سے ملے گا ان کو میرا سلام پہنچانا۔ جابر امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور ان سے انکے فرزند محمد باقرؑ کا حال دریافت کیا۔ فرمایا مکتب میں ہے۔ یہ کہکر ان کو بلوایا۔ آئے تو جابر نے ان کو سینہ سے لگایا۔ اور سر و

سینۂ آنحضرت پر بوسہ دیا اور سلام رسول اللہ صلعم کا ان کو پہنچایا۔ حضرت نے فرمایا
وَعلیٰ رسول اللہ وعلیک السّلام یا جابر۔ یعنی حضرت رسولِ خدا اور تم پر بھی اے
جابر سلام ہو۔ جابر نے عرض کی کہ روز قیامت آپ میرے لئے بہشت کے ضامن ہوں
آپؑ نے قبول کیا اور ضامن ہوئے۔

دیگر۔ ارشادِ مفیدرہ میں آنحضرت صلوات اللہ علیہ سے منقول ہے کہ فرمایا
میں جابر بن عبداللہ کے پاس داخل ہوا۔ اور سلام کیا۔ ان کو۔ انہوں نے جواب سلام
دیا اور کہا تم کون ہو۔ اس وقت نور بصارت ان کا جاتا رہا تھا۔ میں نے کہا محمد بن علی
ابن الحسینؑ ہوں۔ کہا اے فرزند میرے قریب آؤ۔ پاس گیا تو انہوں نے میرے
ہاتھوں کو بوسہ دیا اور پاؤں چومنے کو جھکے۔ میں پیچھے کو ہٹ گیا۔ پھر فرمایا رسول خداؐ
تم کو سلام کہتے ہیں۔ میں نے کہا رسول اللہؐ پر اور تم پر سلام ہو۔ اے جابر اور رحمت
خدا اور اس کی برکتیں ہوں۔ اس کی کیفیت بیان کرو۔ عرض کی میں ایک روز آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا اے جابر تو زندہ رہے گا۔
تاآنکہ میری اولاد سے ایک شخص مسمّی محمد بن علی بن الحسینؑ سے ملاقی ہو۔ جس کو اللہ تعالیٰ
نور علم و حکمت سے منوّر و نورانی کریگا۔ پس تم ان کو میری طرف سے سلام پہنچائیو۔
اور کشف الغمّہ میں بروایت محمد بن المسلم نقل ہوا ہے کہ لوگوں نے جابر سے کیفیت
دریافت کی تو کہا میں حضرت رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام حسینؑ ان کی گود میں
کھیل رہے تھے اس وقت آپ نے فرمایا اے جابر میرے اس فرزند حسینؑ کے ایک
لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام علی بن الحسینؑ ہوگا۔ بروز قیامت ایک منادی آواز دیگا
لِیَقُم سیّد العابدین۔ سیّد و سردار عبادت گزاراں اُٹھ کھڑا ہو۔ پس علی بن الحسینؑ
مذکور اُٹھے گا۔ اور اے جابر اس علی سردارِ عابداں سے ایک پسر محمدؑ بن علیؑ وجود میں آئیگا
جس وقت تو اس پسر سے ملے تو میرا سلام اس کو پہنچانا۔ اور تجھ کو معلوم رہے کہ

اس کی ملاقات کے بعد تو بہت دنوں تک زندہ رہے گا۔ پس جابر آنحضرتؑ سے ملنے کے
بعد تھوڑے ہی عرصہ بعد رحمت خدا کی طرف انتقال کر گئے۔ وہ امام باقرؑ کو کہا کرتے تھے
انت خیر البریۃ جدک شباب اہل الجنۃ وجدتک سیدۃ نساء العالمین اے
محمدؐ تم بہترین خلائق ہو تمہارے جدّ امجد حسینؑ شہید سعید و سردار جوانان بہشت اور تمہاری
جدّہ ماجدہ فاطمہ زہراؑ بنت رسول خداؐ سیدہ زنان عالمین ہیں۔

دیگر۔ حضرت صادقؑ سے منقول ہے کہ جابر اصحاب رسول خداؐ سے آخری
شخص تھے اور ہم اہل بیت رسالت کے ساتھ خالص عقیدت رکھنے والوں سے تھے۔
بسا اوقات مسجد رسولؐ میں عمامہ باندھ کر بیٹھتے اور یکایک پکار اُٹھتے۔ یا باقر یا باقر
اہل مدینہ کہتے جابر کو جنون ہو گیا ہذیان بکتے ہیں۔ وہ کہتے قسم خدا کی میں ہذیان نہیں
بکتا۔ بلکہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے۔ اے جابر
تو ہماری اولاد سے ایک شخص سے ملے گا جو میرے ہم نام ہو گا اور شکل و شمائل میں مجھ سے
ملتا جلتا ہو گا شگافتہ کرے گا علوم کو شگافتہ کرنا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض اوقات میرے
منہ سے بے اختیار یہ کلمہ نکل جاتا ہے۔ ایک روز ایک کوچہ میں کوچہ ہائے مدینہ
سے جا رہے تھے کہ ان کا گزر اس مکتب سے ہوا جہاں محمدؐ بن علیؑ پڑھتے تھے۔ جو نہیں
جابر کی نظر آنحضرت پر پڑی کہا اے لڑکے آگے آؤ۔ وہ آگے آئے۔ پھر کہا پشت پھیر کر
چلو۔ انہوں نے ایسا کیا۔ جابر نے کہا قسم ہے اس خدائے بزرگ و برتر کی کہ جابر کی
جان اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ یہی رسول اللہؐ کی شکل و شمائل تھی۔ صاحبزادے
تمہارا کیا نام ہے۔ فرمایا محمدؐ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علی بن ابیطالب علیہم السلام۔ جابر نے
سر مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں رسول اللہؐ تم کو سلام
کہتے ہیں۔ کہا رسول اللہؐ پر سلام ہو۔ جبتک کہ زمین و آسمان قائم ہیں اور تم پر بھی اے
جابر سلام ہو کہ تم نے سلام آنحضرتؐ کا مجھ تک پہنچایا۔ پس محمدؐ اپنے باپ کے پاس

واپس گئے حال آنکہ ترساں تھے اور یہ ماجرا اُن سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا اے فرزند اب اپنے گھر میں بیٹھو اور باہر جانا موقوف کرو۔ (آپ کو اندیشہ ہوا کہ مبادا اہلِ مدینہ براہِ حسد ان کو ضرر پہنچائیں)۔ جابر صبح و شام آپ کے پاس حاضر ہوتے۔ مدینہ والے اعتراض کرتے کہ تعجب ہے کہ جابر اس لڑکے کے پاس دو وقت آتے ہیں حال آنکہ وہ آخری اصحاب رسول اللہ سے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد امام زین العابدینؑ نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔ تو جناب باقرؑ بلحاظ صحبت رسول خداؐ خود اُن کے پاس بھی جاتے۔ اس کے بعد حضرت باقر رسول اللہ سے بواسطہ اپنے پدر عالی قدر کوئی حدیث نقل کرتے تو لوگ معترض ہوتے۔ اور جب جابر کا واسطہ دیتے تو خاموش ہو جاتے۔ جناب صادقؑ اس قدر بیان کر کے فرماتے ہیں۔ قسم خُدا کی جابر ان کے پاس علم حاصل کرنے نہیں آتے تھے بلکہ تعلیم دینے کو آتے تھے۔ بروایت دیگر حضرت نے فرمایا کہ جابر جناب باقر کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور تعلیم پانے کو ان کے سامنے بیٹھتے۔ پس بیان حدیث میں جو غلطی ہوتی وہ حضرت انکو ٹوکتے۔ اور صحیح تلقین فرماتے۔ جابر اصلاح آنحضرتؐ کی قبول فرماتے اور آپ کے ارشاد کی طرف رجوع لاتے۔ اور کہتے اشهد بالله يا باقرؑ قد اوتيت الحكمة صبيا۔ گواہی دیتا ہوں اے محمد باقر کہ تم کو بچپن میں علم و حکمت عطا ہوا ہے۔

دیگر۔ مقدس اردبیلی نے حدیقۃ الشیعہ میں رسالۂ اوصاف الاشراف خواجہ نصیر الدّین طوسی سے نقل کیا ہے کہ جب جابر خدمت امام میں مشرف ہوئے تو آپ نے فرمایا کیا حال ہے تمہارا اے جابر۔ جابر چونکہ ضعف و نقاہت پیری میں مبتلا تھے کہنے لگے۔ میری یہ حالت ہے کہ پیری کو جوانی پر بیماری کو تندرستی پر اور موت کو زندگی پر ترجیح دیتا ہوں۔ امام علیہ السّلام انکی تنبیہ کے مقام میں ہوئے۔ اور فرمایا ہمارا تو یہ حال ہے کہ اگر حق تعالیٰ بڑھاپا دے تو بڑھاپا۔ جوانی بخشے جوانی۔ بیمار رکھے بیماری

شفا عطا کرے شفا۔ زندہ رکھے زندگی۔ مارنا چاہے تو موت کو ہمارے نزدیک ترجیح ہے۔ صاحب رسالہ کہتے ہیں کہ جابر مقام صبر میں تھی امام نے ان کو رضا کی طرف کہ بالاترین مراتب ہے دلالت فرمائی۔ پس جابر نے دستِ مبارک امام کو بوسہ دیا۔ اور ارادہ پابوسی کا رکھتے تھے مگر حضرت مانع آئے۔ جابر نے کہا صدق رسول اللہ راست کہا رسولِ خدا نے انّک یا جابر ستُدرِک ولداً من اولادی اسمہ اسمی یبقر العلوم بقراً۔ تحقیق کہ اے جابر تو ادراک کرے گا میری اولاد سے ایک پسر کو کہ میرا ہم نام ہو گا۔ وہ شگافتہ کرے گا علوم کو شگافتہ کرنا۔ یعنی ان کی تہ کو پہنچے گا۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت کو باقر علوم اوّلین و آخرین کہتے ہیں۔

دیگر۔ فضائل الصّحابہ ابو السّعادات سے نقل ہوا ہے کہ جابر انصاری نے سلام رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وآلہ کا امام باقرؑ کو پہنچایا۔ تو آنحضرت نے فرمایا اے جابر تم اپنی وصیّت ثبت کرو۔ بتحقیق کہ تم دُنیا سے کوچ کرنے والے ہو۔ جابر یہ سُنکر رونے لگے۔ اور عرض کی اے سیّد و سردار میرے تم کو اس کا علم کیونکر ہوا۔ یہ تو ایک عہد ہے جو رسولؐ نے مجھ سے عہد کیا تھا۔ فرمایا قسم خدا کی اے جابر حق تعالیٰ نے مجھ کو ان تمام باتوں کا علم بخشا ہے جو قیامت تک ہونے والی ہیں۔ پس جابر نے جو وصیّت ان کو کرنی تھی کی اور وفات پائی۔

دیگر۔ نور الابصار فی مناقب اہل بیت النّبی المختار مؤلفہ شیخ مومن الشبلنجی المصری مطبوعہ مطبع میمنیہ مصر میں زبیر بن محمد بن مسلم مکّی سے روایت کی ہے کہ جب محمد بن علیؑ جابر بن عبد اللہ انصاری سے ملے تو ان کی بینائی جاتی رہی تھی۔ جابر نے ان کو سینہ سے لگایا اور سلام ان کے جد امجد رسول اللہ کا ان کو پہنچایا۔ اس کی کیفیت دریافت کی گئی تو کہا میں ایک بار حاضر خدمت آنحضرتؐ ہوا تو حسین بن علی اس وقت آپ کی گود میں کھیل رہے تھے۔ حضرتؐ نے مجھ سے ارشاد کیا اے جابر میرے اس پسر کے ایک بیٹا

علی بن الحسین نام ہوگا جس کو بروز قیامت سید العابدین کہکر آواز دینگے - اس کا بیٹا محمد باقر علوم ہوگا پس اے جابر تو اس سے ملے تو میرا اسلام پہنچانا - اور تجکو معلوم رہے کہ اس کے بعد تو دنیا میں بہت تھوڑے دنوں زندہ رہے گا - چنانچہ جابر اس واقعہ کے بعد تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہے - پھر شبلنجی صاحب کہتے ہیں - کہ مروی ہے کہ محمد باقر نے ان ایام میں جابر بن عبد اللہ سے ماجرائے علیؑ وعائشہ رضی کی بابت دریافت کیا - جابر نے کہا میں (واقعۂ جمل کے بعد) ایک روز عائشہ رضی کے پاس گیا اور کہا تم علی بن ابیطالب کی نسبت کیا کہتی ہو تو انھوں نے اپنا سر (مارے شرم کے) نہوڑا لیا - بعد ازاں سر اُٹھا کر بولیں ؎

اذا ما حُكَّ التِّبر علی مِحَكٍّ   تبیّن غشّه من غیر شكٍّ
وَفینا الغشّ والذّهب المصفّی   علیّ بیننا شبه المحكٍّ

زر خالص کو جب کسوٹی پر کستے ہیں تو اس کا کھوٹ بے شک وشبہ ظاہر ہو جاتا ہے ہمارے درمیان زر مغشوش اور طلاء خالص ہے - علی ہمارے درمیان مثل معیار کے ہیں کہ ان سے کھرے کھوٹے کی تمیز ہوتی ہے -

علامہ علی بن عیسی الاربلی کشف الغمہ میں بعد نقل روایت جابر کہتے ہیں -

هذه فضیلة من فضائلهم ودلیل من دلائلهم باق علی مرّ الایام ومنقبة من مناقبهم المرویّة علی لسان الخاصّة والعام وعجیبة من عجائبهم اللّتی تشهد لها كلّ الاقوام - یہ ایک فضیلت ہے ان کے فضائل سے اور دلیل ہے ان کے دلائل سے کہ باقی رہنے والی ہے مرور ایام تک اور ایک مدح ومنقبت ہے جو خاص وعام کی زبان سے نقل ہوئی ہے اور ان کے عجائبات سے ایک عجیب چیز ہے جس کے لئے جملہ اقوام گواہی دے رہے ہیں -

امامت

جناب باقرؑ اپنے باپ علی بن الحسین زین العابدین کے بعد لا کلام وصی آنحضرت و امام انام ہیں۔ اور یہ امر آفتاب عالمتاب سے زیادہ روشن کسی کو مجال دم زدن اس میں نہیں۔ آپ اپنے تمام بھائیوں سے باعتبار علم وفضل۔ زہد وتقویٰ وطہارت وسیادت ممتاز اور خاص وعام کے نزدیک عظیم الشرف وجلیل القدر ہیں نصوص کثیرہ شہیرہ کہ ائمہ اثنا عشر کے بارے میں سُنّی وشیعہ نے رسول اللہؐ سے نقل کئے وہ سب آنحضرتؑ پر مشتمل اور آپ باقی ائمہ کے ساتھ ان میں شریک وشامل ہیں جناب امیرؑ نے جو وصیت آخری اپنی اولاد کو کی اس میں آپ کا ذکر موجود ہے۔ رسول اللہؐ نے آپ کو باقر العلوم کے نام سے نامزد کیا اور جابر انصاری کو کہا کہ تو میری اولاد سے ایک شخص محمد بن علی بن الحسینؑ نام کو دیکھے گا۔ حق تعالیٰ جس کو نور وحکمت عطا کرے گا۔

دیگر۔ یہ کہ فرقہ ناجیہ امامیہ کا اس پر اجماع ہے کہ وہ حضرت پانچویں امام ہیں ائمہ دوازدہ گانہ سے۔ اور یہ اجماع واتفاق ان کا ہر عہد وزمانے میں خلفاً عن سلف متواتر چلا آیا ہے۔ علاوہ بریں علمائے شیعہ نے احادیث کثیرہ حضرت رسول خدا وائمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم سے بتواتر ایسی نقل کی ہیں جن میں اسامی نامی دوازدہ امام بتفصیل مذکور ہوئے ہیں۔ ازانجملہ حدیث لوح ہے کہ جبرئیل امین جانب رب العالمین سے حضرت رسالت پناہ کے پاس ایک لوح لائے جس پر اسمائے گرامی بارہ اماموں کے ثبت تھے۔ اور یہ کہ امام محمد باقرؑ پانچویں امام ہیں اس سلسلۂ عالیہ کے۔ وہ لوح آنحضرت نے جناب فاطمہ زہرا کے حوالے کی۔ دیگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس ایک تحریر پارۂ حریر پر خدائے قدیر کے پاس سے آئی۔ اس میں بارہ کتبے سربمہر جدا جدا تھے آپ نے وہ ٹکڑا حریر کا حضرت امیر کو عطا کیا کہ پہلی مہر اپنے نام کی توڑ کر جو کچھ اس کے تحت

میں لکھا ہوا ہے اس پر عمل پیرا ہوں چنانچہ آپ نے اس کی تعمیل کی۔ اور دمِ واپسیں اپنے میں حضرت امام حسنؑ کو دیا۔ انہوں نے دوسری مُہر کو توڑا اور اسی کے ماتحت نوشتہ پر عمل کیا۔ اور آخری وقت اپنے برادر فرزند رسول الثقلین ابو عبداللہ الحسینؑ کے سپرد کیا۔ اور ان سے امام زین العابدینؑ کو ملا اور ان کے پاس سے امام محمد باقرؑ کے ہاتھ آیا۔ وہ حضرت پانچویں تحریر کی موافق کاربند ہوئے۔ پھر اپنے لختِ جگر جناب جعفرؑ کو دیا تا اینکہ اسی طرح دست بدست یہ صحیفہ مبارکہ بارہویں امام تک پہنچا۔ نیز جابر بن عبداللہ انصاری کی حدیث معروف و مشہور ہے۔ جس میں بالتفصیل جدا جدا ہر ایک امام کا نام لیا گیا ہے۔ اور ہم مکرر اس کو پہلے نقل کر چکے ہیں۔

اور حبابہ والبیہ والی حدیث حد استفاضہ و تواتر کو پہنچ گئی کہ امیرالمومنین نے اس زنِ مومنہ کو ایک سنگ پارہ عطا کیا اور اس پر اپنی مُہر باعجاز لگا کر کہا کہ اس کو اپنے پاس رکھ چھوڑ و جس کو دعویدار امامت پاؤ اس سے کہو کہ اسی طرح اس پر اپنی مُہر ثبت کر دے جس طرح میں نے ثبت کی۔ وہ مرحومہ امام رضاؑ کے زمانۂ امامت تک زندہ رہی۔ اور ہر ایک امام کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ سنگریزہ پیش کرتی اور اس پر مُہر مبارک امام لگوا کر اپنا ایمان تازہ کرتی تھی جیسا کہ بہ تفصیل ایک بار سے زیادہ اس کا ذکر ہوا۔

نصِّ امام زین العابدینؑ بامامت آنجنابؑ

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ مفصلہ ذیل اشخاص نے آپ کی نصِ امامت کو ان کے باپ امام زین العابدینؑ سے نقل کیا ہے۔ اسمٰعیل بن محمد بن عبداللہ بن علی ابن الحسینؑ و زید بن علی و عیسٰی عن جدّہ و حسین بن ابی علا وغیرہم۔

کلینی علیہ الرحمہ نے کتاب کافی میں روایت کی ہے کہ ہنگامِ وفات علی بن الحسینؑ زین العابدین نزدیک ہوا تو آپ کی اولاد حاضر خدمت تھی حضرت ان سب سے محمد باقرؑ

کی طرف ملتفت ہوئے اور ارشاد کیا اے محمد یہ صندوق اپنے گھر لے جاؤ۔
راوی کہتا ہے کہ اُس صندوق میں درہم و دینار نتھے بلکہ وہ علم سے مملو تھا۔

نیز۔ کلینی رح نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جناب زین العابدین کا دم واپسیں نزدیک ہوا تو آپ نے ایک صندوق نکلوایا اور فرمایا کہ اے محمد یہ صندوق تم اپنے گھر لوالیجاؤ۔ پس حضرت چار آدمیوں سے اُٹھوا کر اس کو مکان پر لے گئے۔ آپ نے وفات پائی تو برادران امام باقرؑ ان کے پاس آئے کہ صندوق سے ہمارا حصہ دلواؤ۔ فرمایا قسم خدا کی کہ اس میں کوئی شے تمہارے دینے کی نہیں۔ اور جو کوئی شے ایسی ہوتی۔ تو خود وہ حضرت تم کو دیتے محروم نہ رکھتے۔ راوی کہتا ہے کہ صندوق میں سلاح رسول اللہؐ اور کتابیں آنحضرتؐ کی تھیں۔

اور ابو خالد سے نقل کیا ہے کہ اس نے حضرت علی بن الحسین علیہما السّلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت کے بعد ہمارا امام و پیشوا کون ہوگا۔ ارشاد کیا کہ محمدؑ میرا پسر کہ شگافتہ کریگا علم کو حق شگافتہ کرنے کا۔

نیز۔ کافی میں ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ عمر بن عبد العزیز نے اپنے عہدِ خلافت میں ابن حزم کو لکھا کہ کاغذات متعلقہ صدقات علی۔ عمر۔ عثمان ہمارے پاس بھجوا دو۔ ابن حزم نے زید بن الحسن کو کہ اپنے سب بھائیوں میں بڑے تھے۔ بُلوا کر دریافت کیا۔ انہوں نے کہا۔ اس کی ولایت امام حسنؑ کو تھی۔ اس کے بعد امام حسینؑ ولی ہوئے۔ ان کے پیچھے علی بن الحسینؑ بعد ازاں محمد باقرؑ کو یہ ولایت پہنچی اس نے آنحضرتؑ کو طلب کیا۔ ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ کو کاغذ دے کر اس کے پاس روانہ کیا۔ میں نے وہ کاغذ جا کر ابن حزم کو دیا۔ حاضرین سے ایک نے کہا کہ اس امر کو اولاد امام حسنؑ بھی جانتی ہے اس نے کہا ہاں اس طرح ہے

جیسا کہ تو جانتا ہے کہ اس کی رغبت ہے - الا افسد ان پر سوار ہے - اگر حق کو حق
کے ساتھ طلب کرتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا مگر وہ دُنیا کے خواستگار ہیں -

نیز - بحار میں ہے کہ حضرت زین العابدین کی رحلت کا وقت قریب آیا تو اپنے پسران محمد - حسن - عبداللہ - عمر - زید اور حسین کو بُلایا - اور محمد باقر کو اپنا وصی و جانشیں مقرر کیا اور ابو جعفرؑ سے ان کو مکنّیٰ کیا - اور باقی اولاد کو ان کے سپرد کیا - بہت سی وصایا و نصائح سے گوش ہوش آنجناب کو گراں بار فرمایا -

دیگر - بحار میں ہے کہ حضرت علی بن الحسین نے محمد بن علی کو وصیّت کی اور فرمایا اے فرزند میں نے تجھ کو اپنا وصی و خلیفہ مقرر کیا - جو کوئی دوسرا اس کا دعوے کرے حق تعالیٰ بروز قیامت طوق آتشیں اس کی گردن میں ڈالے گا - پس اے فرزند تم اس نعمت کا شکریہ بجا لاؤ اور اپنے منعم حقیقی کا شکر ادا کرو - اور اپنے شکر گزاری پر انعام و احسان واجب جانو - بتحقیق کہ جس نعمت کا شکر ادا کیا جائے زائل نہیں ہوتی اور جس کا کفران ہو وہ باقی نہیں رہتی اور شکر گزار جو کسی نعمت پر شکر کرے وہ اس نعمت سے اس قدر سعادت حاصل نہیں کرتا جتنا کہ اس کی شکر گزاری سے سعادت پاتا ہے - پھر حضرت نے اس آیہ شریفہ کی تلاوت کی لئن شکرتم لازیدنّکم ولئن کفرتم انّ عذابی لشدید - شکر نعمات بجا لاؤ گے تو البتّہ میں ان کو زیادہ کرونگا - ان کا کفران کرو گے تو ہر آئنہ میرا عذاب سخت ہے -

نیز - بحار میں زہری سے روایت ہے کہ میں علی بن الحسین کی خدمت میں ان کے مرض الموت میں داخل ہوا - اس وقت آنحضرتؑ کے سامنے ایک خوان میں روٹی اور گندنا آیا - مجھ سے ارشاد کیا کہ کھاؤ - میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہؐ میں کھانا کھا چکا ہوں - فرمایا یہ ہندبا (گندنا) ہے - میں نے عرض کی اس کی کچھ فضیلت ارشاد کیجیے - فرمایا ما من ورقة من الهندباء الّا وعلیها قطرة من ماء الجنّة فیه

شفاء من کل داء۔ کوئی پتا گندنے کا نہیں الّا یہ کہ اس پر ایک قطرہ آب جنت کا
ہوتا ہے جو ہر مرض کی دوا ہے۔ پس اُٹھ گیا اور شیشہ روغن تدہین کی غرض سے
حاضر کیا گیا۔ فرمایا اے ابوعبداللہ تم بھی تدہین کرو گے۔ عرض کی میں تدہین کر چکا ہوں
یعنی روغن مل چکا ہوں۔ فرمایا یہ روغن بنفشہ ہے۔ عرض کی اس کی کیا فضیلت
ہے۔ فرمایا فضل البنفسج علی سائر الادھان کفضل الاسلام علی سائر
الادیان۔ روغن بنفشہ اور روغنوں پر وہ فضیلت رکھتا ہے جو اسلام کو دیگر مذاہب
پر ہے۔ اس وقت حضرت محمد باقر حاضر خدمت پدر والا قدر ہوئے اور آہستہ آہستہ
آپ کے ساتھ باتیں کرنے لگے۔ اس گفتگو سے میری سمجھ میں صرف اس قدر آیا کہ
حضرت فرماتے ہیں یا محمد علیک بحسن الخلق۔ اے محمد اپنے اخلاق اچھے رکھنا
تب میں نے جانا کہ وہ حضرت اپنے مرنے کی خبر دے رہے ہیں۔ عرض کی یا ابن رسول
اللہ اگر حضور کو زمانِ ناگزیر پیش آوے تو ہم کس کے پاس آمد و رفت کریں۔ فرمایا
میرے اس فرزند محمدؑ کے پاس۔ بتحقیق کہ یہ میرا وصی و وارث ہے۔ اور صندوق و
کان ہے میرے علم کا اور باقر العلوم ہے۔ عرض کی باقر کے کیا معنی۔ فرمایا میرے
شیعیانِ خالص اس کے پاس حاضر ہوا کرینگے اور یہ ان کے لئے علموں کو شگافتہ
کرے گا حق شگافتہ کرنے کا۔ پھر حضرت نے ان کو کسی کام کے لئے بازار بھیجا۔
واپس آئے۔ تو میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ آپ نے فرزند اکبر کے حق میں
کیوں وصیت نکی۔ فرمایا اے ابوعبداللہ یہ امر چھوٹے بڑے پر موقوف نہیں
ایسا ہی ہم سے رسول اللہ صلعم نے ارشاد کیا اور یہی لوح فاطمہ اور صحیفہ ابریشمیں
میں لکھا ہے۔ عرض کی یا ابن رسول اللہ کتنے اوصیاء کی رسولِ خداؐ نے خبر دی ہے
فرمایا صحیفہ اور لوح میں بارہ ۱۲ اماموں کے نام ان کے ماں باپ کے اسماء گرامی کے
ساتھ درج ہیں۔ پھر فرمایا میرے اس پسر محمد باقرؑ کی پشت سے سات امام ظہور میں

آئینگے - آخری جن کے قائم مقام آل محمد مہدی ہادی ہوں گے۔

دیگر - بحار میں عثمان بن خالد سے نقل ہے کہ حضرت علی بن الحسین ع مرض الموت میں بیمار ہوئے تو اپنی اولاد محمد - حسن - عبداللہ - عمر - زید اور حسین کو جمع کیا - اور محمد باقر کو اپنا وصی وجانشین فرمایا اور موسوم کیا آنحضرت کو بلفظ باقر - اور ان سب کو انکے سپرد کیا - پس وصیت کی آنحضرت کے تئیں اور پند ونصیحت فرمائی کہ اے فرزند عقل رائدِ[1] روح ہے اور علم رائد عقل - اور عقل ترجمان علم - آگاہ رہو کہ اصلاح دنیا بتمامہا دو کلموں میں ہے - معاش کا انتظام مثل ایک پیمانے کی پُری کے ہے جس میں دو ثلث فطنت ودانائی اور ایک تہائی تغافل بتحقیق کہ آدمی تغافل نہیں کرتا مگر اس شے میں جس کا عارف ہوتا ہے - اور جان لے کہ تیری عمر دم بدم تمام ہو رہی ہے ایک نعمت اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی تاوقتیکہ دوسری نہ مٹ جائے - خبردار طولِ امل میں نہ پھنسنا - کیونکہ بہت سے امید کرنے والے اپنی امیدوں کو نہیں پہنچتے - اور مال جمع کرنے والوں کو اس کا کھانا نصیب نہیں ہوتا - اور ذخیرہ کر کے چھوڑ جاتے ہیں - باطل سے جمع کیا یا کسی کا حق روک رکھا - بہ حرام حاصل کیا اور دوسروں کو اس کا وارث بنایا - بوجھ سر پر لیا اور گناہ اٹھایا وذلک ھو الخسران المبین۔

تتمہ - علامات امام سے ہے - کہ بڑا بیٹا امام سابق کا - اس کے بعد امام ہوتا ہے قال الصادق علیہ السلام الامامۃ فی الکبیر مالم یکن بہ عاھۃ - جناب صادق کا قول ہے کہ امامت بڑے بیٹے کے لئے ہے جبتک کہ اس میں کوئی عیب نہو۔

---

[1] - جزری کا قول ہے کہ رائد وہ شخص ہوتا ہے جسکو قافلہ کے آگے بھیجتے ہیں تاکہ اس کے لئے سبزہ وچراگاہ تلاش کر رکھے - اسی سے ہے الحمّی رائد الموت کہ بخار رائد (پیش خیمہ) موت کا ہے یعنی اسکا پیش فرستادہ ورسول کہ اس سے پہلے آتا ہے - جیسا کہ رائد قافلہ کا اس سے پہلے منزل پر پہنچ جاتا ہے ۱۲ منہ۔

نیز- آنحضرت صلوات اللہ علیہ کا ارشاد ہے۔ لا تعود الامامة فی الاخوین بعد الحسنؑ والحسینؑ۔ کہ بھائی کو بھائی سے امامت نہیں پہنچتی سوائے حسنین علیہما السلام کے۔ نیز- علامت امام ہے کہ علم و فضیلت میں شہرۂ آفاق ہو حتّٰی کہ قافلہ باہر سے آکر شہر (مدینہ) میں پوچھے۔ کہ فلاں امام نے وفات پائی۔ ان کا قائم مقام کون ہوا تو ہر خاص وعام اس کا نام لیں یعنی جوان و پیر صغیر کبیر بلدہ پر اس کا شرف پوشیدہ نہو۔ نیز- آنحضرت صلوات اللہ علیہم کا ارشاد ہے۔ السلاح فینا بمنزلة التابوت فی بنی اسرائیل۔ کہ سلاح رسول اللہؐ ہمارے درمیان مثل تابوت کے ہیں بنی اسرائیل میں جس کے یہاں تابوت ہوتا تھا وہی نبی ہوتا تھا۔ اسی طرح ہمارے یہاں رسول اللہؐ کے سلاح ہیں کہ امام ہی کے پاس ہوتے ہیں دوسرے کے پاس نہیں ہوتے۔

کسی نے حضرت صادقؑ سے پوچھا کوئی دعویٰ امامت کا کرے تو ہم کیونکر جانیں کہ راستگو ہے یا دروغ زن۔ فرمایا اس کے علم و فضل کا امتحان کرو مسائل حلال و حرام اس سے دریافت کرو۔ پھر ارشاد کیا تین امر ہیں جس میں جمع ہوں۔ لا کلام امام ہے۔ ایک یہ کہ پہلے امام سے اولیٰ و اقرب ہو۔ دوسرے سلاح رسول اللہؐ اسکے پاس ہوں اور وصی کیا ہوا ہو امام سابق کا ظاہر اور کھلے طور پر حتّٰی کہ کوئی مدینہ میں آکر پوچھے کہ امام متوفّٰی نے کس کو اپنا جانشین کیا تو بچے تک کہدیں کہ فلاں کو۔

نیز- معاویہ بن وہب نے آنحضرتؑ سے پوچھا کہ امام کے بعد دوسرے امام کی شناخت کس طرح ہوتی ہے۔ فرمایا طیّب و طاہر ہو از روئے ولادت کے اور ابتدائی نشوونما سے نیک سیرت و پسندیدہ اخلاق ہو۔ اور لہو و لعب سے مجتنب و کنارہ ہو۔ نیز- معصومؑ نے فرمایا۔ معرفت امام کئی صورت سے ہوتی ہے۔ امام سابق کا وصی کردہ ہو۔ جو سوال کریں صحیح جواب دے۔ خاموش رہیں تو خود ابتدا کرے امور آئندہ کی خبر دے اور ہر شخص کے ساتھ اس کی زبان میں کلام کرسکے۔ چرند پرند خلاصہ

یہ کہ تمام جانداروں کی بولی سے آگاہ ہو۔ جس میں یہ خصائل ہوں وہ قطعاً امام ہوگا۔
کافی میں ہے کہ ابو بصیر نے عرض کیا لوگ کہتے ہیں۔ کیا باعث ہے کہ خداتعالیٰ نے علی علیہ السلام و دیگر اہلِ بیت کا ذکر قرآن میں نہیں کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ ان سے کہو کہ حق تعالیٰ نے قرآن میں نماز کا ذکر کیا مگر یہ نہیں بتلایا کہ تین رکعت ہیں یا چار۔ حتیٰ کہ رسول اللہؐ نے اس کی شرح کی نیز زکوٰۃ کو فرمایا۔ مگر یہ نہ بتلایا کہ چالیس درم سے ایک درم دو۔ اس کو رسول اللہ نے ظاہر کیا۔ اور حج کو کہا مگر یہ نہیں کہا کہ سات بار طواف خانہ کعبہ کرو۔ اس کو رسول اللہؐ نے آشکار کیا۔ اسی طرح قرآن میں آیا ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم۔ یہ امیر المومنین اور حسنین علیہم السلام کے بارے میں نازل ہوئی۔ پس حضرت رسول خداؐ نے اس کی تشریح کی۔ اور فرمایا۔ من کنت مولاہ فھذا علیؑ مولاہ۔ جس کا میں مولیٰ و آقا ہوں علیؑ اس کا مولیٰ و آقا ہے۔ اور آپ کا ارشاد ہے اے بندگانِ خدا تم کو وصیت کرتا ہوں کتاب خدا اور اپنے اہلِ بیت کے بارے میں تحقیق کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان کے درمیان تفرقہ نہو جبتک کہ حوضِ کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں۔ خداتعالیٰ نے یہ دُعا میری قبول کی۔ اور رسول اللہؐ نے علی و فاطمہؑ و حسنین علیہم السلام کو ایک کمبلی میں اپنے ساتھ لیا اور فرمایا۔ اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی۔ پروردگارا یہ میری اہلِ بیت اور میری گراں بہا ہیں۔ رسول اللہ نے وفات پائی تو علی اولیٰ ہوئے امتِ محمدیہ کے لئے جیسا کہ رسول اللہؐ نے قرار دیا اور ہاتھ پکڑ کر بتلایا تھا۔ علیؑ نے وفات پائی تو کیا ان کو اختیار نتھا کہ اپنے بیٹوں محمد و عباس وغیرہ سے کسی کو اپنا جانشین کر جاتے مگر یہ امر صرف حسن بن علی پر بوجہ ان کی بزرگی اور بڑائی کے قرار پایا۔ علیٰ ہذا حضرت حسن مجتبیٰ نے اپنی وفات کے وقت اپنی اولاد سے کسی کو اپنا وصی نہیں کیا۔ سوائے امام حسینؑ کے اور کیونکر کرتے جبکہ حق تعالیٰ احسینؑ کو بشمول اہلِ بیت آیۂ تطہیر میں

داخل کر چکا تھا۔ اور رسول خدا یہ پیغام زبانی امت کو پہنچا چکے تھے۔ امام حسینؑ امام و نائب رسول ہوئے۔ تو انہوں نے بموجب آیہ شریفہ و اولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ۔ اور صاحبان رحم و قرابت بعض ان سے بعض دیگر سے اولیٰ ہیں کتاب خدا میں۔ اپنے سے قریب تر یعنی بڑے بیٹے علی بن الحسین زین العابدین کو امام مقرر کیا اور انہوں نے اپنے پسر محمد باقرؑ کو وعلی ہذا۔

پانچ کا عدد

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ اصول دین کے پانچ ہیں توحید۔ عدل۔ نبوت۔ امامت۔ قیامت۔ اشباح پانچ نماز ہائے روز و شب پانچ۔ عبادات نماز۔ روزہ۔ حج۔ حصہ خدا خمس و زکوٰۃ۔ جہاد پانچ۔ انگلیاں ہاتھوں پاؤں کی پانچ پانچ ہیں۔ اسابیع پانچ؛

یعنی	یوم الاحد	یوم الاثنین	یوم الثلثاء	یوم الاربعاء	یوم الخمس
	یک شنبہ	دوشنبہ	سہ شنبہ	چہار شنبہ	پنجشنبہ۔ حواس خمسہ

ذائقہ۔ لامسہ۔ شامہ۔ سامعہ۔ باصرہ۔ علم تصریف پانچ ارکان پر شامل ہے۔ زیادہ حذف۔ تغیر بحرکت و سکون۔ ابدال و ادغام۔ امام محمد باقر امام پنجم اور میزان محمد باقر کا بروئے حساب برابر ہے ھو جاد زاھد معصومؑ کے بوجہ برابر ہونے دونو کے عدد ۲۷ہ ہیں۔

پارۂ از فضل و شرف آن بزرگوار

مناقب میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ نحن اھل بیت الرحمۃ و شجرۃ النبوۃ و معدن الحکمۃ و موضع الملائکۃ و مھبط الوحی۔ ما نقمھم الناس منا۔ ہم خانوادۂ رحمت و شجرۂ نبوت و کان علم و حکمت و محل ورود ملائکہ و جائے ہبوط وحی ہیں۔ لوگ ہم سے

(سلہ حاشیہ صفحہ ۲۷ پر دیکھو)

کس بات میں نزاع کریںگے - نیز - آپ نے فرمایا - ہم والیانِ امر خدا ہیں و خازنانِ علم خدا و وارثانِ وحی خدا و حاملان کتاب اللہ - ہماری اطاعت فرض ہے اور ہماری محبّت ایمان - اور ہماری عداوت کفر - ہمارے دوست جنّت میں ہیں - اور ہمارے دشمن جہنّم میں -

نیز - آپ کا ارشاد ہے - ہم جنب خدا و حبل خدا و رحمت خدا بر خلق خدا ہیں - ہم ہی سے خدا نے ابتدا کی - اور ہمارے ہی اوپر خاتمہ ہو گا - ہم پیشوایان ہدایت و چراغہائے ظلمت و غوایت ہیں - ہم نشانہائے بلند ہیں اہل دُنیا کے لئے - اور آگے بڑھنے والے اور پیچھے رہنے والے - جسنے ہم سے تمسّک کیا کامیاب مراد ہوا جس نے تخلّف کیا تباہ و برباد ہوا - ہم قائد غرّہ محجلین ہیں - اور حرم خدا و راہ راست بسوئے خدا و نعمات خدا حق ہیں خلق خدا کے اور معدنِ نبوّت و مقام و موضع رسالت و اصل و بیخ ہار دین ہیں - ملائکہ ہماری طرف آمد و رفت رکھتے ہیں - چراغ ہیں اس کے لئے جو نور کا طالب ہو - راہ راست میں پیروی کرنے والوں کے لئے - اور ہادیانِ راہِ جنّت ہیں وعروہ ہائے اسلام و جسر و قنطرے (پُل) ہیں جوان پر سے گزرے مطلب پر فائز ہوا اور تخلّف کرنے والا نیست و نابود ہو گیا - اور سنام (پشتہ و بلندی) اعظم ہیں کہ حق تعالیٰ ہماری وجہ سے تم سے عذاب کو دور کرتا ہے - جس نے ہماری نصرت کی اور ہم کو پہچانا - اور ہمارے حق کو جانا اور ہماری بات کو مانا - وہ ہم سے ہے -

---

(حاشیہ متعلّقہ صفحہ ۲۶)

لہ شیخ مفید علیہ الرحمہ سے کسی نے اَشباح کے معنی پوچھے - فرمایا صحیح اس بارے میں وہ حدیث ہے جس کو راویانِ ثقہ نے نقل کیا ہے کہ آدمؑ نے عرش الٰہی پر کچھ اشباح (صورتیں) دیکھیں جن کا نور عرش پر درخشاں تھا - عرض کی بارالٰہا یہ کیسے نور ہیں ارشاد باری ہوا کہ اے آدم یہ صورتیں محمدؐ - علیؑ فاطمہؑ - حسنؑ و حسینؑ کی ہیں - اگر یہ اشباح خمسہ نہوتے تو حق تعالیٰ زمین آسمان کو پیدا نکرتا الخ

سورہ بن کلیب اسدی راوی ہے کہ آنحضرتؑ نے فرمایا کہ ہم خزانہ داران خدا ہیں اسکے آسمان وزمین میں مگر وہ خزانے طلا و نقرہ کے نہیں وہ علم کے خزانے ہیں۔
معروف بن خربوذ کی روایت ہے۔ اور ویسے ہی آپ کا یہ قول مشہور و معروف ہے کہ ہماری حدیث صعب و مستصعب ہے لا یحتملہ الا ملک مقرب او نبی مرسل عبد امتحن اللہ قلبہ للایمان۔ بجز مقرب فرشتہ یا نبی مرسل کے یا اس بندے کے جس کے قلب کا حق تعالیٰ امتحان لے چکا ہے۔ کوئی اس کی برداشت نہیں کرسکتا
نیز۔ آنحضرت کا ارشاد ہے کہ ہم خازنان علم خدا ہیں وو الیان امر خدا۔ ہم سے ہی حق تعالیٰ نے اسلام کی ابتدا کی۔ ہمارے ہی اوپر اس کا خاتمہ کرے گا ہم سے ہی لوگوں نے علم حاصل کیا ہے اور ہمارے ہی سبب سے خدا کی شناخت ہوتی ہے اور اس کے علوم ہمارے ذریعہ سے اس کے خلائق کو پہنچتے ہیں۔
نیز۔ آنجناب فرمایا کرتے تھے کہ ہم خلقت کے ہاتھوں عظیم بلا میں مبتلا ہیں۔ ان کو اپنی طرف بلاتے ہیں تو اجابت نہیں کرتے۔ انکے حال پر چھوڑتے ہیں تو کسی دوسرے میں انکے ہدایت کرنے کی قابلیت نہیں پاتے۔
کشف الغمہ میں ہے کہ ابو الہذیل سے ارشاد کیا۔ یا ابا الھذیل لا یخفی علینا لیلۃ القدر۔ اے ابو ہذیل شب قدر ہم سے پوشیدہ نہیں۔ ان الملائکہ یطیفون بنا فیھا۔ بتحقیق کہ اس رات کو فرشتے ہمارے گرد گردش کرتے رہتے ہیں۔
دیگر۔ حافظ عبد العزیز الحنانذی نے زید شہید سے روایت کی کہ آپ نے اپنا بال پکڑ کر فرمایا کہ جو میرے ایک بال کو ایذا دے اس نے مجھے ستایا اور جس نے مجھے ستایا گویا حق تعالیٰ کو ستایا (کیونکہ آپ خلیفہ خدا و امام خلائق تھے) جس نے ایذائے خالق کا ارادہ کیا۔ زمین و آسمان اس کو لعنت کرتے ہیں۔

نبذے از فضیلت از زبان دیگراں

علمائے اسلام نے کہا ہے کہ

کریم بن کریم بن کریم بن کریم۔ یوسفؑ بن یعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ ہیں۔ اور سیّد ابن سیّد بن سیّد بن سیّد محمد بن علی بن الحسینؑ بن علیؑ الباقر ہیں۔

حکم بن عیینہ نے آیہ شریفہ انّ فی ذالک لاٰیات للمتوسّمین کی تفسیر میں کہا قسم خدا کی محمد بن علی باقر متوسمین سے ہیں۔ اور ابو زرعہ رازی اُستاد بخاری نے آیہ شریفہ فاسئلوا اھل الذکر انکنتم لا تعلمون کے ذیل میں کہا راست کہا خدا تعالیٰ نے مجھ کو اپنی جان کی قسم ہے کہ جناب باقر اکابر علماء سے ہیں۔ حافظ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ وہ حضرت حاضر ذاکر خاشع وصابر ابو جعفر محمد باقر ہیں۔

نیز۔ حلیہ میں ہے وکان من سُلالۃ النّبوّۃ وجمع حسب الدّین والابوّۃ تکلم فی العوارض والخطرات وسفح الدّموع والعبرات ونھی عن المراء والخصومات۔ تھے وہ سلالہ خاندان نبوّت ونقاوہ دودمان فتوت حسب دین وایمان ونسب عالی و رفیع الشّان کے جمع کرنے والے تھے۔ عوارض وخطروں کے موقعہ پر کلام کرتے تھے اور خوف وخشیہ خدا میں اشکِ خونیں برساتے تھے اور خصومت وجدال سے منع فرماتے تھے۔

اور اوروں نے کہا الامام الباقر والنّور الباھر والقمر الزاھر والعلم القاھر باقر العلم ومعدن الحلم اظھر الدّین اظھاراً وکان للاسلام مناراً۔ الصّادع بالحقّ۔ والنّاطق بالصّدق۔ باقر العلم بقراً۔ وناثرہ نثراً۔ لمتاخذہ فی اللہِ لومۃ لائم۔ وکان لامرہ غیر مکاتم۔ ولعدوّہ مراغم۔ امام محمد باقر نور درخشاں قمر تاباں صاحب علم غالب شگافندہ علوم معدن حلم ہیں۔ انہوں نے علوم دینیہ کو کامل طور پر شائع کیا۔ اسلام کے لئے بمنزلہ مینار کے تھے کہ نور ان سے ظاہر ہوتے تھے۔ آشکار کنندہ حق کلام میں راست گو۔ علم کو شگافتہ کیا حق شگافتہ کرنے کا۔ اور اس کو نشر کیا جیسا کہ چاہیئے تھا۔ امورِ خدا میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت نہیں سُنتے تھے۔ اور اپنے کاموں میں ستر واخفا کے روادار نہ تھے اور اعدا کی بینی کو خاک پر رگڑتے تھے

اورشاہ عبدالعزیز دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کہا کرتے تھے۔ لولا السنتان لهلك النعمان۔ اگر دو سال جو مجکو خدمت گزاری امام باقر اور ان سے علم حاصل کرنے میں گزرے میری زندگی میں شامل نہوتے تو البتہ میں ہلاک ہو چکا تھا۔

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ کتاب مناقب میں علامہ مغربی کے یہ اشعار آبدار اس امام ابرار کی مدح میں نقل کرتے ہیں ؎

یا ابن الذی بلسانه وبیانه — هدی الانام ونزل التنزیل
من فضله نطق الکتاب وبشرت — بقدومه التوراة والانجیل
لولا انقطاع الوحی بعد محمد — قلنا محمد من ابیه بدیل
هو مثله فی الفضل الا انه — لم یاته برسالة جبرئیل

بیان برخے از علم و معرفت آنجناب

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ مناقب آل ابیطالب میں لکھتے ہیں کہ اولاد امام حسنؑ و امام حسینؑ علیہما السلام میں کسی شخص سے علم تفسیر و کلام و فتاویٰ و اسلام و حلال و حرام میں وہ علوم ظاہر نہیں ہوئے جو اس جنابؑ سے ہوئے۔ بقایا صحابہ و بزرگان تابعین و رؤسار فقہار مسلمین نے آپ سے معالم دین و معارف علم و یقین اخذ کئے۔ صحابہ سے جابر بن

سلہ اے پسر اس شخص کے جس کی زبان و بیان سے آدمیوں نے ہدایت پائی اور تنزیل قرآن اسپر ہوئی۔ اس کی فضیلت پر کلام اللہ ناطق ہے اور اس کے پیدا ہونے کی توریت و انجیل میں بشارت دی گئی ہے۔ اگر محمد مصطفےٰ کے بعد نزول وحی منقطع نہو جاتا تو ہم کہتے کہ محمد باقر اپنے جد امجد کے بدل ہیں۔ وہ فضل و کمال میں آپکے مثل و مانند ہیں۔ الا انکے پاس جبرئیل پیغام ربانی لیکر نہیں آتے۔

عبداللہ انصاری جیسے بزرگوار نے اور تابعین سے جابر بن یزید جعفی وکیسان سیستانی
صوفی فقیہوں سے عبداللہ بن مبارک زہری - اوزاعی - ابوحنیفہ کوفی مالک بن انس
شافعی اور زیاد بن منذر ہندی نے - اور مصنّفین سے طبری - بلاذری - سلامی - خطیب
خوارزمی نے اپنی تاریخوں میں - اور موطاء وشرف المصطفیٰ وابانہ وحلیۃ الاولیاء
وسنن ابوداؤد - والکافی - ومسند ابوحنیفہ - ومسند مروزی - وترغیب اصفہانی و
مسط واحدی - وتفسیر نقاش - وکشاف زمخشری - ومعرفت الاصول و
رسالۂ سمعانی میں ان کے مصنّفوں نے آنحضرتؑ سے روایت کی ہے اور جابجا
لکھتے ہیں قال محمّد بن علیؑ الباقر کذا وکذا - کہ امام محمد باقرؑ نے ایسا اور ایسا کہا -
حضرت رسولِ خداؐ نے اسی وجہ سے ان کو باقر العلوم کا لقب بخشا ہے - وسارت
بعلومہ الاخبار وانشدت فی مدائحہ الاشعار - یعنی صاحب نور الابصار نے
کہا آپ کے علوم کی خبریں دُنیا میں پھیلیں اور مدائح ومناقب آنحضرت میں اشعار
کہے گئے مالک بن اعین جہنی نے اس میں قصیدہ کہا - دو شعر اس کے یہ ہیں ؎

اذا طلب النّاس علم القرا	ن کانت قریش علیہ عیالا
وان فاہ من بنت النّبی	ملفت نداک فروعاً طوالا

حدیث جابر انصاری (بیان تفصیلاً آگے آتا ہے) بہار میں مشہور ہے - تمام فقہاء
مدینہ وعراق نے اس کو روایت کیا ہے - حلیۃ الاولیاء میں ہے کہ عبداللہ بن عطاء
مکّی کا قول تھا کہ ہم نے علماء کو کسی کے آگے ایسا صغیر وحقیر نہیں پایا جیسا کہ ابوجعفر
محمد باقر کے آگے - بتحقیق کہ حکم بن عینیہ کو باوصف اپنی جلالت قدر ومعمّر ہونے کے
آنحضرت کے سامنے اس طرح دیکھا ہے کہ گویا وہ ایک طفلِ مکتب ہے اپنے معلّم کے
آگے بیٹھا سبق لے رہا ہے - نقل ہے کہ آپ نے سلمہ بن کہیل وحکم بن عینیہ سے کہا کہ
شرق سے غرب تک اور غرب سے شرق تک پھر جاؤ - مگر علم صحیح ہمارے سوا کہیں نہ

پاؤگے یا وہاں جہاں کہ ہمارے پاس سے لے گئے ہیں۔ لاجرم حکم مذکور کہا کرتے تھے۔ کہ شرق میں جاؤ یا غرب میں۔ قسم خدا کی کہ علم اسی گھر والوں کے پاس سے ملیگا جہاں جبرئیل وحی لیکر آتے تھے۔ اور قیس بن ربیع نے کہا۔ میں نے ابواسحاق سے مسح علی الخفین کا مسئلہ پوچھا۔ آپ نے اس کو منع فرمایا۔ اور کہا امیرالمومنینؑ مسح علی الخفین کو منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ سبق الکتاب المسح علی الخفین۔ کہ سبقت کی کلام اللہ نے یعنی گزر گیا قرآن اوپر مسح کرنے موزوں کے۔ ابواسحاق کہتے ہیں کہ جس وقت سے آنحضرتؑ نے اس کی ممانعت کی۔ میں نے یہ مسح کرنا چھوڑ دیا۔ قیس بن ربیع نے کہا میں نے بھی جب سے ابواسحاق سے یہ سنا موزوں پر مسح کرنا چھوڑ دیا۔

ارشاد میں ہے کہ آنحضرت سے اخبار مبدا، و اخبار آل الانبیاء روایت ہوئے ہیں غزووں اور جنگوں کے حالات لوگوں نے ان سے لکھے اور سیر و سُنن ان سے لئے اور مناسک حج میں ان احادیث پر اعتماد کیا جو آپ نے رسول اللہ سے روایت کیں اور تفسیر قرآن کو آنحضرت سے سُنّی و شیعہ نے اخذ کیا۔ جو لوگ اہل مذاہب باطلہ سے ان کے پاس وارد ہوتے ان سے مناظرہ کرتے۔ علم کلام کا بہت بڑا حصّہ علماء نے آپ سے حاصل کیا۔

جابر بن یزید جعفی جب آنحضرت سے کوئی حدیث روایت کرتے تو کہتے حدّثنی وصی الاوصیاء و وارث علوم الانبیاء محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام روایت کیا مجھ سے اس کو وصیوں کے وصی علوم انبیا کے وارث محمد باقر بن علی بن الحسین بن علی نے

ماخذ علوم آنجناب

بصائرالدرجات میں ہے کہ آنحضرتؑ نے فرمایا ہمارا علم و حکمت علم و حکمت خدا سے ماخوذ ہے۔ اگر وہ سبحانہ تعالیٰ ہمارے لئے ذرائع علم کشادہ کرتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں۔ سمیٹ لیتا ہے تو نہیں جانتے۔ ایک موقعہ پر

فرمایا ہم کاہن۔ ساحر۔ مجنون نہیں۔ ہمارا علم علم نبوّت سے ماخوذ ہے اور واقعاتِ عالم کی ہم کو خبر دی جاتی ہے۔ عرض کیا گیا کون آپ کو خبر دیتا ہے۔ فرمایا کبھی آپ سے آپ ہمارے دل میں پڑ جاتا ہے۔ گاہے کانوں میں آواز آتی ہے۔ علاوہ برایں اجنّۂ مؤمنین ہمارے خادم ہیں اور تم سے زیادہ اطاعت گزار وہ تمہارے تمام حالات سے آگاہ کرتے رہتے ہیں۔

سوالِ وجواب ابرش کلبی بآں جناب علیہ السّلام

مناقب میں ہے کہ ابرش کلبی نے ہشام سے کہا یہ کون شخص ہے جسے اہلِ عراق نے گھیر رکھا ہے۔ اور مسائل دریافت کرتے ہیں۔ کہا یہ کوفیوں کا نبی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں فرزند رسول خدا ہوں صاحب علم تفسیر قرآن سے آگاہ ہوں۔ اے ابرش اس سے ایسا سوال کر کہ جس کا جواب نہ دے سکے۔ ابرش نے آگے جا کر کہا یا ابن علیؑ تم نے توریت انجیل زبور و قرآن کو پڑھا ہے۔ فرمایا ہاں پڑھا ہے۔ عرض کی مجھ کو کچھ سوال کرنے ہیں۔ فرمایا دریافت کر جو چاہے۔ رشد و ہدایت کی غرض سے کریگا تو نفع اُٹھائے گا تعنّت و عناد کی نیّت سے پوچھے گا۔ تو گمراہ ہوگا۔ کہا عیسیٰؑ اور محمدؐ کے درمیان فترت کا زمانہ کس قدر ہے۔ فرمایا ہمارے قول کے موافق ساتؔ سو برس تمہارے بموجب چھؔ سو سال۔ عرض کی مجھے قول حق سبحانہ تعالیٰ تبدّل الارض غیر الارض جس روز بدل دی جائے گی یہ زمین دوسری زمین سے یعنی روز قیامت کی بابت خبر دیجیے کہ لوگ اس وقت تک جبتک کہ حساب کتاب ہو کر ان کا فیصلہ ہو گیا کھائینگے اور کیا پیویں گے۔ فرمایا وہ قرص ہائے سفید و نہر ہائے جاری پر محشور ہونگے۔ حساب کتاب سے فراغت پانے تک اس سے کھاتے پیتے رہیں گے ایک روایت میں ہے کہ یہ سوال ہشام بن عبدالملک نے بذریعہ اپنے آزاد کردہ سالم

کی معرفت حضرت سے کیا تھا۔ جب سالم نے جواب مذکورہ بالا اس سے جاکر بیان کیا تو بہت خوش ہوا اور سمجھا کہ میں آنحضرت پر ظفر یاب ہوا اور اللہ اکبر کہا بہرکیف ابرش نے یا سالم سے کہا کہ جاکر کہو کہ اس وقت ان کو کھانے پینے کی فرصت ہی کہاں ہوگی۔ وہ تو اپنی حالت میں مشغول ہوں گے۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ دوزخ کے اندر تو اس سے بھی زیادہ بدحالی ہوگی۔ مگر یہ حالت انکو مانع نہوگی قول ان افیضوا علینا من الماء او مما رزقکم اللہ سے یعنی اہل جہنم بہشت والوں سے کہیں گے کہ ہم کو اس پانی اور رزق سے جو تم کو خدا نے عطا کیا ہے تھوڑا سا دو پس زقوم ان کو کھانے کو ملے گا اور حمیم (آب گرم) کو پیوینگے۔ پس ابرش وہاں سے اُٹھا اور کہتا تھا۔ کہ درحقیقت تم فرزند رسول اللہؐ ہو۔ اور ہشام سے کہا اے بنی امیہ ہم کو ان لوگوں کے مقابلے سے معاف رکھو۔ بتحقیق کہ یہ فرزند رسول اللہ ہے۔ اور تمام اہل زمین سے زیادہ زمین و آسمان کے حالات سے واقفیت رکھتا ہے۔

اقرار ابن منکدر بفضیلت آنجناب

عبد الرحمٰن بن الحجاج نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ محمد بن منکدر نے کہا کہ میرا خیال تھا کہ علی بن الحسین جیسے شخص کا جانشین انکے فضل و شرف میں ان کے بعد کوئی نہوگا۔ تا اینکہ محمد بن علی آپ کے پسر کو دیکھا۔ میں چاہتا تھا کہ آپ کو پند و نصیحت کروں۔ انہوں نے اُلٹا مجھ کو پند و نصیحت کی۔ اس کے اصحاب نے پوچھا کس امر میں تجھ کو پند و نصیحت کی۔ کہا میں ایک روز گرمی کے وقت بیرون مدینہ میں اس کے نواح میں جا رہا تھا کہ محمد بن علی کو دیکھا کہ دو غلام حبشی پر سہارا دئے جا رہے ہیں وہ حضرت فربہ تھے۔ میں دل میں سوچنے لگا کہ ایک بزرگ بزرگان قریش سے اس گرم وقت میں طلب دُنیا میں مشغول

ہے۔ جاؤں اور اس کو موعظت کروں۔اس خیال سے نزدیک جاکر سلام کیا
چیں بابرو جواب سلام دیا۔ حال آنکہ جسم مبارک عرق میں تر بتر ہو رہا تھا۔ میں نے
کہا اصلحک اللہ۔ ایک شیخ شیوخ قریش ایسے وقت میں باینحالت طلب دُنیا
میں مشغول ہے۔ اگر اس حالت میں موت آپ کو ادراک کرے تو کیسی نازیبا بات
ہے۔ آپ نے یہ سُنا تو ہاتھوں کو غلاموں کے شانوں سے اُٹھالیا۔ اور راست
ہو کر فرمایا۔ اگر اس وقت موت آجائے تو قسم خدا کی مجکو ایک طاعت میں طاعات
خدا سے پائے گی۔ میں جانتا ہوں کہ تجھ سے اور تجھ جیسے اور لوگوں سے اپنی آبرو
کی حفاظت کروں (غالبًا اس وقت آپ کسی باغ یا کسی مزرعہ کو جارہے تھے اور
مقصود اس سے غلّہ وغیرہ کی دیکھ بھال تھی) موت کے آنے سے مجھے اس وقت
اندیشہ ہوتا جبکہ نافرمانی خدا میں مصروف ہوتا۔ میں نے کہا یرحمک اللہ اردت ان
اعظک فوعظتنی۔ رحمت خدا ہو تمہارے اوپر میں آپ کو نصیحت کرنا چاہتا تھا
تم نے مجھ کو وعظ و پند کیا۔

گفتگوئے آنجناب علیہ السلام باپسر نافع بن الازرق

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے مناقب میں نقل کیا
ہے کہ عبداللہ بن نافع کہا کرتا تھا۔ کہ اگر روئے زمین
پر کوئی ایسا شخص معلوم کروں جو مجھے قائل کردے
کہ علی نے اہل نہروان کو حق پر قتل کیا اور اونٹ کی سواری مجھ کو اس کے پاس
پہنچادے تو البتہ وہاں کا سفر کروں۔ کسی نے کہا انکی اولاد سے علی بن محمد باقر مدینہ
میں صاحب علم و معرفت ہیں۔ ان سے مل۔ عبداللہ مذکور حاضر خدمت ہوا تو آپ نے
آدمی بھیجکر اہل مدینہ اولاد مہاجرین و انصار کو بلوایا۔ جب سب لوگ مسجد رسول اللہ صلعم
میں جمع ہو گئے تو اس مجمع میں تشریف لائے اور کچھ کلام کے بعد فرمایا خدا کا شکر ہے کہ
اس نے نبوّت سے ہمارا اکرام کیا اور ولایت سے ہم کو اختصاص کیا۔ اے پسران مہاجر و

انصار۔ تم سے جس کسی کو کوئی حدیث منقبت امیر المؤمنین میں معلوم ہو اُٹھے اور اسے بیان کرے۔ لوگ اُٹھتے اور ذکر فضائل آنحضرت سے رطب اللساں ہوتے تھے۔ حدیث خیبر پر پہنچے۔ یعنی یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا لاعطین الرّایۃ غداً رجلا یحبّ اللہ ورسولہ ویحبّہ اللہ ورسولہ۔ کہ کل میں علم لشکر اس شخص کو دونگا جو خدا ورسول کو دوست رکھے اور خدا ورسول اس کو دوست رکھیں تو آپ نے فرمایا اے عبداللہ تیرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ کہا ھو حقٌّ لا شکّ فیہ۔ اس کی صحت میں ذرا کلام نہیں۔ مگر علیؑ نے بعد میں احداث کفر کیا۔ ابو جعفرؑ نے کہا اللہ تعالیٰ نے جس وقت علی کو دوست رکھا تو وہ سُبحانہ آگاہ تھا کہ وہ اہل نہروان کو قتل کرینگے۔ یا اس کو معلوم نہ تھا۔ اگر کہئے کہ نہیں جانتا تھا۔ تو جہالت اسکی طرف منسوب کرنے سے خود کافر ہو گیا۔ کہا نہیں وہ ضرور جانتا تھا۔ فرمایا تو خدا علی کو اپنی طاعت پر دوست رکھتا تھا یا معصیت پر۔ کہا اپنی طاعت پر۔ حضرت نے فرمایا قم مخصوماً۔ تو اُٹھ کھڑا ہو درانحالیکہ مغلوب ومقہور ہے۔ ابن نافع اُٹھا اور اس کلمہ کا تکرار کرتا تھا۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ اللہ اچھی طرح جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت قرار دے۔

کلام آنجناب بانافع غلام عمرؓ بن خطاب

احتجاج میں ابوالربیع سے نقل ہوا ہے کہ وہ ابو جعفر محمد باقرؑ کے ساتھ حج کو گیا تھا۔ وہاں کی کیفیت بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہشام بن عبدالملک بھی اس سال شام سے آیا اور نافع مولی عمرؓ خطاب اسکے ساتھ تھا۔ ایک روز اس نے حضرت کو رکن یمانی کے نزدیک دیکھا کہ لوگ آپ کے گرد جمع ہیں۔ کہنے لگا کہ میں جاتا ہوں۔ ایسا مسئلہ پوچھوں گا جس کا جواب نبی یا وصی کے سوا کوئی نہ دیسکے ہشام نے کہا جاؤ شاید ان کو خجل کر سکو۔ نافع آیا اور لوگوں کے اوپر سے سر

نکال کر چھانکنے لگا۔ پھر کہا اے محمد بن علی میں نے توریت۔ انجیل۔ زبور۔ قرآن کا مطالعہ کیا ہے اور انکے حلال وحرام کو معلوم کیا۔ تم سے وہ مسائل پوچھنا چاہتا ہوں جس کو نبی یا وصی نبی ہی جانتے ہیں اور کوئی تیسرا انہیں جان سکتا۔ حضرت ابو جعفرؑ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا جو چاہے سوال کر۔ کہا عیسیٰؑ و محمدؐ کے درمیان کتنا فاصلہ تھا۔ فرمایا پانچ سو سال۔ کہا تو مجھے اس آیہ کے معنی بتایئے واسئل من ارسلنا قبلک من رسلنا اجعلنا من دون الرحمٰن الھۃً یعبدون۔ سوال کر تو ان رسولوں سے جن کو ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا ہے کیا ہم نے سوائے خدا کے کوئی اور معبود ان کو بتائے ہیں جن کی عبادت کریں۔ تو میرا سوال یہ ہے کہ جبکہ آپکے اور عیسیٰؑ کے درمیان پانچ سو برس کا فاصلہ تھا تو کس سے محمدؐ نے سوال کیا اور کیونکر سوال کیا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت ابو جعفرؑ نے اس کے جواب میں یہ آیہ شریفہ تلاوت کی سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصےٰ الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا۔ (ترجمہ) پاک ہے وہ خدا جس نے اپنے بندہ کو ایک رات مسجد الحرام سے مسجد اقصےٰ تک سیر کرائی کہ برکت دی ہم نے اس کے گرد تاکہ دکھلائیں ہم اس کو کسی قدر اپنے نشانات سے۔ آپ نے فرمایا کہ ان آیات سے جو حق تعالیٰ نے محمد مصطفےٰ کو شب اسریٰ میں دکھائیں۔ ایک یہ تھی کہ انبیاء و مرسلین اوّلین و آخرین کو بیت المقدس میں جمع کیا۔ پس جبرائیل نے اذان و اقامت کہی۔ اور حیّ علی خیر العمل کو اس میں داخل کیا اور محمد مصطفےٰ صلےٰ اللہ علیہ و آلہ نے آگے بڑھ کر صفوف انبیاء و مرسلین کو نماز پڑھائی۔ فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد کیا واسئل من ارسلنا قبلک (الی آخر الآیہ) حضرت نے حسب الامر الٰہی ان سے سوال کیا کہ کس امر کی تم شہادت دیتے ہو

اور کس معبود کی پرستش کرتے ہو۔ انہوں نے کہا شہادت دیتے ہیں کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدا کے اور یہ کہ تم رسول ہو اس کے۔ یہی عہدِ میثاق ہم سے لیا گیا ہے۔ نافع نے کہا۔ راست کہا تم نے اے ابو جعفر۔ پھر کچھ اور سوال کئے اور جواب شافی پائے۔ آخر میں کہا ایک اور مسئلہ باقی رہ گیا ہے۔ فرمایا وہ کیا ہے۔ کہا میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کب سے ہے۔ حضرت نے فرمایا وائے ہو تجھ پر۔ تو مجھے بتلا کہ وہ جلّ شانہ کب نتھا۔ پاک ہے وہ معبود کہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ یکتا و صمد ہے۔ نہ اس کے زوجہ ہے نہ پسر۔ نافع ہشام کے پاس واپس گیا تو اس نے پوچھا کیا کر آیا۔ نافع نے کہا اس ذکر کو چھوڑو۔ قسم خدا کی وہ علم میں تمام عالم سے زیادہ ہیں اور درحقیقت فرزند رسول اللہ ہونیکا فخر رکھتے ہیں۔

احتجاج آنجناب در پیشگاہ امام زین العابدینؑ

طبری علیہ الرحمہ نے امام حسن عسکری سے نقل کیا ہے کہ ایک روز حضرت زین العابدینؑ نے اپنی مجلس شریف میں مذکور کیا۔ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ تبوک کو جانے لگے تو علی بن ابیطالب کو حکم کیا کہ مدینہ میں توقف کریں۔ آپ نے عرض کی یارسول اللہ میں حضرت سے کسی موقعہ پر جدا نہیں ہوا۔ اس وقت حضور کے روئے انور پر نظر کرنے اور آپ کی ہدایت سے مہتدی ہونے سے کیونکر محروم رہوں۔ حضرت نے فرمایا۔ یا علی تم راضی نہیں کہ مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہو موسیٰؑ سے الا انہ لا نبیّ بعدی۔ یعنی فرق یہ ہے کہ ہارون موسیٰؑ کے بعد نبی ہوئے میرے بعد کوئی نبی نہو گا۔ تم یہاں قیام کرو تم کو وہی اجر و ثواب ملیگا جو رسول اللہؐ کے ساتھ جانے میں حاصل ہوتا۔ اور جو لوگ بطوع و رغبت اور دین و یقین سے جائینگے ان کو ثواب ملیگا۔ اور اے علی بوجہ اس خلوص و محبت کے کہ خدا و رسول سے رکھتے ہو۔ حق تعالیٰ جبرئیل کو حکم دے گا کہ جس زمین پر ہم سفر کریں گے اور جہاں تمہارا

قیام رہے گا ان کو بلند کرے اور تمہاری بصارت کو قوت و توانائی بخشے گا کہ تم ہر حالت میں مجھ کو اور میرے اصحاب کو دیکھو اور جو انس تم کو میری اور میرے اصحاب کی رویت سے ہے تم سے فوت نہونے پائے گا۔ اور تم کو ہمارے ساتھ خط کتابت و رُسل و رسائل کی ضرورت باقی نرہیگی۔ یہ سُن کر ایک شخص اہل مجلس زین العابدین سے اُٹھا اور کہا یا ابن رسول اللہ۔ یہ امر علی کے لئے کیونکر روا ہو سکتا ہے۔ ایسی باتیں خدا کے لئے مخصوص ہیں دوسرا اس کا شریک نہیں۔ امام زین العابدینؑ نے فرمایا۔ اے بندۂ خدا یہ علی کا نہیں رسول اللہ کا معجزہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قطعات ارض کو بلند کیا اور علی کی بینائی کو توانائی بخشی جو دیکھنا تھا دیکھا۔ اور ادراک کیا۔ یہ سب کچھ رسولِ خدا کی دعا کی وجہ سے اس کی برکت تھی۔ امام محمد باقرؑ کہ اس مجمع میں حاضر تھے بولے۔ اے بندۂ خدا یہ امّت علی کے حق میں کس قدر ظلم روا رکھتی اور مطلق انصاف نہیں کرتی کہ ان امور کو آنحضرتؑ سے منع کرتی ہے جو دیگر صحابہ کے لئے جائز جانتی ہے۔ حال آنکہ وہ حضرت فضل و شرف میں دیگر صحابہ کی نسبت بڑھے ہوئے ہیں۔ اس پر ایک شخص بولا یا ابن رسول اللہ یہ کیونکر ہے فرمایا یہ اس طرح ہے کہ تم ابوبکر کے دوستوں کو دوست رکھتے ہو۔ اور اس کے دشمنوں سے کوئی کیوں نہو دشمنی ہے۔ علیٰ ہذا عمر کے دوستوں کے دوست ہو اور دشمنوں کے دشمن کائناً من کان۔ اور عثمان کے ساتھ بھی تمہارا یہی برتاؤ ہے مگر علی کے ساتھ تمہارا ایسا سلوک نہیں۔ بلکہ کہتے ہو کہ ان کے دوستوں کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں مگر دشمنوں کے دشمن نہیں ان کے بھی دوست ہیں۔ حال آنکہ یہ ان کے لئے جائز نہیں۔ کیونکہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے۔ اللّٰھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ۔ خداوندا دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے۔ اور دشمنی کر اس سے جو علی کے ساتھ دشمنی کرے

اور نصرت و یاری کر اس کی جو علی کی نصرت و یاری کرے۔ اور مخذول کر اور ترکِ نصرت کر اس کی جو اس کی ترک نصرت کرے۔ کیا اس کے بعد تمہارا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں سے عداوت نہ رکھے گا اور ان کو مخذول نہ کرے گا۔ پس کہاں انصاف کیا انہوں نے علی کے ساتھ۔ دیگر یہ کہ جب ان لوگوں کے سامنے علی علیہ السلام کی کسی ایسی فضیلت کا ذکر ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بدعاء رسول و کرامت آنحضرت صلعم آپ کے ساتھ مخصوص کیا تو وہ اس کا انکار کرتے ہیں حال آنکہ دیگر صحابہ کے حق میں ویسی ہی فضیلت کو شوق سے قبول کرتے ہیں چنانچہ عمرؓ خطاب کے مقدمے میں کہتے ہیں کہ منبر مدینہ پر خطبہ کہہ رہے تھے کہ یکایک خطبہ کے درمیان پکار اُٹھے یا سارية الجبل۔ حاضرین کو تعجب ہوا کہ اثناء خطبہ میں یہ بےمعنی کلام کیسا۔ خطبہ و نماز سے فارغ ہوئے تو دریافت کیا کہ خطبہ کے بیچ میں یا سارية الجبل کے جملے سے آپ کا کیا مدعا تھا۔ کہا میں خطبہ پڑھ رہا تھا کہ مجھے ان مسلمان بھائیوں کا خیال آیا جو نہاوند میں کفار کے ساتھ جنگ و جہاد میں مصروف ہیں اور سعد بن ابی وقاص ان پر امیر ہے۔ پس اللہ نے حجابوں کو میرے آگے سے اُٹھا دیا۔ اور میری نظر کو قوت بخشی کہ میں نے ان کو دیکھا کہ ایک پہاڑ کے دامن میں صفوف حرب آراستہ کی ہیں اور کفار سے کچھ لوگ ساریہ اور اس کے ساتھیوں کی پُشت کی طرف متوجہ ہوئے ہیں کہ ان کو آگے پیچھے سے گھیر کر ہلاک کریں۔ پس میں نے کہا اے ساریہ پہاڑ سے ہل جاؤ تاکہ وہ تمہارا احاطہ نہ کرسکیں۔ پس انہوں نے جبل سے ملحق ہو کر جنگ کیا اور کفار پر فتح پائی۔ تم اس وقت کو اپنے پاس لکھ رکھو عنقریب قاصد خبر فتح لیکر آئے گا اس وقت صداقت اس کلام کی معلوم ہو جائے گی۔ پس حضرت محمد باقرؑ نے فرمایا کہ مدینہ اور نہاوند کے درمیان پچاس منزل سے زیادہ کا فاصلہ تھا۔ جب عمر کے لئے جائز

ہے کہ مدینہ میں نہاوند کا معرکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ علی کے لئے یہ امر کیوں جائز نہیں مگر یہ لوگ ذرا انصاف نہیں کرتے اور ناحق مکابرہ کرنے لگتے ہیں۔

جوابات مسائل

احتجاج میں ابوبصیر سے روایت ہے کہ مولانا ابو جعفر محمد باقرؑ حرم کعبہ میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کے دوستوں اور شیعوں کی ایک جماعت حاضر خدمت تھی۔ اس وقت طاؤس صوفی یمانی مع ایک گروہ اپنے اصحاب کے وہاں آیا۔ اور حضرت سے کہنے لگا کہ آپ مجھ کو سوال کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ ہماری جانب سے اجازت ہے جو چاہے سوال کر۔ عرض کی مجکو خبر دیجئے کہ مجموعۂ انسانی کا ثلث یعنی تہائی حصہ کب ہلاک ہوا۔ فرمایا اے شیخ تجھ کو وہم ہوا۔ پوچھنا چاہتا تھا کہ ربع النّاس یعنی چوتھائی آدمی کب ہلاک ہوئے سو وہ دن تھا جبکہ قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔ کیونکہ اس دن آدم۔ حوا۔ قابیل۔ ہابیل فقط چار آدمی تھے۔ ہابیل کے قتل ہونے سے ربع یعنی چوتھائی انکا ہلاک ہوگیا۔ طاؤس نے کہا درست ارشاد کیا آپ نے۔ واقعی مجھ سے سوال میں غلطی ہوئی۔ بروایت دیگر آپ نے فرمایا جانتا ہے کہ قابیل کے ساتھ اس جرم میں خدا کی طرف سے کیا سلوک ہوا کہا نہیں۔ فرمایا آفتاب میں لٹکا ہوا ہے۔ کھولتا پانی اُس پر گرایا جاتا ہے تا روز قیامت۔ عرض کی اب یہ فرمائیے کہ نسل آدم کس سے جاری ہوئی۔ قاتل سے یا مقتول سے۔ فرمایا ان دونوں سے نہیں بلکہ ابوالبشر شیث بن آدم سے۔ پھر پوچھا کہ آدم کا نام آدم کیوں ہوا۔ فرمایا اس لئے کہ ان کی مٹی ادیم[1] (زیریں) زمین سے اُٹھائی گئی۔ کہا حوّا کو حوّا کس لئے کہا گیا

[1] الادمۃ باطن الارض ۱۲ ق

فرمایا چونکہ ان کی خلقت پہلوئی حیّ یعنی ضلع آدم سے ہوئی تھی۔ کہا ابلیس کی وجہ تسمیہ ارشاد ہو۔ کہا بلس کے معنی یاس کے ہیں۔ چونکہ وہ رحمتِ خدا سے مایوس ہوا یہ نام پایا۔ کہا جن کو جن کیوں کہتے ہیں۔ فرمایا جنن کے معنی استتار و پردے کے ہیں چونکہ وہ آنکھوں سے مستتر و پوشیدہ رہتے ہیں نظر نہیں آتے لہذا اس نام سے موسوم ہوئے۔ کہا پہلا جھوٹ بولنے والا مخلوقات میں کون ہوا۔ فرمایا شیطان لعین کہ اس نے کہا انا خیر منہ میں آدم سے بہتر ہوں خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔ مجھ کو آگ سے تو نے پیدا کیا ان کو مٹّی سے عرض کی وہ کون لوگ تھے جنہوں نے شہادت برحق دی مگر جھوٹے تھے فرمایا منافقین جنہوں نے کہا نشھد انّک لرسول اللہ گواہی دیتے ہیں ہم کہ تم رسولِ خدا ہو۔ اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے واللہ یعلم انّک لرسولہ اور اللہ جانتا ہے کہ تو درحقیقت اس کا رسول ہے۔ واللہ یشھد انّ المنافقین لکاذبون۔ اور شہادت دیتا ہے کہ وہ منافق لوگ کاذبین و دروغگو ہیں۔ کہا وہ کونسا پرندہ ہے جو کل ایک مرتبہ اُڑا اس کے پہلے پیچھے کبھی نہیں اُڑا۔ فرمایا وہ طور سینا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو بنی اسرائیل پر پرّاں کیا جبکہ اس نے اپنے ایک بازو سے ان پر سایہ ڈالا جس میں طرح طرح کے عذاب بھرے ہوئے تھے تا اینکہ انہوں نے توارت کو قبول کیا۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے واذ نتقنا الجبل فوقھم کانّہ ظلّۃ وظنوا انّہ واقع الخ جبکہ بلند کیا ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر گویا وہ ان پر سایہ افگن ہے اور گمان کیا انہوں نے کہ وہ ان کے اوپر گرنے والا ہے۔ کہا وہ کونسا رسول ہے خدا کا جس کو اس سبحانہ نے مبعوث کیا اور وہ نہ جن سے ہے نہ انسان نہ فرشتہ۔ فرمایا وہ نمل (چیونٹی) ہے۔ جبکہ اس نے اور چیونٹیوں کو پیغام ربّانی پہنچایا کہ اے چیونٹیو اپنے مسکنوں میں داخل ہو جاؤ۔ ایسا نہو کہ تم کو سلیمان اور

ان کا شکر نادانستگی سے پاؤں میں کچل ڈالے۔ کہا وہ کون شخص تھا جس پر جھوٹی تہمت لگائی گئی وہ جن وانس ملائکہ سے نتھا اور قرآن میں اس کا ذکر آیا ہے۔ فرمایا وہ بھیڑیا تھا۔ جس پر برادران یوسفؑ نے آنحضرتؑ کے کھا لینے کی تہمت لگائی تھی عرض کی وہ کیا شے ہے کہ کمتر اس کا حلال اور زیادہ حرام ہے۔ فرمایا وہ نہر طالوت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں اس کی بابت فرماتا ہے الامن اغترف غرفۃ بیدہٖ۔ مگر وہ جو کوئی چلو بھر پانی اس سے لے۔ عرض کی وہ کون سی صلوٰۃ (نماز) ہے جو بلا وضو پڑھی جا سکتی ہے اور کونسا روزہ ہے جو آدمی کو کھانے پینے سے نہیں روکتا۔ فرمایا صلوٰۃ بیوضو صلوٰۃ (درود) ہے اوپر محمد وآل محمد۔ اور صوم غیر مانع خور و نوش صوم عن الکلام ہے۔ بموجب قول حق تعالیٰ انی نذرت للرحمٰن صوما فلن اکلم الیوم انسیاً۔ یعنی جناب مریم نے فرمایا کہ میں نے خدا کے لئے روزہ نذر کیا ہے کہ آج کے دن کسی آدمی سے کلام نکرونگی۔ عرض کی ایسی کون شے ہے کہ کم و زیادہ ہوتی ہے اور وہ کیا ہے جو زیادہ ہوتی ہے کم نہیں۔ اور وہ کیا ہے کہ کم ہوتی ہے زیادہ نہیں ہوتی۔ فرمایا کم و زیادہ ہونے والی شئے قرص قمر ہے کہ کبھی زیادہ کبھی کم ہوتا رہتا ہے اور زیادہ ہونے والا بلا کم و کاست کے بحر محیط یعنی سمندر ہے۔ اور جو کم ہوتی ہے زیادہ نہیں ہوتی وہ عمر ہے۔

ہزار مسائل کا ایک ساعت میں جواب دینا

مناقب میں حبابہ والبیہ سے نقل ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے حرم مکہ میں عصر کے بعد ایک مرد کو مقام ملتزم یا حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان ایک بلند جگہ پر دیکھا۔ کمر بستہ سر پر عمامہ سبز رکھے ہوئے۔ کف دست کھولے نظر آسمان کی طرف اٹھائے درگاہ الٰہی میں دعا کر رہے ہیں۔ پس خلقت نے چاروں طرف سے ان کو گھیر لیا۔ اور مشکل سے مشکل مسئلے آپ سے

دریافت کرتے تھے۔ تااینکہ آپ نے ایک ہزار مسئلوں کے جواب شافی عطا کئے
پھر وہاں سے اٹھ کر اپنے قیام گاہ کو روانہ ہوئے۔ اس وقت ایک منادی
نے پکار کر کہا الا ان ھذا النور الابلج المسرج النسیم الارج والحق المرج
آگاہ رہو کہ یہ نور درخشندہ و تاباں ہے کہ ہدایت خلق کے لئے بھیجا گیا۔ اور نسیم
وزندہ و خوشگوار و امام برحق ہے جس کی قدر ضائع ہو رہی ہے بعض اشخاص
پوچھتے تھے۔ یہ کون بزرگوار ہے جواب ملتا تھا ھذا محمد بن علی بن الحسین بن
علی بن ابیطالب باقر علم الاولین والآخرین۔ بروایت ابوبصیر پوچھنے
والوں کو یہ جواب ملتا تھا۔ الا ان ھذا باقر علم الرسل ومبین السبل ھذا
خیر من رسخ فی اصلاب اصحاب السفینۃ ھذا ابن فاطمۃ الغراء
العذراء الزہراء ھذا بقیۃ اللہ فی ارضہ ھذا ناموس الدھر ھذا
ابن محمدؐ وخدیجہ وعلیؑ وفاطمہؑ وھذا منار الدین القائمہ۔ آگاہ رہو
کہ یہ شگافندۂ علوم انبیاء و رسل و نمائندۂ راہ راست و بہترین پائندگان در
پشتہائے اصحاب کشتی نوح اور یہ بیٹا ہے فاطمہ زہرا عذرا غرا کا۔ اور بقیہ خدا
ہے اس کی زمین میں ناموس زماں پر محمد مصطفےٰؐ و خدیجہ کبریٰ و فرزند علی مرتضیٰ و
فاطمہ زہرا۔ و منار قائم دین خدا ہے۔

خانہ کعبہ کے حق میں ہزار درم کی وصیّت

مناقب میں ہے کہ کسی شخص نے خانہ کعبہ کے لئے اپنے ترکے سے ہزار درم کی وصیّت کی وصی نے مکّہ میں آکر دریافت کیا۔ لوگوں نے
بنی شیبہ کلیدداران خانہ کعبہ کی طرف دلالت کی۔ اس نے ان کے پاس جاکر
حال بیان کیا۔ انہوں نے کہا روپیہ ہمارے حوالے کرو تو بری الذمہ ہو جائے گا
مگر اوروں نے کہا ابوجعفر محمد باقر یہاں تشریف رکھتے ہیں ان سے یہ مسئلہ پوچھنا

چاہیئے۔ وہ خدمتِ اقدس میں آکر مستفسر ہوا۔ آپ نے فرمایا خانہ کعبہ تیرے روپیہ سے مستغنی ہے تو زائرین خانہ کعبہ سے ان لوگوں کو تلاش کر جو راہ میں لوٹے گئے یا کسی اور صورت سے ان کا زادراہ تلف ہو گیا۔ یا سواری کا جانور مر گیا۔ یا راہ بھٹک کر کسی اور آفت کا سامنا ہوا اور مراجعت وطن پر قادر نہ رہے اس روپیہ سے ان کی امداد کر۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور اپنے گھر کو چلا گیا۔

مختلف مسائل کے جوابات

مناقب میں ہے کسی نے عبداللہ بن عمر سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جس کو وہ نجانتے تھے۔ کہا اس لڑکے کے پاس جا کر دریافت کرو اور جو کچھ وہ جواب دے اس سے مجھے بھی مطلع کیجیو اور ابو جعفر محمد باقر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ شخص حاضر خدمت بابرکت ہو کر مستفسر مسئلہ ہوا اور جواب شافی پا کر ابن عمر کے پاس گیا۔ اور اسے خبر دی۔ عبداللہ نے جواب حضرت کا سُنکر کہا۔ ہم اھلبیت مفھمون۔ وہ اس گھروالے ہیں جن کو حق تعالیٰ کی طرف سے افہام و تفہیم ہوتا ہے۔

دیگر۔ علل الشرائع میں ہے کہ آنحضرت صلوات اللہ علیہ وآلہ سے نیک خلقی اور بد اخلاقی کی بابت سوال کیا گیا کہ آدمیوں میں یہ اختلاف کیونکر پیدا ہوا جبکہ ایک ماں باپ سے پیدا ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے آدمؑ کے پاس ایک حور جنّت بھیجی تھی جس کو آپ نے اپنے ایک بیٹے سے تزویج کیا اور پسر دیگر کا ایک زنِ جنیّہ کے ساتھ عقد باندھا۔ ان دونو سے جو اولاد ہوئی انکے باہم نکاح ہوئے۔ پس جس قدر حسن و جمال و اخلاق حسن اولاد آدم میں پائے جاتے ہیں وہ حور کا اثر ہے اور جتنی بدخوئی ہے وہ زن جنیّہ کا۔ راوی کہتا ہے کہ آنحضرتؑ کو اس سے انکار تھا کہ نسل آدم انکے بیٹے بیٹیوں میں نکاح ہونیسے جاری ہوئی

دیگر۔ کسی نے سوال کیا کہ ایک جزیرہ میں بہت سے بیضے پائے گئے انڈا دینے والے جانوروں کو نہیں دیکھا۔ آپ کا کیا حکم ہے ان کو کھائیں یا نہ کھائیں۔ فرمایا جس کی دو طرفیں مختلف ہوں وہ انڈے کھاؤ جن کی یکساں ہوں ان کو ترک کرو۔

دیگر۔ محمد بن مسلم نے مُتاعی عورت کے میراث نہ پانے کا سبب پوچھا۔ فرمایا وہ اُجرت لینے والی ہے۔ نکاح میں گواہوں کی ضرورت کی وجہ دریافت کی فرمایا حفظ نسل وقسمت میراث کے لئے ان کی ضرورت ہے۔

دیگر۔ علی بن محمد بن القاسم علوی نے استفسار کیا کہ آدم نے حج کیا تو سر کس سے منڈوایا تھا۔ فرمایا آنحضرت کے لئے جنّت سے ایک پارہ یاقوت آیا تھا۔ اس کو سر پر پھیرا بال گر گئے۔

دیگر۔ غسل میّت وغسل غاسل کی بابت پوچھا گیا۔ فرمایا میّت جنب ہوتی ہے اور ملائکہ طاہر ومطہر اس سے ملاقات کرتے ہیں۔ اس لئے اس کا پاک کرنا لازم ہوا اور غسل دینے والے کی بھی مومنین با صدق ویقین سے ملاقات ہوتی ہے اور نماز جنازہ اس لئے ہے کہ مومنین اس کے حق میں حق تعالیٰ سے شفاعت خواہ ہوں اور اسکی مغفرت کی دُعا کریں۔

دیگر۔ ابو بکر حضرمی نے تکبیرات نماز جنازہ کے بارے میں دریافت کیا۔ فرمایا نمازہا پنجگانہ سے ان کی تعداد لی گئی ہے۔ ہر نماز کے مقابلے میں ایک تکبیر۔ اس لئے پانچ تکبیریں ہوئیں

سبب بنار کعبہ

اہل شام سے ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر بنار کعبہ کی ابتدا کی بابت سوال کیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ بتحقیق کہ میں زمین پر اپنا ایک خلیفہ مقرّر کرتا ہوں۔ انہوں نے ارشاد خداوندی کی تردید کی کہ تو ان کو مقرّر کرتا ہے جو زمین پر فساد اور خونریزی کریں۔ ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں ہم کو خلیفہ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے انکا قول قبول نہ کیا۔ تب

انہوں نے جانا کہ خطائے عظیم ہم سے سرزد ہوئی۔ پس وہ عرش الہٰی سے پناہ گیر ہوئے اور اس کے گرد سات بار طواف کیا تاکہ حق جلّ وعلیٰ ان سے راضی وخوشنود ہو جائے۔ حق تعالیٰ نے ان کو ارشاد کیا کہ زمین پر جاؤ اور وہاں ایک مکان تعمیر کرو جہاں گنہگار بندے پناہ گیر ہوویں اور اسی طرح جیسا تم نے میرے عرش کے گرد طواف کیا وہ ہی شرائط طواف اس بیت معظم کے گرد بجالائیں تاکہ میں ان سے بھی اسی طرح راضی ہوں جیسا کہ تم سے رضامند ہوا۔ پس انہوں نے اس خانہ اعظم کو بنا کیا۔ اس مرد نے کہا راست فرمایا تم نے اے ابو جعفر۔

ابتداء حجر اسود

پھر اس نے کہا سنگ اسود کا شروع کیا ہے۔ فرمایا جب اللہ تعالےٰ نے بنی آدم سے عہد میثاق لیا تو ایک نہر جاری کی جو شہد سے شیریں اور مکھن سے نرم تھی۔ پھر قلم کو امر کیا وہ اس سے دراز ہوا پس ان کا اقرار لکھ لیا۔ اور جو کچھ روز قیامت تک ہونے والا تھا تحریر کیا۔ پس وہ کتبہ اس پتھر کے منہ میں دیدیا۔ یہ استلام حجر جو تم دیکھتے ہو۔ یہ انکی بیعت ہے اپنے پہلے اقرار پر۔ میرے پدر بزرگوار جس وقت استلام رکن فرماتے تھے تو کہتے تھے پروردگارا یہ میری امانت ہے جس کو ادا کیا اور عہد و میثاق ہے جسکی یاددہانی کی تاکہ تو اس کے پورا کرنے کی شہادت دے۔ اس مرد نے کہا صدقت یا ابا جعفر۔ پھر وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ جناب باقرؑ نے اپنے فرزند ارجمند حضرت صادقؑ سے فرمایا ذرا اس مرد کو میرے پاس تو لاؤ۔ حضرت کوہ صفا تک اس کے پیچھے گئے۔ مگر اس کا نشان نہ ملا۔ جناب باقرؑ نے فرمایا۔ میرا خیال ہے کہ وہ خضر پیغمبر تھے۔

سوال قریش از اکبر کبائر

کافی میں احمد بن اسمٰعیل کاتب نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا حضرت ابو جعفر

مسجد الحرام میں تشریف لائے۔ تو چند اشخاص نے قریش سے آپ کو دیکھ کر کہا یہ کون ہے۔ کسی نے کہا یہ امام اہل عراق محمدؐ بن علیؑ ہیں۔ ایک نے کہا کسی کو آپ کے پاس بھیجکر کوئی مسئلہ دریافت کرنا چاہئے۔ پس ایک جوان ان میں سے خدمت میں آکر کہنے لگا۔ گناہانِ کبیرہ میں سے سب سے بڑا کونسا گناہ ہے۔ آپ نے فرمایا شراب پینا۔ اس نے واپس ہوکر یہ جواب اوروں کے آگے بیان کیا۔ انہوں نے کہا پھر وہاں جا۔ دوبارہ آیا۔ آپ نے فرمایا اے برادرزادے میں نے تجھ کو نہیں کہہ دیا کہ اکبر کبائر شرب خمر ہے۔ بتحقیق کہ شراب خواری اپنے صاحب کو زنا میں ڈالتی ہے۔ چوری کراتی ہے اور قتل نفس پر برانگیختہ کرتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا۔ حتیٰ کہ شرک خدا سے شرابخوار نہیں چوکتا۔ اور شراب کے آثار تمام بدکاریوں سے بڑھ کر ہیں جیسا کہ اس کا پیڑ (انگور کا درخت) تمام اشجار سے اونچا ہو جاتا ہے۔

دیگر۔ آنحضرتؑ نے فرمایا جبکہ نوح درخت لگانے پر مامور ہوئے تو ابلیس ان کے ایک جانب کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ ھٰذہ الشجرۃ لی۔ یہ درخت یعنی انگور کا پیڑ میرے لئے ہے۔ نوح علیہ السلام نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے۔ شیطان نے کہا تو میرے لئے اس میں کس قدر ہے۔ آپ نے فرمایا لک الثلثان تیرے لئے دو ثلث ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اسی جگہ سے ہے کہ شیرۂ انگور دو ثلث جل جاتا ہے تو ثلث باقی حلال رہ جاتا ہے۔

سوال از وجہ وجوب غسل میّت

نیز۔ کافی میں ہے کہ حضرت ابو عبداللہ جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ عبداللہ بن قیس الماصر حضرت ابو جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی مجھ کو خبر دیجئے کہ میّت کو غسل جنابت کیوں دیتے ہیں۔ فرمایا تجھے نہ بتاؤں گا۔ عبداللہ وہاں سے نکلا اور

شیعوں سے ملکر کہنے لگا۔ اے معشر شیعہ تعجب ہے کہ تم اس شخص کو دوست رکھتے ہو اور اس کی اطاعت کرتے ہو حتیٰ کہ اگر وہ کہے تو پرستش کرنے لگو۔ میں نے ایک مسئلہ پوچھا تھا۔ جواب نہ دے سکے۔ سال آئندہ پھر حاضر ہوا اور اپنا وہی سوال پیش کیا۔ پھر وہی جواب پایا تو یہ تدبیر کی کہ اپنے اصحاب سے ایک شخص کو شیعوں میں بھیجا کہ آپ کے پاس جاکر اپنے تئیں شیعہ ظاہر کر اور میرے اوپر لعن و تبرّا کر۔ پس حج کے دنوں میں میرے پاس آنا کہ تجھے زادراہ دوں اور تو انکے ہمراہ حج کو روانہ ہو حتیٰ کہ ان کی رفاقت میں امام باقرؑ کی مجلس میں پہنچے۔ اس وقت ان سے دریافت کرنا کہ میّت کو غسل جنابت کیوں دیتے ہیں۔ پس وہ شخص مجمع شیعان میں داخل ہوا اور ان کے حالات و مقالات دیکھ سُن کر تہ دل سے شیعہ ہو گیا۔ مگر عبداللہ سے اس کو ظاہر نکیا۔ موسم حج آیا تو اس کے پاس جاکر حجّہ لیا اور شیعوں کے ساتھ مناسک حج بجالایا۔ فارغ ہو کر مدینہ آیا۔ یہ لوگ اس کو قیام گاہ پر سامان کی نگہبانی پر چھوڑ گئے کہ ہم حضور میں تیرا ذکر کر کے اجازت لینگے۔ پھر تجھ کو ہمراہ لے جائینگے۔ حاضر خدمت ہوئے تو بعد جواب سلام پہلا کلام آپ کا یہ تھا کہ اس مرد مومن کو کیوں ہمراہ نہ لائے۔ یہ کیا مروّت کی بات ہے۔ پھر کسی کو بھیجکر اس کو بلوایا۔ حاضر ہوا تو ارشاد کیا۔ مرحبا ہو تیرے اوپر اب اپنے تئیں کیسا پاتا ہے یعنی پہلے کی نسبت کیا فرق ہے۔ عرض کی یا ابن رسول اللہ پہلے قطعاً گمراہ تھا۔ اب راہ راست پر ہوں۔ فرمایا راست ہے لیکن بہ نسبت سابق اب عبادت گراں و ثقیل معلوم ہوتی ہوگی۔ پہلے کی طرح ہلکی پھلکی نہ لگتی ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حق ہمیشہ ثقیل ہوتا ہے۔ شیطان ہمارے شیعوں کے درپے رہتا ہے۔ کیونکہ اوروں نے اس کو اپنے نفسوں سے روکدیا ہے۔ اب میں تجھ کو اس سوال کی بابت خبر دیتا ہوں جس کے دریافت

کے لئے قیس ناصر نے تجھے کہہ رکھا ہے اور تجھکو اختیار دیتا ہوں کہ چاہے تو اس سے کہہ دینا۔ بتحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے خلائق کو پیدا کیا۔ جب وہ جل شانہ کسی مخلوق کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کارکنوں کو حکم دیتا ہے کہ تھوڑی مٹی جس کی نسبت قرآن میں کہتا ہے۔ منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة اُخریٰ۔ کہ اسی سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں واپس کرینگے اور پھر دوبارہ اسی سے نکالیں گے۔ پس اس کو اس نطفہ کے ساتھ جس سے وہ مخلوق کرنا چاہتا ہے خمیر کراتا ہے۔ چالیس روز تک بعد اس کے کہ نطفہ رحم مادر میں قرار لے۔ چار مہینے اس پر گزر جاتے ہیں تو ملائکہ عرض کرتے ہیں۔ اے پروردگار ہمارے کون مخلوق اس سے خلق کرنا چاہتا ہے۔ غرض زن و مرد سفید و سیاہ سے جو کچھ مقصود ہوتا ہے اس سے مطلع کرتا ہے۔ جس وقت روح اس کے بدن سے مفارقت کرتی ہے تو وہ نطفہ بعینہ اسکے جسم سے نکل جاتا ہے۔ میّت مرد ہو یا عورت صغیر ہو یا کبیر اس لئے اس کو غسل دینا ضروری ہے۔ اس شخص نے کہا یا ابن رسول اللہ میں ہرگز پسر قیس ناصر کو اس سے مطلع نکروں گا۔ فرمایا یہ تجھ کو اختیار ہے۔

کسی نے نماز وتیرہ کی بابت پوچھا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے روز و شب میں کُل سترہ رکعت نماز واجب مقرر کیں۔ اور رسول اللہ نے چونتیس رکعت نافلہ اس میں اضافہ فرمالیں پس یہ کل اکیاون رکعت ہوگئیں۔

ماہواری حیض اور ایک حدیث طولانی میں فرمایا کہ زمانۂ نوح علیہ السلام میں عورت کو سال بھر میں ایک بار حیض آتا تھا حتیٰ کہ اُن سے بقدر سات سو عورتوں کے مردوں کے ساتھ بیٹھنے اور عیدوں میں شریک ہونے لگیں اللہ تعالیٰ نے ان کو ماہواری حیض میں مبتلا کیا۔ پس وہ مردوں کی مجالس سے نکالی گئیں بعد ازاں ماہواری حیض والیوں کے لڑکے سالانہ حیض والیوں کی لڑکیوں سے بیاہے گئے اور ان سے اولاد پیدا ہوئی

پس ان کی لڑکیوں کو ماہواری حیض آیا۔ پس ان عورات کی اولاد جنہیں ماہواری حیض آتا تھا کثیر ہوئی بہ نسبت ان کی اولاد کے جو سال بھر میں ایک مرتبہ حیض دیکھتی تھیں۔ بوجہ اس کے کہ ان کا حیض مستقیم تھا اور سال والیوں کا خون فاسد۔ پس انکی نسل بڑھی اور پھیلی اور دوسریوں کی نسل گھٹتے گھٹتے فنا ہو گئی۔

حکم خدا میں اختلاف نہ ہونا چاہیئے

مناقب میں ہے کہ عبداللہ بن عباس سے فرمایا میں تم کو خدا کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں کہ آیا حکم خدا مختلف ہوتا ہے۔ کہا نہیں فرمایا تو تم اس مرد کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ جس نے اپنے آپ اپنے ہاتھ کی انگلیوں پر تلوار ماری حتیٰ کہ وہ کٹکر علیحدہ جا پڑیں۔ بعد ازاں ایک اور شخص آیا اور اس نے اس کے تلوار لگائی۔ اس سے اسکی باقی ہتھیلی قطع ہو گئی۔ وہ اس کف بریدہ کو لیکر تمہارے پاس آیا درانحالیکہ تم قاضی ہو تو اس مقدمے میں کیا فیصلہ کرو گے۔ ابن عباس نے کہا میں اوّل اس قاطع کف کو کہوں گا کہ کف دست کی دیت ادا کر۔ پھر مقطوع سے کہوں گا کہ جتنے پر چاہے اس کے ساتھ فیصلہ کر لے یا دونوں طرف سے ایک ثالث مرد عادل مقرر کیا جائے گا کہ باہم مصالحت کر لیں۔ حضرت نے فرمایا تو اختلاف ہے حکم خدا میں تو نے قول ثانی سے اوّل کا نقض کیا۔ اللہ کا یہ کام نہیں کہ اپنی مخلوق میں وہ شے حدود سے حادث کرے جس کی شرح دفعۃً عالم میں نہو پہلے قاطع کف کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔ پھر انگلیوں کی دیت اس کو مقطوع سے دلوائی جائیگی۔ یہ ہے حکم خدا کا اس مقدمے میں۔

نیز سوال کیا گیا کہ آفتاب کس لئے گرم ہے اور ماہتاب کیوں ٹھنڈا ہے۔ باوجودیکہ دونوں نورانی و روشن ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو نور آتش و صفائی آب سے پیدا کیا ایک پرت آتش کی ہے تو ایک پانی کی۔ حتیٰ کہ سات طبقے یکے بر دیگرے پڑتے چلے گئے سب سے اوپر لباس آتش سے اسے ملبس کیا۔ یہ وجہ اسکی حدت و حرارت کی ہے

بخلاف ماہتاب کے کہ ہر چند اسکی تہیں بھی نور ونار وضیاء آب سے ہیں الا سبب ہے اوپر کا لباس اس کا پانی کا ہے اس لئے وہ ٹھنڈا ہے۔

عکرمہ مولائے ابن عباس کا مرعوب ہونا

ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ جس سال ہشام بن عبد الملک حج کو آیا۔ حضرت ابو جعفر محمد بن علیؑ بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔ دیکھا کہ لوگ حضرت پر گرے پڑتے ہیں۔ عکرمہ آزاد کردہ ابن عباس بولا کہ یہ کون ہے جس کے اوپر خلائق یوں ٹوٹ رہی ہے۔ اسکی پیشانی پر علم کی چمک معلوم ہوتی ہے۔ میں البتہ اس کا امتحان کروں گا۔ حضرت کے سامنے گیا تو بدن میں تھرتھری پڑگئی۔ عرض کی یا ابن رسول اللہ میں بارہا ابن عباس و دیگر علماء کی مجلس میں بیٹھا ہوں مگر حضرت کے سامنے کانپنے لگا۔ فرمایا وائے ہو تجھ پر اے شامیوں کے غلام تو اس وقت ان بیوت کے آگے ہے کہ اذن دیا ہے اللہ نے کہ ان کا رتبہ بلند ہو اور ذکر خدا ان میں ہوتا رہے۔

سفر آنجناب بملک شام حسب الطلب ہشام بن عبد الملک

بحار میں نقل ہے کہ ایک سال ہشام خلیفہ حج کو آیا۔ ابو جعفر محمد باقر معہ اپنے فرزند دلبند ابو عبد اللہ جعفر صادق بھی اسی تقریب سے مکہ میں منزل گزین تھے۔ ایک روز جناب صادقؑ نے خطبہ کہا اور اس میں ارشاد کیا۔

الحمد للہ الذی بعث محمداً بالحق نبیاً و اکرمنا بہ فنحن صفوۃ اللہ علیٰ خلقہ و خیرتہ من عبادہ و خلفائہ فی ارضہ فالسعید من اتبعنا والشقی من عادانا و خالفنا۔ کہ تمام محامد حق تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے محمد مصطفےٰ کو بحق مبعوث برسالت کیا اور ہم کو آنحضرت کی وجہ سے عزت بخشی پس ہم برگزیدہ خدا ہیں اس کی خلقت میں اور چیدہ ہیں اس کے بندوں میں اور اسکے خلیفہ ہیں اس کی زمین میں پس نیک بخت ہے

وہ جس نے ہماری پیروی کی۔ اور شقی ہے جو ہماری عداوت و مخالفت کا مرتکب ہوا۔
راوی کہتا ہے کہ مسلمہ بن عبدالملک ہشام کا بھائی اس مجمع میں حاضر تھا۔ اس نے ہشام کو
اسکی خبر دی وہ مردود وہاں تو خاموش رہا۔ مگر دمشق میں پہنچا اور حضرت بھی مدینہ کو
واپس ہوئے تو اپنے عامل کو جو اس کی طرف سے مدینہ میں منصوب تھا لکھ بھیجا کہ باپ
بیٹے دونوں کو یہاں بھیجدو۔ لاجرم جناب باقرؑ و صادقؑ مہیائے سفر شام ہوئے۔ دمشق
میں پہنچے تو تین دن تک اپنے حضور میں بار نہ دیا۔ چوتھے روز اجازت ہوئی تو خود
تخت سلطنت پر بیٹھا اور خواص و سرداران لشکر کو اس کے دو جانب دو قطاروں میں
مسلح کھڑا کیا اور پیشتر ایک آماجگاہ ترتیب دی تھی جس پر شیوخ بنی امیہ تیر لگاتے تھے حضرت
وہاں داخل ہوئے تو آگے آگے باپ پیچھے پسر۔ ہشام نے جناب باقرؑ کو کہا اے

تیر افگنی جناب باقرؑ پیش ہشام بن عبدالملک در شام

محمد تم بھی تیر چلاؤ۔ آپ نے عذر کیا کہ میری پیرانہ
سالی کا زمانہ ہے تیر افگنی کیا کروں گا۔ مجھے تو
اس سے معاف ہی رکھو۔ بولا قسم ہے نبی
محمدؐ کی جن کے دین سے ہم کو عزت ملی ہے ہرگز تم کو معاف نکروں گا۔ یہ کہکر ایک شیخ
اموی کو اشارہ کیا کہ اپنی کمان ان کو دیدو۔ اس نے اپنی کمان حضرت کے حوالے کی
حضرت نے وہ کمان لی اور ایک تیر اس میں رکھ کر نشانے کی طرف چلایا۔ تیر ٹھیک نشانہ
پر بیٹھا۔ دوسرا لگایا۔ تو وہ پہلے کے سرے پر لگا اور اس کو چیرتا ہوا جاکر اس کے
مقام میں نصب ہو گیا۔ اور پہلا تیر کئی پارچہ ہو کر نیچے گر گیا اسی طرح آپ پے درپے لگاتے
تھے اور ہر تیر گویا ہشام کے جگر پر لگتا تا اینکہ ۹ تیر آپ نے یکے بعد دیگرے لگائے
کہ آٹھ اُن سے شگافتہ ہو کر ادھر اُدھر گرے نواں آماجگاہ میں قائم رہا۔ اس پر شور
واہ واہ مرحبا و آفریں کا چار جانب سے بلند ہوا اور ہشام اپنے مقام پر بیٹھا تھا لرزنے
لگا۔ اور بحالت اضطراب و بیخودی اس کے مُنہ سے نکلا احسنت یا ابا جعفر تم تیر اندازی

کے فن میں عرب و عجم پر فائق ہو۔ ناحق بڑھاپے کا عذر کرتے تھے۔ اور اپنے تیراندازی کے سوال کرنے اور اس پر اصرار کرنے پر پشیمان ہوا۔ پس سر جھکا کر سوچنے لگا۔ وہ حضرت اور جناب جعفر اس کے سامنے کھڑے تھے۔ ٹکٹکی لگائے اس کی طرف دیکھ رہے تھے جب دیر ہوئی تو آثار غضب چہرۂ مبارک حضرت ابو جعفرؑ پر نمودار ہونے لگے۔ اور عادت تھی آنحضرت کی کہ جب غضبناک ہوتے تو آسمان کی طرف دیکھنے لگتے اس طرح کہ دیکھنے والوں پر آپ کا غیظ و غضب ظاہر ہو جاتا۔ ہشام نے جو یہ حالت آنحضرتؑ کی مشاہدہ کی ڈر گیا۔ اور بولا! اے محمد یہاں آؤ۔ پس وہ حضرت تخت پر تشریف لے گئے اور جناب صادقؑ آپ کے ہمراہ تھے۔ نزدیک پہنچے تو ہشام اٹھا اور دونوں سے بغلگیر ہوا اور اپنے برابر بٹھالیا۔ اور کہنے لگا اے ابو جعفر قریش کو عرب و عجم پر فخر ہے کہ تم جیسے

مکالمہ ہشام بن عبدالملک با امام محمد باقرؑ

اشخاص ان کے درمیان ہوں۔ صد آفریں ہے تم کو کس سے تم نے یہ تیراندازی کا فن سیکھا اور کتنے عرصے میں سیکھا۔ فرمایا تجھے معلوم ہے کہ اہل مدینہ عموماً یہ ہنر سیکھتے ہیں۔ میں نے بھی ابتدا میں اس کو حاصل کیا تھا پھر ترک کیا۔ اس وقت تیرے اصرار پر عرصہ دراز کے بعد کمان ہاتھ میں لی۔ ہشام نے کہا میں نے ایسا صاحب کمال قدر انداز اپنی تمام عمر میں مشاہدہ نہیں کیا اور نہ گمان ہے کہ کوئی ایسا کامل دوسرا عالم میں ہو۔ کیا جعفر بھی اس فن میں ایسی ہی مہارت رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اہلبیت کو یہ کمالات ورثہ میں ملے جس کا حق تعالیٰ نے آیہ قرآنی میں جو اپنے نبی پر نازل کی ذکر کیا۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً دنیا میں ہمیشہ ہمارے درمیان ایک ایسا صاحب کمال موجود رہتا ہے۔ جس کی کوئی دوسرا ہمسری نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر اس کی چشم احول مارے غصہ کے منقلب ہوگئی اور چہرہ تمتما اٹھا۔ اور آثار قہر و غضب ظاہر ہوئے۔ پس تھوڑی دیر سر جھکائے بیٹھا رہا۔ پھر

سر اٹھا کر بولا کیا ہم اور تم اولاد عبد مناف نسب میں یکساں نہیں۔ حضرت نے فرمایا
درست ہے الاہم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے سرّ مکنون و علم خالص سے مخصوص کیا ہے جو
دوسرے کو نہیں دیا۔ کہا کیا اللہ جلّ شانہ نے محمد کو شجرہ عبد مناف سے کافہ انام سفید
سیاہ اور سرخ پر مبعوث نہیں کیا۔ پھر کیونکر تم ان امور کے وارث ہو گئے جو اوروں کو نہیں
ملے۔ حال آنکہ رسول اللہ تمام خلائق پر یکساں بھیجے گئے جیسا کہ فرماتا ہے وللہ میراث
السّموات والارض الخ پھر تم کو ان علوم کی خاص میراث کہاں سے ہاتھ آئی۔ نہ تم
نبی ہو نہ محمد کے بعد کوئی نبی ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو امر کیا
کہ لا تحرّک به لسانك کہ اس کے لئے اپنی زبان کو حرکت نہ دے۔ اس سے وہی علوم
مکنون مقصود تھا۔ جس کو ہم سے مخصوص کرنا تھا۔ اوروں سے اس کے ذکر و بیان کی
ممانعت فرمائی۔ اسی۔ کے لئے رسول اللہ نے اپنے بھائی علی بن ابی طالب کے ساتھ
بغیر شرکت غیروں کے مناجات رکھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بابت قرآن میں خبر دی
کہ فرمایا وتعیها اذن واعیه کہ سُنے گا اور دل میں رکھے گا اس کو سُننے والا اور دل میں
رکھنے والا کان۔ حضرت رسول خداؐ نے اصحاب سے کہا میں نے خدا سے چاہا کہ اذن
واعیہ علیؑ کے کان کو گردانے اور آنحضرت کو خبر دی کہ وہ تمہارا کان ہے یا علی اس لئے
حضرت علی نے منبر کوفہ پر کہا کہ رسول اللہ نے مجھے ایک ہزار باب علم کے تعلیم کئے کہ
ہر ایک باب سے ہزار باب اور میرے اوپر کھُل گئے۔ یہ
وہی سرّ مکنون و علم مخزوں تھا جو آنحضرت کے لئے مخصوص ہوا اور کسی دوسرے کو اس میں شریک
نہیں کیا گیا۔ وہی علم ہم کو میراث میں ملا ہے۔ ہشام نے کہا علیؑ علم غیب کا دعویٰ کرتے تھے
حال آنکہ اللہ نے اپنے علم غیب پر کسی کو مطلع نہیں کیا۔ ان کو غیب کا علم کہاں سے ملا۔ ابو
جعفرؑ نے فرمایا کہ حضرت جلّ وعلا نے اپنے رسول پر ایک کتاب نازل کی جس میں آئندہ قیامت
تک اور گزشتہ زمانوں کا حال بیان فرمایا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ ونزّلنا علیك الکتاب تبیاناً

لکل شیءٍ وھدیً وموعظۃً للمتقین[۵۱] وارشاد کیا وکل شیءٍ احصیناہ فی امام مبین[۵۲]
نیز فرماتا ہے۔ مافرطنا فی الکتاب من شیءٍ[۵۳]۔ پس حق تعالیٰ نے وحی کی طرف اپنے رسول کے کہ جو راز یا علم غیب تم کو بھیجا گیا۔ علی کو اس پر مطلع کرو۔ اور آپ نے علی کو امر کیا کہ میرے بعد قرآن کو جمع کرنا اور میرے غسل وکفن کا متکفل ہونا۔ اور اصحاب سے کہا کہ میرے اصحاب واہل بیت پر حرام ہے کہ میری عورتین پر نظر کریں۔ بجز علی کے کہ وہ مجھ سے ہے اور میں علی سے۔ اس کا نفع ونقصان بعینہ میرا نفع ونقصان ہے وہی میرے قرضوں کو ادا کرے گا اور میرے وعدوں کو وفا فرمائے گا۔ اور جنگ کریگا منافقوں سے تاویل قرآن پر جیسا کہ جنگ کیا میں نے کافروں سے اس کی تنزیل پر۔ بتحقیق کہ تمام تاویل قرآن سوائے علی کے کسی دوسرے صحابی کے پاس نہیں۔ اسی وجہ سے حضرت رسولؐ نے فرمایا اقضاکم علیؑ اے گروہِ صحابہ علی تم سب سے زیادہ علم قضا رکھتا ہے۔ یعنی چاہیئے کہ تمہارا قاضی و حکومت کنندہ علی ہو۔ اور عمر خطاب باربار کہتے تھے کہ علی نہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا تھا۔ تعجب ہے کہ عمر تو حضرت کے علم وفضل کی گواہی دے اور دیگر اشخاص اس کا انکار کریں۔ یہ کلام صداقت انجام آپ کا سُنکر ہشام نے سر جھکالیا اور دیر تک سرنگوں رہا۔ بعد ازاں کہا جو حاجت رکھتے ہو بیان کرو۔ فرمایا میرے اہل وعیال میرے یہاں آنے سے متوحش اور پریشان ہیں چاہتا ہوں کہ وطن جانے کی اجازت ہو۔ ہشام نے کہا تم کو اجازت ہے بہتر ہے کہ آج ہی چلے جاؤ۔ حضرت اس سے رخصت ہوئے۔

سوال ہشام از آنجنابؑ از علامت قتل علی

ایک روایت میں حضرت ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ

---

[۵۱] (ترجمہ) نازل کیا ہمنے تیرے اوپر (اے رسول) کتاب کو جس میں ہر شے کا بیان ہے اور ہدایت اور نصیحت ہے پرہیزگاروں کے لئے۔ [۵۲] اور ہر شے کا احاطہ کیا ہمنے کتاب مبین میں۔

[۵۳] نہیں چھوڑا ہم نے اس کتاب میں کسی شے کو۔

میرے پدر بزرگوار ہشام بن عبدالملک کے پاس داخل ہوئے تو اس نے کہا میں نے تم کو اس لئے یہاں بلوایا ہے کہ مجھ کو ایک سوال کرنا ہے جو مجھ جیسے کو آپ سے دریافت کرنا چاہئے اور آپ ہی سا شخص اس سے واقف ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا دریافت کرو جو چاہو۔ مجھے معلوم ہو گا تو کہوں گا ورنہ لا ادری میں نہیں جانتا، کہنے میں کوئی نقص و عیب نہیں۔ راست گوئی ہر حال اولیٰ ہے۔ ہشام نے کہا جس رات کو علیؑ ابن ابیطالب قتل ہوئے تو اور شہروں کے باشندوں کو کس طرح اس واقعہ کی خبر ہوئی۔ یعنی ان کے لئے کون سی علامت دکھائی دی۔ آیا اس سے کسی نے کوئی عبرت حاصل کی۔ میرے باپ نے فرمایا جس شب کو آنحضرت نے شہادت پائی اس رات کو صبح تک اہل زمین سے کوئی پتھر نہیں اٹھاتا تھا مگر یہ کہ اسکے نیچے خون تازہ جوش زن معلوم ہوتا تھا جیسا کہ اس شب کو جبکہ ہارون برادر موسیٰؑ فوت ہوئے تھے اور اس شب کو جبکہ یوشع بن نون نے وفات پائی اور جس رات کو عیسےٰؑ آسمان پر گئے اور جس شب میں شہادت سیدالشہداء امام حسین کا واقعہ ہوا تھا۔ یہ سن کر ہشام کا چہرہ بدل گیا۔ اور رنگ اس کا متغیر ہوا اور آثار غضب چہرہ پر نمایاں ہوئے۔ حضرت نے کہا اے امیر میں نے تمہارے حکم کی تعمیل کی اور تمہارے سوال کا جواب دیا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ بمقتضا اطاعت خلیفہ جو بات معلوم ہو بصدق و امانت اس کے سامنے بیان کر دینی چاہئے۔ امیرالمؤمنین کو چاہئے کہ اپنا حسن ظن ہماری نسبت بدستور قائم رکھے۔ ہشام نے کہا مجھ سے عہد استوار کرو کہ میری زندگی میں یہ حکایت کسی کے آگے بیان نکرو گے۔ حضرت نے عہد کیا وہ رضامند ہو گیا اور کہنے لگا تم کو اجازت ہے جب چاہو اپنے گھر کو واپس ہو جاؤ۔ پس آپ شام سے متوجہ حجاز ہوئے۔

کیفیت ملاقات آنجنابؑ با ہشام خلیفہ بروایت دیگر | بحار میں بروایت

ابوبکر حضرمی ذکر ہوا ہے کہ جب جناب ابو جعفر شام میں ہشام کے طلبید سے پہنچے اور اس کے دروازے پر حاضر ہوئے تو اس نے اپنے اہل مجلس سے کہا کہ میں ان کے ساتھ بزہر وعنف پیش آؤں گا۔ خاموش ہوں تو تم زجرو توبیخ شروع کر دینا پس آپ کو اجازت دی۔ اندر آئے تو آپ نے ہاتھ اُٹھا کر بطریق عموم سب کو سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ ہشام کو بخصوصیت خلافت اسکو سلام نکرنا اور بلا اجازت مجلس میں بیٹھ جانا ناگوار ہوا اور غصہ اس کا تیز ہوا۔ بولا اے محمدؐ بن علی تم سے ہمیشہ ایک شخص ایسا نکلتا رہتا ہے جو مسلمانوں میں تفرقہ ڈالتا اور سفاہت و جہالت سے خلائق کو اپنی طرف دعوت کرتا رہتا ہے۔ اور لگا آپ کو بُرا بھلا کہنے۔ وہ چُپکا ہوا تو حاضرین سے ایک ایک نے جو دل میں آیا کہا۔ سب اپنا اپنا بخار نکال چکے تو آپ استادہ ہوئے اور کہا۔ لوگو۔ کدھر جا رہے ہو۔ اور کہاں کا ارادہ رکھتے ہو۔ ہم سے ہی خدا نے تمہاری ہدایت کا کام شروع کیا اور ہمارے ہی اوپر اس کا خاتمہ ہوگا۔ اگر فی الحال تم کو حکومت و بادشاہی حاصل ہے تو انجام کار ہماری سلطنت ہوگی جسکے بعد سوائے خدا کے کسی کی حکومت نہوگی۔ کیونکہ ہم اہل عاقبہ ہیں۔ والعاقبۃ للمتقین اس پر ہشام کو تابِ ضبط نرہی۔ اور غیظ شدید میں حکم دیا کہ ان کو قید خانے میں لیجائیں۔ حضرتؑ داخل محبس ہوئے تو قیدی آپ کی برکت صحبت سے فیض اُٹھانے اور کلام ہدایت التیام سے نصیحت پانے لگے کوئی ان میں باقی نرہا جس نے آپ کی تقریر دلپذیر سے فائدہ نہ پایا۔ یہ صورت دیکھ کر زندان بان ہشام کے پاس آیا اور وہاں کے انقلاب کی خبر دی۔ ہشام نے حکم دیا کہ ان کو بہت جلد مدینہ روانہ کر دیا جائے۔

سوال وجواب آنجناب باپیر مرد عالم نصاریٰ

بروایت اوّل جب حضرتؑ ہشام کے پاس سے باہر آئے تو اس کے مکان کے آگے ایک میدان تھا۔ اس کے دوسری جانب کچھ آدمیوں کا ہجوم

دکھائی دیا۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں ہشام کے حاجبوں نے جو دروازہ پر تھے بیان کیا کہ یہ رہبان و قسیس نصاریٰ ہیں ان کا ایک عالم بزرگ ہے جو ہر سال ایک مرتبہ نکلتا ہے۔ یہ لوگ اس سے سوالات کرتے ہیں وہ فتویٰ صادر کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہم بھی چلیں اور دیکھیں کہ ان میں کیا سوال و جواب ہوتے ہیں۔ بروایت دیگر یہ مجمع بیرون شہر ایک پہاڑ پر معائنہ کیا جس میں ایک غار تھا وہ پادری اس میں رہتا اور ہر سال ایک مرتبہ اس غار سے باہر آتا اور نصاریٰ اس کے نکلنے کی عید کرتے اور سال بھر کی نذریں اور جمع شدہ مسائل اس سے حل کرتے۔ وہ عالم کبیر اور معمر شخص تھا حتیٰ کہ حواریین و اصحاب عیسیٰؑ کی فیض صحبت سے مستفید ہو چکا تھا۔ پھر لیکن آپ نے سر مبارک اپنا ردا سے لپیٹ لیا ویسا ہی جناب صادقؑ نے چادر سر پر لپیٹ لی۔ اور دونوں بزرگ مجمع نصاریٰ میں ملکر بیٹھ گئے ہشام نے یہ خبر پاکر کچھ آدمی بھیجے کہ جو کچھ وہاں گزرے اس سے اطلاع دیں۔ پس وہ پیر مرد عالم نصرانی وہاں آیا تو تمام نصاریٰ سروقد اس کی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے وہ صدر میں آکر بیٹھا۔ اس کے اصحاب نے موہائے ابرو کہ دراز ہو کر حجاب چشم ہو گئے تھے اُٹھا کر ایک پارچہ زرد حریر سے سر پر باندھ دئے۔ اس کے نیچے سے آنکھیں سُرخ مانند چشمہ افعی دکھائی دینے لگیں۔ اس نے اِدھر اُدھر نظر کی اور دیکھا۔ پھر حضرت سے مخاطب ہوا کہ اے جوان تو ہم میں سے ہے یا اُمت مرحومہ سے۔ فرمایا میں مسلمان ہوں دین خاتم المرسلینؐ پر۔ کہا ان کے علما سے ہے یا جہلا سے۔ آپ نے فرمایا میں جاہل نہیں ہوں اس وقت اس کو سخت اضطراب لاحق ہوا۔ بولا میں تم سے سوال کروں یا تم مجھ سے۔ فرمایا تو جو چاہے سوال کر۔ اس نے کہا اے معشر مسلمین تم کہاں سے کہتے ہو کہ اہل جنت کھائیں پئیں گے مگر پیشاب پاخانہ ان کے نہ ہوگا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے دُنیا میں کوئی اس کی مثال ہے

آپ نے فرمایا دنیا میں اس کی مثال بچہ ہے رحم مادر میں غذا اس کو پہنچتی ہے اور بول و غائط نہیں رکھتا - اسپر بہت گھبرایا اور بولا - ھلا زعمت انك لست من علمائھا؟ - کیا تو نے نہیں کہا میں ان کے علماء سے نہیں فال بل قلت لست من جھالھا - فرمایا میں نے یہ نہیں کہا بلکہ یہ کہا تھا کہ میں انکے جاہلوں سے نہیں پادری بولا اور کوئی سوال تم سے کر سکتا ہوں - فرمایا پوچھ جو کچھ پوچھنا چاہتا ہے مرزا فصیح اپنی نظم ناک و نمک میں لکھتے ہیں -

شاہ بولے پوچھ تو مجھ سے شتاب | دیکھ تو کیسا میں دیتا ہوں جواب
سُنکے یہ عالم نے ہنسکر یوں کہا | اے نصاریٰ ہے تعجب کی یہ جا
مجھ کو کہتا ہے یہ مسلم کر سوال | مجھ سے عالم سے ہی یہ اس کا مقال
پھر کیا حضرت کی جانب یوں خطاب | کہہ مسائل کا مرے اسدم جواب
پہلے تجھ سے پوچھتا ہوں ہیں بات | دے جواب باصواب اے خوش صفات
کون سی ساعت ہے وہ ای نیکخو | جو نہ دن ہی اور نہ شب واقف ہے تو
شہ نے فرمایا وہ ساعت انتخاب | صبح سے ہے تا طلوع آفتاب
روز یا شب میں نہیں اس کا شمار | ہے یہ ساعت خلد کی ای باوقار
درد اس ساعت میں کم کرتا ہی جوش | سارے بیماروں کو آجاتا ہے ہوش
رات بھر جس کو نہیں آتی ہے نیند | اسکو اس ساعت میں آجاتی ہے نیند
سُنکے وہ بولا کہ اے عالی جناب | واقعی ہے یہ جواب باصواب

پادری اس سوال و جواب کے بعد بہت پریشان ہوا اور بولا ایک سوال اور پوچھتا ہوں ارشاد کیا سئل ماشئت جو چاہے پوچھ کہا تم کہتے ہو میوہائے جنت ہمیشہ تر و تازہ موجود رہینگے اور جنت والوں سے کبھی مفقود نہوں گے اس پر ایسی دلیل دو کہ شاہد غیر مجہول ہو - فرمایا اس کی دلیل دنیا میں موتی ہے کہ ہمیشہ سے تر و تازہ موجود غیر

معدوم ہے۔ فصیح لکھنوی نے بروایت دیگر اس کا جواب یوں نظم کیا ہے ؎

پھر کہا ہے تیسرا اب یہ سوال	تب میں جانوں لاؤ جب اسکی مثال
کہتے ہیں جنت میں اے عالی وقار	سب شجر ہونگے ہمیشہ میوہ دار
میوے انکے کھائینگے اہلِ حرم	پر نہ وہ میوے کبھی ہووینگے کم
ہے مخالف عقل کے یہ گفتگو	کھاویں میوے تا ابد اور کم نہو
شہ نے فرمایا کہ ہے یہ بھی درست	اسکی بھی تمثیل میں دیتا ہوں چست
ہے سدا پر فاکہہ جنّت کا باغ	اس کا ہر ایک میوہ ہے مثلِ چراغ
ایک سے روشن کریں گر سو ہزار	نور اس کا کم نہو گا زینہار

یہ سُنکر پادری چلّایا کہ اب ایک مسئلہ ایسا پوچھتا ہوں کہ واللہ تم اس کا کبھی جواب نہ دے سکو گے۔ فرمایا جو پوچھنا ہے دریافت کر البتّہ تو اپنی قسم میں حانث ہو گا یعنی کفارۂ یمین تجھ پر لازم آئے گا۔ کہا دو مولودوں کی بابت خبر دو جو ایک روز پیدا ہوئے اور ایک ہی دن فوت ہوئے اسپر ایک کی عمر پچاس سال کی دوسرے کی ایک سو پچاس

قصّۂ عزیر و عزیرہ

کی ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ عزیر و عزیرہ دو بھائی تھے جو ایک دن توام پیدا ہوئے۔ جب پچیس سال کی عمر کو پہنچے تو عزیر اپنے حمار پر سوار انطاکیہ کے ایک قریہ سے گزرے وہی خاویة علیٰ عروشہا جس کی چھتیں اور دیواریں گری پڑی تھیں اور تمام باشندے مر گئے تھے عزیر اس کو دیکھ کر کہنے لگے۔ انیّٰ یحیی اللہ بعد موتہا۔ کہ اللہ تعالیٰ اُس کے مر جانے کے بعد کیونکر زندہ کرے گا۔ حال آنکہ حق تعالیٰ نے ان کو ہدایت فرمایا اور برگزیدہ کیا تھا۔ یہ کلام ان کا پسندیدۂ درگاہ ایزدی نہوا۔ وہ سُبحانہ تعالیٰ غضبناک ہوا۔ تا اینکہ وہ مُردہ ہو کر سو برس وہاں پڑے رہے۔ بعد اس کے خدا نے انکو اور ان کے گدھے کو زندہ کیا۔ اور ان کا طعام و زاد جو کچھ اس وقت ساتھ رکھتے

تھے بعینہ موجود فرمایا اور وہ اپنے گھر گئے۔ عزیرہ آپ کے بھائی سوا سو برس کی
عمر میں اس وقت تک زندہ تھے۔ اور ان کے بیٹے پوتوں تک بوڑھے ہو چکے تھے
مگر عزیر ہنوز بیست و پنجم سالہ جوان تھے۔ انہوں نے ان کو نہ پہچانا مگر بتقاضائے
مروّت ان کی دعوت کی۔ کھانا کھانے میں اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں عزیر اپنی
پہلی زندگی کے حالات بیان کرنے لگے۔ عزیرہ یہ سنکر متعجّب ہوئے اور بولے۔
ایسا جوان جو میرے ابتدائی کیفیات سے مطلع ہو آجتک دوسرا میرے دیکھنے میں
نہیں آیا۔ بارے یہ تو کہو کہ تو زمین کا رہنے والا ہے یا سکّان سماوات سے ہے کہا
میں عزیر تمہارا بھائی ہوں۔ حق تعالیٰ نے مجھ کو ہدایت کی اور برگزیدہ فرمایا۔ پھر ایک
کلمہ بد جو میرے مُنہ سے نکلا غضبناک ہوا اور سو برس تک مجھ کو مُردہ رکھا۔ اب
زندہ کرکے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ اور بعثت پر ایمان کو کامل
کرو۔ بتحقیق کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ دیکھو یہ میرا وہی حمار ہے اور وہی طعام و
شراب موجود ہے جو تمہارے پاس سے لیکر گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر اُنکو ویسا
ہی کردیا جیسا کہ پہلے تھے۔ پس عزیر پچیس سال ان کے درمیان زندہ رہے۔ بعد ازاں
اللہ تعالیٰ نے ایک ہی روز دونوں بھائیوں کا خاتمہ کردیا۔ یہ کیفیت سُن کر عالم نصرانی
اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ اور عیسائی بھی اُٹھے وہ ان سے کہنے لگا کہ تم نے ایک
مسلمان عالم کو جوان میں بے مثل و یکتا ہے لاکر میرے سامنے بٹھایا اس نے مجھے
ذلیل و رسوا کیا۔ وہ ہمارے تمام علوم سے واقف ہے اور ہم ان کی مذہبیات سے
نابلد۔ قسم خدا کی میں اب تمہارے ساتھ کلام نکروں گا۔ پس وہ مجمع متفرق ہوا اور
راہب بدستور غار میں چلا گیا۔ ہشام کے آدمی جن کو اس نے وہاں مقرر کیا تھا
انہوں نے واپس جاکر تمام ماجریٰ اس کے روبرو بیان کیا۔ اس نے حضرت کے
لئے انعام و جائزہ بھیجا اور ساتھ ہی پیغام دیا کہ اسی وقت روانہ مدینہ ہو جاؤ۔ اصلاً

یہاں توقف نہو۔ یہ اس لئے کہ راہب اور آنحضرت کا قصہ شہر میں شہرت پا گیا تھا اور جابجا لوگ اس کا تذکرہ کرتے تھے۔ یہ روایت سید علی بن طاؤس علیہ الرحمہ کی ہے اور خرائج میں ہے کہ عالم نصاریٰ معہ اپنے تمام اصحاب کے مسلمان ہو گیا تھا۔

خطبہ آنجناب در ملک شام

مناقب ابن شہر آشوب میں جناب صادقؑ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب میرے پدر عالی قدر شہر دمشق میں قیام پذیر تھے تو سنا کہ وہ لوگ آپ کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ یہ پسر ابو تراب (اس لفظ کو ملاعین امیر المومنینؑ کی مذمت سمجھ کر استعمال کیا کرتے تھے) ہے تو آپ دیوار قبلہ سے پشت لگا کر کھڑے ہوئے۔ اور ایک خطبہ مشتمل بر حمد و صلوٰۃ الٰہی و درود بر حضرت رسالت پناہی بکمال بلاغت ادا کیا اور اس کے بعد ارشاد فرمایا۔

اجتنبوا اهل الشقاق وذرية النفاق وحشو النار وحصب جهنم عن البدر الظاهر والبحر الذاخر والشهاب الثاقب والشهاب المؤمنين والصراط المستقيم من قبل ان نطمس وجوه فترد على ادبارها او يلعنوا كما لعن اصحاب السبت وكان امر الله مفعولا

باز رہو اے گروہ اہل شقاق و اولاد و احفاد کفر و نفاق و ہیمہ آتش و ہیزم جہنم مذمت کرنے سے اس شخص کے کہ ماہ تاباں و دریا موّاج و بیکراں ہے اور شہاب درخشاں و شہاب مومناں و صراط راست و مستقیم ہے قبل اس وقت کے کہ ناپدید ہو جائیں چہرے۔ پس رد کئے جائیں اپنی پشتوں کی طرف یا لعنت کئے جائیں وہ لوگ جیسے کہ لعنت کئے گئے اصحاب السبت اور امر خدا ہو کر رہا

ثم قال بعد کلام۔ ابضنو رسول الله تستهزؤن ام بيعسوب الدين تلمزون۔ واى سبيل بعده تسلكون واى حزن بعده تدفعون هيهات

پھر تھوڑے سے کلام کے بعد فرمایا آیا تم مثل و شبیہ رسول اللہؐ پر تمسخر کرتے ہو یا پیشوائے دین امیر المومنین کی عیب جوئی کرتے

هيهات برز والله بالسبق وفاز بالخصل واستولى على الغاية و احرز الخطار وانحسرت عنه الابصار وخضعت دونه الرقاب و فرع ذروة العليا فكذب من رام من نفسه السّعي واعياه الطّلب فانّى لهم التّناوش من مكانٍ بعيد وقال ؎

ہو کس راستہ پر آنحضرتؐ کے سوا سلوک کروگے اور کس کنبہ وقبیلہ کی آپکے بعد حمایت کروگے افسوس قسم خدا کی وہ جناب سبقت میں ظاہر و باہر ہیں اور کامیاب مراد ہوئے قہر وغلبہ سے اور منتہا ء مقصود پر مستولی ہوئے اور حاصل کیا انہوں نے قدرومنزلت کو پس ضعیف ہوئیں نظریں انکے ادراک سے بوجہ دوری مسافت اور جھک گئیں انکے آگے

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۶۳) اصحاب سبت ایک قوم تھی یہود سے۔ قریہ ایلہ کی رہنے والی۔ اللہ تعالیٰ نے شکار ماہی بروز شنبہ اُن پر حرام کیا تھا۔ پس مچھلیاں فربہ رنگ سفید اس روز نظر آتیں اور دنوں میں چھپ جاتیں۔ حتیٰ کہ بہت تھوڑی بدشواری ہاتھ آتیں۔ ایک باران سے ایک شخص نے ہفتہ کے روز ایک موٹی مچھلی پکڑی۔ اور رسّی میں باندھ کر اس کا سرا میخ سے کنارہ دریا پر مضبوط کردیا اور اسکو دریا میں چھوڑدیا۔ اگلے روز اسکو لیا اور بھون کر نوش جاں کیا۔ اس کے گھر والوں نے یہ صورت دیکھی تو دوسرے ہفتے کو انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ رفتہ رفتہ ہمسایوں کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ بھی یہی کام کرنے لگے۔ ہفتہ کے دن کی پکڑی اور بندکی ہوئی مچھلیاں اور دنوں میں کھاتے تا اینکہ اس کے دو گروہ ہوگئے۔ ایک اس طریق سے مچھلیاں کھاتا۔ دوسرا اس کو منع کرتا اور عذاب خدا اور اسکے دردناک عقاب سے ڈراتا۔ یہانتک کہ وہ لوگ ان سے جُدا ہوگئے اور دیوار شہر سے باہر چلے گئے۔ رات کو ماہی خوروں پر عذاب نازل ہوا اور تمام بصورت میمون مسخ ہوگئے۔ دوسرے دن انہوں نے دروازہ کھٹکایا تو اندر سے جواب نہ ملا۔ ایک آدمی دیوار پھاند کر داخل ہوا تو بجز دُمدار بندروں کے وہاں کچھ نہ پایا۔ دروازہ کھول کر اندر گئے تو تمام کو اس عذاب میں مبتلا دیکھا۔ (باقی حاشیہ دیکھو صفحہ ۶۵ پر)

اَقِلّوا علیهم لا اباً لابیکم
من اللوم وسدّوا مکان الذی سدّوا
اولٰئک قوم ان بنوا احسنوا البناء
وان عاهدوا اوفوا وان عقدوا اشدّوا
فانّیٰ یُسَدُّ ثلمة اخی رسول الله
اذ شفعوا و شقیقه اذ نسبوا
و ندیده اذ قتلوا و ذی قرنی
کنزها اذ فتحوا و مصلّی القبلتین
اذ تحرّفوا والمشهود له بالایمان
اذ کفروا والمدّعی لنبذ عهد
المشرکین اذ نکلوا والخلیفة علی
المهاد لیلة الحصار اذ جزعوا
والمستودع الاسرار ساعة
الوداع الخ

گردنیں اور چڑھ گئے وہ اونچی چوٹی پر اور جھٹلایا
اس کو جسنے اپنی طرف سے کوشش کی ہو اور
عاجز کر دیا ہو اس کو طلب کرنے سے۔ پس کیا
حاصل ہے ان کو ادراک کرنا ان مراتب کا جو ہر
بعید و دور سے۔ بعد ازاں یہ دو شعر پڑھے۔ کم کرو تم
کرو اے قوم ان سے اپنی ملامت کو۔ تمہارے
باپ بے باپ ہوں۔ اور پُر کرو اس جگہ کو جس کو
انہوں نے پُر کر رکھا ہے (یعنی ان کے سے
کام کرو) وہ ایک قوم ہے کہ اگر بنا کرنی چاہے
تو عمدہ بنا بنائیں۔ عہد کریں تو اس کو پورا اور عقد
کریں (گرہ لگائیں) تو مضبوط کریں۔ پس کیونکر
بند ہو سکتا ہے وہ رخنہ کہ برادر رسول اللہ سے پڑا از روئے
مواخات کے اور شقیق انکے ہے بروجہ نسب اور مثل و
ہمسران کے بوقت جُبن و بزدلی اوروں کی اور
صاحب دو قرن اسکے خزانوں کا جبکہ فتح ہوئے۔ نماز پڑھنے والا دو قبلوں کی طرف جبکہ
وہ منحرف ہوئے اور ثابت الایمان شہادت وبینہ سے جبکہ وہ کافر تھے اور مشرکوں کے عہد
کا توڑنے والا جبکہ اوروں نے اس میں سستی کی اور جانشیں آپ کا مہد میں شب حصار

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کہ آدمی سے مسخ ہو کر بندر ہو گئے ہیں۔ بندر اپنے عزیزوں کے
پاس آتے ان سے اپنے جسموں کو ملاتے پھر پوچھتے کہ تم فلاں ہو۔ وہ سر ہلا کر نعم کہتے اور رو دیتے
چنانچہ حق تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس بما کانوا یفسقون
اور گرفتار کیا ہے ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا بُرے عذاب میں بوجہ اسکے کہ وہ فسق و فجور کرتے تھے ۱۲ منہ

(جبکہ مشرکوں نے شب ہجرت بیت الرسالت کا محاصرہ کر رکھا تھا اور وہ مضطرب تھے) اور ودیعت میں لینے والا اسرار کا بوقت وداع و رحلت از دنیا تا آخر خطبہ

قول مؤلف

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ جناب باقرؑ کا معہ اپنے فرزند ارجمند حضرت صادقؑ ہشام کے اصرار و اجبار پر شام کا سفر کرنا اور وہاں کے تمام ماجریات جو اوپر مذکور ہوئے ایک سچے تاریخی واقعات میں ثقہ اور معتبر راویوں کے ذریعہ سے ہم تک پہنچے ہیں۔ یہ حکایات آپ کے تاریخ کے اہم ترین واقعات سے ہیں۔ اس موقعہ پر آپ کے شرائف فضائل و اشتہار کمالات دوست دشمن پر ہویدا ہوئے وہاں آپ کو خود ہشام و دیگر شامیان شوم و پیر مرد عالم نصاریٰ کے ساتھ گفتگو و بحث و کلام کا اتفاق ہوا۔ ہشام مردود نے کوئی دقیقہ آپ کی کسر شان و ہتک حرمت میں سعی و کوشش کا اُٹھا نہیں رکھا باوجودیکہ آپ آنحضرت کو شام میں طلب کیا تھا۔ تین روز تک اپنے دربار پُر ادبار میں بار ندیا۔ چوتھے روز جو اجازت ہوئی تو بکمال بیحیائی بدکلامی سے پیش آیا اور ندیموں کو بھی اس کا باعث ہوا۔ مگر کلام ہدایت نظام آنجنابؑ کے آگے اس کی تمام سعی بے حاصل ہباءً منثورا ہوگئی۔

تیر اندازی کا آپ سے سوال اور اس پر اصرار کر کے جو خجالت و ندامت اسکو اُٹھانی پڑی اس سے غرق عرق ہو کر تھر تھر کانپنے لگا۔ اس وقت وہ کمال فن آنحضرتؑ سے ظاہر ہوا جو قوت بشری سے باہر تھا۔ ہشام کو تحقیق ہوگیا کہ یہ قدر اندازی آپ کی کسبی نہیں وہبی ہے۔ پاس نہ بُلانے اور تخت پر جگہ نہ دینے سے آثار غیظ و غضب چہرہ اقدس پر مشاہدہ کر کے ایسا چراغ پا ہوا کہ اپنے تمام منصوبے بھول گیا اور تخت پر بُلایا اور بے اختیار کھڑا ہو کر دونوں بزرگواروں سے معانقہ کیا اور برابر بٹھا کر باتیں کرنے اور مسائل پوچھنے لگا جن کے ایسے شافی دنداں شکن جواب اِدھر سے پائے

کہ آپ کی شجاعت وقوّت قلبی اس کے دل پر کالنقش فی الحجر ہوگئی دراین اثنا بعض وہ باتیں بھی زبان اقدس پر آگئیں جو اس کے سینہ میں تیر کی طرح کھب گئیں اور وہ اسی وقت سے اس مقدس وجود کے نیست و نابود کرنے کے درپے ہوگیا۔ آہ۔ اس نے خود تو اصرار کر کر مناقب امیر المؤمنین زبان مبارک سے کہلوائے اور پھر تخمِ عداوت دل میں بویا۔

عیسائیوں کے کلاں پادری پوپ کے ساتھ جو سوال و جواب آپ کے ہوئے انہوں نے جہان کو بتلا دیا کہ دُنیا میں ہزار کوئی عالم فاضل گرگ باراں دیدہ ہو مگر اوصیائے انبیاء کے آگے جو علوم ربّانی کے ماہر اور راسخون فی العلم کے سچّے مصداق ہیں کسی کی کچھ حقیقت نہیں۔ سر ڈھانپ کر اس کی مجلس میں داخل ہونے سے آپکا مقصود یہ تھا کہ کوئی آپ کو نہ پہچانے۔ صرف اس مجلس کی کیفیت دیکھ کر واپس آ جائیں مگر پیر نصرانی کی دوربین و مردم شناس نظر سے آپ پوشیدہ نہ رہ سکے اور عظیم فضیلت جو عالمگیر دوامی شہرت کی باعث ہوئی ظاہر ہو کر رہی۔ یہ حکایت پیر مرد نصرانی کی ہمیشہ سے مشہور چلی آئی ہے اور علمائے اعلام قدیمًا وحدیثًا اس کو اپنے دفاتر میں نقل کرتے آئے اور شعراء نے اس کو رشتۂ نظم میں کھینچا ہے۔

شیاطین شام کے مقابلے میں جو مذمّت امیر المؤمنین کر کے روسیاہی دارین اپنے لئے مہیّا کرتے تھے۔ آپ نے وہ برجستہ خطبہ کہا جس سے حضرت کی منتہائی بلاغت اور امیر المؤمنین کی اعلیٰ فضیلت شامیوں پر سفیدۂ صبح کی طرح روشن ہوگئی۔ کیا عجب ہے کہ یہ پُر مغز و فصیح کلام سُنکر سب نے نہیں تو اکثروں نے اس زبوں خصلت سے توبہ کر لی ہو۔ اور بوڑھے پادری اور اسکے اہالی موالی کی مانند وہ راہ راست پر آگئے ہوں۔ سُبحان اللہ کیا پاکیزہ کلام ہے اور کس طرح دریائے فضائل نفس رسول و زوج بتول کو کوزہ میں بند کیا ہے۔ اور کیونکر ان ملاعین کو زجر و توبیخ کیا ہے۔ غرض اس تمام قصّے

سے ظاہر ہے کہ جیسے پُردلی و قوّت قلبی میں آپ یکتا تھے ویسے ہی ظاہری فنون
سپہگری میں لاثانی۔ اور جس طرح معارف دینی و علوم ربانی سے آراستہ تھے ویسے
ہی طلاقت لسانی و فصیح البیانی میں اپنا مثل و نظیر نہ رکھتے تھے اللّٰھم صل علیٰ
محمّد و آل محمّد و بارک علیٰ محمّد و آل محمّد وارحم محمداً و آل محمد کافضل ما
صلّیت و بارکت و ترحمت علیٰ ابراھیم و آل ابراھیم انک حمید مجید

حضرت کی مدینہ کو مراجعت اور اہل مدین کی شدید ناصبیّت

ہشام کو عداوت اہل بیت رسالت میں جو ہیجان پیدا ہو گیا تھا وہ آپ کے پادری کے ساتھ گفتگو میں غالب آنے سے
ہی فرو ہو جانا چاہیئے تھا مگر نہوا بلکہ اور زیادتی ہوئی ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد　　عیب نماید ہنرش در نظر

اِس نے آنحضرتؑ کے شام سے رخصت ہونے پر حکّام راہ کے پاس یہ پیغام
بھیجا کہ اولاد ابوتراب سے دو جادوگر محمد باقر اور اس کا بیٹا جعفر کذّاب (اے لعنت
خدا ہو تجھ پر) یہاں میرے پاس آئے تھے۔ اب مدینہ کو واپس جارہے ہیں وہ ظاہر
میں اپنے تئیں مسلمان کہتے ہیں دراصل رہبان و قسّیسین نصاریٰ سے ملاقات
کر کے نصرانی ہو گئے اور دین اسلام چھوڑ کر عیسائی مذہب اختیار کر لیا ہے
میں نے بوجہ قرابت ان کو سزا نہیں دی۔ تم یہ خط پڑھ کر منادی کرادو کہ جو کوئی
انکے ساتھ بیع و شرا کرے اور آب و طعام ان کو دے یا ان کے ساتھ مصافحہ
کرے اس کا خون حلال ہے کیونکہ وہ اسلام سے منحرف ہو گئے۔ امیر المؤمنین کا
منشا ہے کہ وہ اور انکے ہمراہی غلام و چارپائے تمام اثنائے راہ میں سختی سے ہلاک
ہو جائیں۔ وہ قاصد شہر مدین میں بھی پہنچا۔ حضرت کا معمول تھا کہ چلنے سے پیشتر
کچھ آدمی آگے روانہ کر دیتے کہ منزل پر پہنچکر جائے قیام تعین کریں اور رسد بہم پہنچائیں

تاکہ وقت پر تکلیف نہ اُٹھانی پڑے۔ آپ کے ملازم شہر مدین میں پہنچے تو شہر کے دروازے بند پائے۔ دستک دی تو شہر والے سبّ و شتم پیش آئے۔ اور امیر المومنین علی ابن ابیطالب کی نسبت ناسزا کہنے لگے۔ اور کہا اے کافرو۔ اے مشرکو اے بدترین خلائق کذّابو تم کو یہاں ٹھہرنے کا ٹھکانا نہ ملے گا۔ نہ کوئی شے کھانے پینے کی تمہارے ہاتھ فروخت کی جائے گی وہ ہنوز دروازے پر تھے کہ حضرت باقرؑ بھی آ گئے اور بکمال لین ولجاجت ان سے خواستگار ہوئے کہ خدا سے ڈرو۔ اور ہماری نسبت غلط گمان نکرو ہم ہرگز ایسے آدمی نہیں جیسا کہ تم سے کہا گیا ہے۔ بلکہ مومن و مسلمان ہیں اور بالفرض ویسے بھی ہوں تو یہود و نصاریٰ۔ مجوس جانکر ہی دروازہ کھولو اور ہمارے ساتھ خرید و فروخت کرو اور آدمیوں کا طعام چوپاؤں کا گھاس دانا لینے دو۔ آخران اقوام کے ساتھ بھی تو تم یہ معاملات کرتے ہو۔ انہوں نے کہا۔ تم یہود و نصاریٰ و مجوس سے بدتر ہو۔ کیونکہ وہ جزیہ ادا کرتے ہیں تم نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا تم ہم کو یہاں ٹھہرنے اور ضروریات خورونوش لینے دو۔ پھر ہم سے بھی اسی طرح جزیہ وصول کر لینا جیسا کہ ان لوگوں سے لیتے ہو۔ کہا ہمارے نزدیک تمہاری کوئی حرمت نہیں۔ ہم دروازہ نکھولیں گے۔ تاکہ تم اپنی سواریوں پر بھوکے پیاسے مرجاؤ اور تمہارے دواب و مواشی تمام ہلاک ہو جائیں۔ پس حضرت جس قدر پندونصیحت ان کو کرتے۔ ان کا عتوّ واستکبار زیادہ ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ آپ کو غصّہ آیا اور اپنی سواری سے اُترے اور جناب صادقؑ سے فرمایا تم یہاں ٹھہرو اور خود پہاڑ پر جسکے دامن میں شہر آباد تھا تشریف لے گئے اور جہاں سے اندر کے لوگ آپ کو دیکھ سکیں اُن کی طرف مُنہ کر کے کھڑے ہوئے اور انگشتہائے مبارک کانوں میں دیکر بآواز بلند کہا۔ والی مدین اخاھم شعیبا؟ تا قول خدا بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مؤمنین وما انا علیکم بحفیظ۔ کہ بقیہ خدا تمہارے لئے بہتر ہو اگر تم ایمان لاؤ

اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں۔ پھر فرمایا قسم خدا کی ہم بقیۃ خدا ہیں زمین خدا پر۔
راوی کہتا ہے کہ اس وقت ایک باد سیاہ و تاریک اُٹھی اور اس نے حضرت
کی آواز کو شہر کے چھوٹے بڑوں کے کان میں پُہنچا دیا۔ پس تمام مرد و زن صغیر و کبیر
اس شہر کے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور حضرت کی طرف دیکھنے لگے۔ ان میں
ایک بوڑھا آدمی بھی تھا۔ اس نے جو یہ حال حضرت کو مشاہدہ کیا۔ چلا اُٹھا کم بختو
خدا سے ڈرو۔ یہ شخص اس وقت عین اس جگہ کھڑا ہے۔ جہاں شعیب پیغمبر
اُس وقت کھڑے ہوئے تھے جبکہ انہوں نے اپنی قوم کے لئے بد دعا کی تھی
اگر تم دروازہ نکھولو گے اور اُن کو جگہ ندو گے تو تم پر یقیناً وہی عذاب نازل ہوگا
جو آنحضرت کی دُعا سے ان کی قوم پر نازل ہوا تھا۔ میں نے تمہارا حق نصیحت
ادا کیا۔ اب تم کو اختیار ہے مانو یا نہ مانو۔ بروایتے اس نے کہا لئن لم تخرجوا
الی ھذا الرجل بالاسواق لتوخذن من فوقکم ومن تحت ارجلکم فصدقونی
فی ھذہ المرۃ واطیعونی وکذبونی فیما تستانفونی فانی ناصح لکم۔ اگر تم اس
مرد کے پاس اشیاء ضروری لیکر نجاؤ گے تو تم کو عذاب خدا نیچے اوپر سے پکڑے گا
پس اس مرتبہ میرا کلام راست جانو اور اطاعت کرو اس کے بعد آئندہ جھوٹھ سمجھنا تحقیق
کہ میں تمہارا ناصح ہوں۔ بہر کیف اس بیان سے اس مرد پیر کے تمام آدمی ڈر گئے
اور دروازہ شہر کا حضرت کے لئے کھول دیا اور جملہ مایحتاج مہیا کر دیا۔ حاکم شہر
نے یہ ماجرا ہشام کو لکھا۔ اس نے جواب لکھا اس بوڑھے کو پکڑ کر قتل کرو۔ اس
نے اس مرد پیر کو شہید کیا رحمۃ اللہ علیہ۔ نیز ہشام نے حاکم مدینہ کو لکھا کہ جس طرح ہو سکے
امام کو زہر دیکر ہلاک کرو۔ مگر ہشام ہلاک ہوگیا اور اس کی یہ اُمید بر نہ آئی۔

بروایتے ہشام نے عامل مدین کو لکھا کہ شیخ کو گرفتار کر کے اس کے پاس بھیجدو
اس نے اسے روانہ کیا مگر شیخ وہاں نہ پُہنچا اور راہ میں رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔

مناظرات آنجناب با علمار مخالفان و غیرہم

کافی میں زید شحام سے روایت ہے کہ قتادہ بن دعامہ کہ مشاہیر علمار و مفسرین اہل سنت سے تھا۔ امام محمد باقر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا اے قتادہ تو فقیہ اہل بصرہ ہے۔ کہا ہاں۔ فرمایا میں نے سنا ہے کہ تو قرآن کی تفسیر بھی کرتا ہے کہا ہاں کرتا ہوں۔ فرمایا علم و معرفت کے ساتھ یا جہل و حماقت سے۔ عرض کی از روئے علم و معرفت کرتا ہوں۔ فرمایا تو بیشک تو عالم و فقیہ ہے۔ بھلا قول خدا تعالیٰ سورہ سبا میں وقدرنا فیہا السیر۔ سیروا فیہا لیالی وایاما آمنین[1] سے کیا مراد خداوندی ہے۔ قتادہ نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے زاد راہ وکرایہ سواری حلال کے ساتھ اس خانۂ معظم کے حج کے ارادہ سے چلے وہ گھر کو واپس آنے تک امان خدا میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے قتادہ میں تجکو خدا کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کیا تو نہیں جانتا کہ بعض اشخاص اپنے گھروں سے زاد راہ حلال وکرایہ حلال کے ساتھ حج بیت اللہ کو جاتے ہیں اثنار راہ میں دزد و راہزن انپر آپڑتے اور ان کو مارتے اور زاد و راحلہ تمام چھین لیجاتے ہیں قتادہ نے کہا ہاں ایسا ہوتا ہے۔ فرمایا وائے ہو تجھ پر اے قتادہ جب تو اپنی رائے

---

[1] مشہور درمیان مفسرین کے یہ ہے کہ یہ آیہ شریفہ بیان حال قریات قوم سبا میں نازل ہوئی ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ معین کیا ہم نے سیر کو درمیان ان قریات کے بقدر سونے اور آرام کرنیکے پس انہیں اپنے اس سفر میں احتیاج زاد راہ اور پانی کی نہتی۔ کیونکہ وہ قریے پاس پاس تھے لاجرم منزلیں چھوٹی چھوٹی تھیں اور صیغہ امر سیروا (سیر کرو) بزبان حال انکی طرف متوجہ ہے مگر اخبار کثیرہ سے ثابت ہے کہ تمام امت کو خطاب عام ہے انکو بھی شامل ہے۔

سے تفسیر قرآن کریگا تو خود ہلاک ہوگا اوروں کو ہلاک کریگا۔ علیٰ ہذا عوام سے اس کو اخذ کریگا تب بھی ہلاک ہوگا اور ہلاک کریگا۔ اے قتادہ اس کے یہ معنی نہیں جو تونے بیان کئے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ جو شخص اپنے گھر سے زاد و کرایہ حلال سے چلے اور ہمارے حق کا پہچاننے والا ہو۔ اور دل سے ہمکو دوست رکھتا ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ واجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم۔ یعنی جناب ابراہیمؑ نے دُعا کی کہ پروردگارا تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کردے کہ چاہیں اور محبت کریں انکے ساتھ۔ یعنی آنحضرت کی ذرّیۂ طاہرہ کے ساتھ جن میں انبیاء و اوصیاء شامل ہیں اس لئے کہ ضمیر الیھم کی جمع ہے جو ہم اہل بیتؑ کی طرف راجع ہے۔ نہ کہ خانہ کعبہ کی طرف۔ خانہ کی طرف ہوتی تو مفرد ہوتی۔ پس قسم خدا کی ہم ہیں مراد دعاء ابراہیم میں۔ جو ہم کو چاہیگا اس کا حج قبول ہوگا اور عذاب جہنم سے امان میں رہیگا۔ قتادہ نے کہا میں آج سے اس آیہ کی اسی طرح تفسیر کیا کروں گا۔ فرمایا ویحك اے قتادہ قرآن کو صرف وہی لوگ پہچانتے ہیں جن کے خطاب میں نازل ہوا ہے۔

قتادہ کی بار دیگر کی رسوائی

نیز کافی میں ابوحمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ میں مسجد رسول اللہ میں بیٹھا تھا کہ ایک مرد آیا اور سلام کیا اور کہا اے بندۂ خدا تو کون ہے کہا میں ایک شخص کوفہ کا رہنے والا ہوں۔ تیرا اس سوال سے کیا مدّعا ہے۔ کہا مجکو ابوجعفر محمد باقر سے ملنا ہے تو مجھ کو انکے پاس پہنچا سکتا ہے۔ میں نے کہا ان سے ملنے کی کیا ضرورت ہے۔ کہا چالیس مسئلے تیار کئے ہیں ان سے دریافت کروں گا۔ جو حق ہوگا اسے اختیار کروں گا باطل کو چھوڑوں گا۔ ابوحمزہ کہتے ہیں۔ اُس مرد سے میں نے کہا تو حق و باطل کا فرق جان سکتا ہے۔ کہا ہاں جان سکتا ہوں۔ میں نے کہا جبکہ تو حق و باطل میں تمیز کرسکتا ہے تجھے آنحضرت سے ملنے کی کیا ضرورت رہی۔ اس

کہا اے اہل کوفہ تم دیکھ نہیں سکتے کہ کوئی ان سے ملے۔ یا میں ان سے ملاقات
کروں گا تو تم دیکھ نہ سکو گے۔ بہرکیف راوی کہتا ہے کہ ابھی یہی گفتگو تھی کہ حضرت
محمد باقر وہاں تشریف لائے اہل خراسان انکے گرد پیش تھے اور مسائل حج دریافت
کر رہے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت آکر اپنی جگہ پر بیٹھے تو وہ شخص بھی ان کے نزدیک
بیٹھ گیا۔ میں بھی ایسی جگہ بیٹھا کہ جہاں سے ان کی گفتگو سن سکوں۔ انکے گرد
خلقت کا ہجوم تھا۔ جب سب اپنے اپنے اغراض ومقاصد حاصل کرکے رخصت
ہوئے تو حضرت نے اس سے پوچھا من انت تو کون ہے۔ عرض کی قتادہ بن
دعامہ بصری۔ ابوجعفر نے فرمایا۔ فقیہ اہل بصرہ! کہا ہاں۔ فرمایا ویحك اے
قتادہ حق تعالیٰ نے کچھ لوگ پیدا کئے ہیں جو حجت ہیں اوپر خلق خدا کے۔ بمنزلہ میخہائے
زمین قائمان بامر خدا وبرگزیدہ ہیں اس کے علوم میں۔ چنا ہے ان کو اس جل شانہ
نے تمام خلائق سے۔ اور سب سے پہلے پیدا کیا۔ اور جانب راست عرش اس کے
سایہ میں رکھا۔ قتادہ یہ سن کر دیر تک غوطہ میں رہا۔ پھر کہنے لگا اصلحك اللہ میں
بڑے بڑے فقیہوں کے آگے بیٹھا۔ ابن عباس جیسے شخص کی مجالس میں حاضر ہوا
کہیں میرا دل ایسا مضطرب وبیقرار نہیں ہوا جیسا کہ آپ کے سامنے اس وقت ہے
حضرت نے فرمایا تو جانتا ہے کہ اس وقت کہاں ہے۔ بین یدی بیوت اذن اللہ ان
ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو والاصال رجال لا تلھیھم
تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ (ترجمہ) ان گھروں
کے سامنے ہے کہ اذن دیا ہے حق تعالیٰ نے انکے بلند ہونے کا اور اپنے نام کے
ان میں بلند ہونے کا۔ تسبیح کی جاتی ہے وہاں اس جل شانہ کی صبح وشام یہ وہ
لوگ ہیں جن کو تجارت اور بیع وشرا یاد خدا سے غافل نہیں کرتے اور برپا کرنا نماز کا
اور ادا کرنا زکوٰۃ کا۔ پس حضرت نے فرمایا واللہ کہ تو اس جگہ ہے اور ہم وہی لوگ

ہیں۔ قتادہ بولا۔ راست کہا تم نے۔ قسم خدا کی خدا مجھ کو تم پر فدا کرے۔ بخدا قسم وہ گھر مٹی و پتھر کے نہیں۔ پھر کہنے لگا مجھ کو جبن یعنی پنیر کی بابت خبر دیجئے۔ اس پر ابو جعفر مسکرائے اور کہا اب تیرے مسائل کی یہانتک نوبت آپہنچی۔ کہا میں اس کا حکم بھولا ہوا ہوں پھر کہا اسکے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ عرض کی اس میں اکثر میتہ کا انفحہ[له] پڑتا ہے۔ فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ انفحہ میں رگ خون و استخوان نہیں ہوتا گو وہ فرث و خون کے درمیان سے نکلتا ہے۔ اس کی مثل ماکیان مُردہ کے مانند ہے کہ اس سے بیضہ نکلے۔ آیا تو اس بیضہ کو کھائیگا۔ قتادہ نے کہا میں اس کو نکھاؤں گا نہ کسی کو اس کے کھانے کی اجازت دوں گا۔ فرمایا کیوں کہا اس لئے کہ مُردہ سے نکلا ہے۔ اگر اسکی حضانت ہو اور اس سے بچہ نکلے تو کیا تو اس بچہ مرغ کو بھی نہ کھائیگا کہا ہاں اس کو تو کھاؤں گا۔ فرمایا یہ کیوں۔ بیضہ حرام ہو اور بچہ اس سے نکلا ہوا حلال پھر فرمایا یہی حال انفحہ کا ہے۔ اے قتادہ تو پنیر کو مسلمانوں کی دُکان سے انکے ہاتھ سے لے اور شوق سے نوش جاں کر اور مطلق تفتیش کے درپے نہو۔ جبتک کہ کوئی تم کو اس کی بابت خلاف خبر ندے۔

کلام آنجناب درباب متعہ

کشف الغمہ میں کتاب فلق نثر الدرر سے نقل ہوا ہے کہ عبداللہ ابن معمر لیثی نے حضرت ابو جعفر سے کہا میں نے سُنا ہے کہ تم حلت متعہ کا فتویٰ دیتے ہو۔ فرمایا حق تعالیٰ نے اس کو کلام مجید میں حلال کیا۔ رسول اللہ نے مسنون و مستحب کہا۔ اصحاب آنحضرت

[له] بفتح اول و کسر فا و حائے مہملہ بمعنی پنیر مایہ وہ ایک دودھ ہے کہ بچہ شتر یا بھیڑ کے شکم میں جمع ہو جاتا ہے بشرطیکہ اس بچہ نے ابتک گھاس نہ کھایا ہو پس اس کا پیٹ چاک کر کے وہ شیر کہ زردی مائل ہوتا ہے اسے نکال لیتے ہیں اور سُکھا کر دواؤں میں ڈالتے ہیں ۱۲ غیاث

عمل میں لائے۔ عبداللہ نے کہا۔ مگر عمر خطاب نے اسے حرام کیا۔ فرمایا تو عمر کے قول پر رہ ہم رسول اللہ کی پیروی کرتے ہیں۔ عبداللہ نے کہا اگر تمہارے گھر کی عورتیں متعہ کرنے لگیں تو وہ تم کو پسند آئے گا۔ فرمایا او احمق گھر کی عورتوں کا یہاں کیا ذکر جس خدائے برتر نے اپنی کتاب مجید میں اس کو حلال کیا اور اپنے بندوں کے لئے مباح فرمایا۔ وہ تیری نسبت اور جسنے ازروئے تکلف اس کو حرام بتایا اسکی نسبت زیادہ غیرت دار ہے۔ تیری عورتیں یثرب کے ایک جولاہے کے نیچے (بروئے نکاح دائمی ہوں) ہوں تو تو خوش ہوگا۔ کہا نہیں۔ فرمایا کیوں نہیں۔ آیا تو وہ امر جس کو خدا نے حلال کیا حرام کرتا ہے۔ کہا میں اس کو حرام نہیں کرتا۔ مگر جولاہہ میرا کفو نہیں۔ فرمایا اللہ اس سے راضی وخوشنود ہے اور رغبت دلاتا ہے کہ حورعین سے اس کا نکاح کریگا۔ پس تو ایسے کے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کرتا ہے جس کو حق تعالیٰ حوران جنت کا کفو سمجھتا ہے۔ یہ تکبّر وسرکشی نہیں تو کیا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ عبداللہ بن معمر یہ سُن کر ہنسنے لگا۔ اور بولا تمہارے سینے منبت (روئیدگی کی جگہ) اشجار علم ہیں پس تمہارے لئے ہیں ان کے ثمرات اور اوروں کے واسطے پتّے۔

خطاب آنجناب باابوحنیفہ کوفی

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ کتاب شرح حجج اہل سنت مؤلفہ ابوالقاسم طبری الکافی سے نقل کرتے ہیں کہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی ایک مرتبہ ابوجعفر محمد بن علیؑ بن الحسین علیہم السّلام کے پاس جبکہ وہ مسجد الحرام میں تشریف رکھتے تھے آیا اور کہا میں آپ کے نزدیک بیٹھ جاؤں۔ ابوجعفر نے کہا تو ایک مشہور آدمی ہے میں نہیں چاہتا کہ میرے پاس بیٹھے مگر اس نے آپکے قول کی پرواہ نکی اور بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا کیا تم امام ہو۔ فرمایا نہیں۔ عرض کی کوفہ میں کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں آپ امام ہیں۔ فرمایا وہ جو چاہیں خیال کریں میں اس کو کیا کروں۔ کہا تم خط لکھ کر ان کو اس سے منع کرو۔ فرمایا وہ کیوں

مانیئے اور غائب کا قیاس حاضر پر ہوتا ہے - تو سامنے موجود ہے - میں نے یہاں بیٹھنے سے تجھ کو منع کیا تو نے میرا کہنا نہ مانا اور بیٹھ گیا - اسی طرح ان کو لکھوں تو کیوں ماننے لگے - ابو حنیفہ خاموش ہو گیا اور کوئی بات بن نہ پڑی -

مباحثۂ آنحضرت بافرقہ کیسانیہ

مناقب میں ہے کہ بعض رؤسار کیسانیہ نے جناب باقرؑ کے ساتھ محمد بن حنفیہ رضؓ کے زندہ ہونے میں کلام کیا - آپ نے فرمایا ویحك وائے ہو تجھ پر یہ کیسی حماقت ہے ان کا حال ہم کو اچھی طرح معلوم ہونا چاہیئے یا تمہیں - میرے باپ علی بن الحسین آپکی وفات پر انکے پاس موجود تھے - انکے سامنے ان کو غسل دیا گیا - نماز پڑھی گئی اور دفن ہوئے - کہا تمہارے باپ کو شبہ ہوا جیسا کہ عیسٰی بن مریم کے بارے میں یہود کو شبہ ہوا - آپ نے فرمایا یہی تیری حجت ہمارے اور تیرے درمیان فصل خصومت کو کافی ہے اگر اس پر قائم رہے کہا ہاں قائم ہوں - فرمایا تو اب میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ وہ یہود جن پر عیسٰی بن مریم کا امر شتبہ ہوا وہ انکے دوست تھے - کہا نہیں وہ دشمن آنجناب تھے - فرمایا تو میرے باپ کیا محمد حنیفہ رح کے دشمن تھے کہ ان کا کام آنحضرت پر شتبہ رہتا - راوی کہتا ہے کہ کیسانی اس پر بند و لاجواب ہو گیا اور اس نے کیسانی مذہب کو ترک کر کے حق کی طرف رجوع کیا -

لطیفہ - کھمش راوی ہے کہ جابر جعفی نے مجھ سے کہا میں جناب ابو جعفر کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے پوچھا تو کون ہے - میں نے کہا ایک مرد ہوں کوفہ کا رہنے والا کہا کس قبیلہ سے کہا قبیلہ جعف سے - فرمایا یہاں کیوں آیا - کہا طلب علم کی خاطر فرمایا کس سے عرض کی آپ سے - فرمایا تو تو ایسا کرنا کہ جب کوئی تجھ سے پوچھے کہ کہاں کا رہنے والا ہے - کہنا مدینہ کا - میں نے کہا جھوٹ بولنا مجھ کو روا ہے - فرمایا یہ جھوٹ نہیں - جو کوئی مدینہ میں ہے اہل مدینہ سے ہے جبتک کہ یہاں سے باہر نجائے -

مناظرۂ آنجناب باسالم مولائے ہشام بن عبدالملک

احتجاج طبرسی میں ہے کہ سالم مولائے ہشام حضرت ابو جعفر کی خدمت میں حاضر ہوا اور (بکمال خیرہ چشمی) کہا میں تمہارے پاس اس مرد کے بارے میں کلام کرنے آیا ہوں۔ فرمایا کس مرد کے بارے میں کلام کرنا چاہتا ہے کہا علی بن ابیطالب کے باب میں۔ کہا انکے کس امر میں کلام کرے گا۔ کہا اس کے احداث (جنگ باعائشہ وغیرہ) میں۔ فرمایا اے سالم جو اخبار تجھ کو راویان معتبر سے پہنچے ہیں ان کو دیکھ اور ان میں غور کر۔ آیا تو نے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے بروز خیبر سعد بن معاذ کو انصار کا علمبردار کر کے یہود کے مقابلے میں بھیجا وہ شکست کھا کر واپس آئے۔ پس آپ نے عمر خطاب کو مہاجرین وانصار دونوں کا علم دیکر روانہ کیا۔ سعد بن ابی وقاص نے مجروح ہو کر معاودت کی اور عمر واپس آئے درانحالیکہ اپنے اصحاب کو بُزدل کہتے تھے۔ اور اصحاب ان کو بُزدل کہتے تھے۔ رسول اللہ نے فرمایا اَھٰکذا یفعل المھاجرون والانصار۔ کیا مہاجرین وانصار ایسے ہی کام کیا کرتے ہیں۔ اور تین مرتبہ اس کلمہ کا تکرار کیا پھر فرمایا لاعطین الرّایۃ غدًا رجلاً یحبّ اللہ ورسولہ ویحبّہ اللہ ورسولہ۔ کہ کل میں علم لشکر اس شخص کو دونگا جو خدا و رسول کو دوست رکھے اور خدا و رسول اسے دوست رکھیں۔ آیا یہ حدیث صحیح ہے۔ کہا ہاں صحیح ہے اور حاضرین نے بھی تصدیق کی کہ البتّہ یہ حدیث معتبر ہے۔ حضرت نے فرمایا تو اے سالم اگر تو کہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی کو دوست رکھا حال آنکہ جو احداث (بدعات) ان سے سرزد ہونے والے تھے وہ سُبحانہ ان سے آگاہ نہ تھا تو بوجہ تجویز جہل کے اس سُبحانہ پر کافر ہو گیا۔ اور جو کہئے کہ اس نے ان باتوں کے علم واقفیّت کے باوجود بھی امیرالمومنین ع کو دوست رکھا تو وہ احداث احداث نہ ہے۔ سب خدا کے نزدیک روا اور جائز ہیں۔ سالم نے عرض کی اس تقریر کو دوبارہ ارشاد فرمائیے۔ حضرت نے اس کا اعادہ کیا

سالم نے کہا عَبَدتُ اللهَ عَلیٰ ضَلالۃٍ سبعین سنۃً ۔ میں خدا کو ستّر سال تک گمراہی میں عبادت کرتا رہا۔ حقیر مؤلّف کہتا ہے کہ اس سے پہلے باب علم و معرفت میں گزرا کہ آپ نے نافع بن ارزق کو بھی اسی طرح ملزم و مبہوت کیا تھا۔

کلام آنجناب بجواب حسن بصری

عبداللہ بن سلیمان نے کہا میں خدمت بابرکت حضرت ابوجعفر علیہ السّلام میں حاضر تھا کہ اہل بصرہ سے ایک شخص نے جس کو عثمان اعمی کہتے تھے کہا حسن بصری کا قول ہے کہ جو لوگ علم کو مخفی رکھینگے۔ انکے ریاح شکم ایسے گندہ و متعفّن ہونگے کہ اہل جہنم ان سے ایذا پائیں گے۔ حضرت نے فرمایا تو اس صورت میں مومن آل فرعون ہلاک ہوا۔ حال آنکہ حق تعالیٰ ان کی مدح کرتا ہے قرآن میں۔ اسپر جہاں کہ فرماتا ہے۔ وقال رجل من آل فرعون یکتم ایمانہ اور کہا ایک مرد نے آل فرعون سے جو اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ علوم الٰہی مخفی و مکتوم تھے۔ اس وقت تک کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی نوح علیہ السّلام کو مبعوث بہ نبوّت کیا۔ بعد ازاں فرمایا حسن بصری دہنے بائیں جس طرف چاہیں جائیں قسم خدا کی۔ علم (خالص) ان کو یہاں کے سوا کہیں نہ ملے گا۔ اور عادت تھی آنجناب کی کہ ایسے مقام پر فرمایا کرتے تھے۔ بلیۃ النّاس علینا عظیمۃ۔ ان دعوناھم لم یجیبونا وان ترکناھم لم یھتدوا بغیرنا ہم ان لوگوں کے ہاتھوں بڑی مصیبت میں ہیں ان کو اپنی طرف بلاتے ہیں تو قبول نہیں کرتے نہیں آتے۔ بحال خود چھوڑ دیتے ہیں تو کسی دوسرے میں لیاقت نہیں پاتے کہ ان کو ہدایت کرے۔

جواب آنجناب از تحکیم حکمین

نیز ارشاد میں اس نافع بن ہندق کے ساتھ ایک اور گفتگو کی حکایت بیان ہوئی ہے کہ وہ ایک مرتبہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسائل حلال و حرام دریافت کرنے لگا

حضرت نے فرمایا اس فرقہ (خوارج) سے دریافت کرو کہ تم امیر المومنین ؑ سے کس بات پر جدا ہوئے۔ وہ کہیں گے کہ انہوں نے دین خدا میں حکم مقرر کئے تو جواب میں کہنا کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کی شریعت میں اپنی مخلوق سے دو حکم مقرر کرنیکا حکم دیا قرآن میں ارشاد ہے فابعثوا حکماً من اھلہ وحکماً من اھلھا ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما۔ یعنی مقرر کرو ایک حکم مرد کے طرفداروں سے ایک عورت کے اہل سے اگر وہ نیکی و اصلاح کا ارادہ کرینگے تو اللہ تعالیٰ ان کو توفیق خیر دے گا پھر حضرت نے فرمایا کہ یہ خدا کے مقرر کردہ حکم ہیں۔ رسول اللہ نے بروز بنی قریظہ سعد معاذ انصاری کو حکم کیا اسکے فیصلہ کو خدا و رسول نے قبول کیا۔ اور اس پر کاربند ہوئے۔ اور ان سے کہنا کہ تم نہیں جانتے کہ امیر المومنین نے حکمین سے کہدیا تھا کہ وہ قرآن کی موافق حکم کریں۔ اس سے تجاوز نکریں۔ اور شرط کرلی تھی کہ قرآن کے خلاف انسانی حکم نہیں مانا جائے گا وہ مردود ہو گا۔ جب آپ کے حیات میں آپ کے سامنے یہ اعتراض کیا گیا کہ تم نے اپنی طرف سے کیوں حکم مقرر کیا تو فرمایا مینے کسی مخلوق کو حکم نہیں کیا صرف کلام اللہ کو حکم ٹھرایا ہے۔ پس خارجی قرآن شریف کو حکم مقرر کرنے والے اور اس کے خلاف کو رد کرنے والے کو بلا ارتکاب کذب و بہتان کیونکر گمراہ بتلا سکتے ہیں۔ نافع نے کہا خدا کی قسم یہ باتیں آجتک میری سمجھ میں نہیں آئی تھیں نہ کسی سے کانوں میں پڑی تھیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ یہی حق حقیقی ہے۔

ابن شبرمہ کے فتوے کی غلطی کا اظہار

علی بن مہریار نے نقل کیا کہ ایک شخص نے دختر صغیرہ کے ساتھ نکاح کیا۔ اس کی زوجہ نے اس لڑکی کو دودھ پلایا پھر اس کی دوسری زوجہ نے ارضاع کیا۔ ابن شبرمہ نے فتویٰ دیا کہ وہ بنت صغیرہ اس مرد پر حرام ہوگئی اور اس کی دونوں زوجہ بھی۔ حضرت محمد باقر نے یہ سُنا تو فرمایا۔ ابن شبرمہ نے اس فتوے میں خطا کی وہ لڑکی صغیرہ اور

وہ زوجہ جس نے پہلی بار اس کو دودھ پلایا تھا ضرور حرام ہوئی مگر دوسری زوجہ حرام نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس نے تو اس وقت دودھ پلایا جب وہ لڑکی اس کے دُختر کے حکم میں ہو چکی تھی۔

کلام آنجناب دربارہ سلونی ارشاد امیر المومنین

زرارہ کہتے ہیں۔ کہ میں حاضر خدمت تھا ایک شخص نے اہل کوفہ سے آپ سے قول امیر المومنین سلونی عما شئتم ولا تسئلونی من شئ الا انبأتکم بہ کہ سوال کرو تم مجھ سے جس چیز سے کہ چاہو جس امر سے سوال کرو گے میں تم کو اس سے خبر دوں گا کا ذکر کیا (گویا اس کو اعتراض تھا آپ کے ایسے علم کامل پر) حضرت نے فرمایا کسی کے پاس کوئی علم نہیں الا اس کا ماخذ علی ابن ابیطالب ہیں۔ پھر فرمایا کہ لوگ جس طرف چاہیں جائیں قسم خدا کی علم ان کو یہیں سے ملیگا اور دست مبارک سے اپنے سینہ مقدس کیطرف اشارہ کیا۔

قول آنجناب در خلق اللہ آدم علیٰ صورتہ

محمد بن مسلم کہتے ہیں میں نے حضرت سے حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر پیدا کیا،، کی بابت سوال کیا گیا۔ فرمایا وہ ایک صورت مخلوق و محدث ہے حق تعالیٰ نے اس کو برگزیدہ کیا اور جملہ صور ہائے مختلفہ سے انتخاب و اختیار فرمایا پس اس کو اپنے نفس کی طرف منسوب فرمایا جیسا کہ کعبہ کو اپنی طرف منسوب کیا کہ اس کو بیتی کہا اور روح کو اپنے سے نسبت دی اور روحی کہا۔ ایسا ہی صورت خاص کو اپنے سے منسوب کر کے صورتہ یعنی صورت اللہ کہا۔

ایضاً۔ حمران بن اعین نے آنحضرت سے قول خدائے تعالیٰ و روح منہ کی بابت سوال کیا۔ فرمایا وہ ایک مخلوق ہے جس کو اس جل شانہ نے اپنی حکمت بالغہ سے حضرت آدم

حضرت عیسیٰ کے جسموں میں خلق کیا۔

مکالمات آنجناب با حسن بصری بار دیگر

احتجاج میں ابوحمزہ ثمالی سے نقل ہوا ہے کہ حسن بصری[۱] ابوجعفر محمد باقرؑ کے پاس آیا اور کہا مجکو چند باتیں حضور سے دریافت کرنی ہیں۔ فرمایا تو ہی فقیہ اہل بصرہ ہے۔ عرض کی لوگ ایسا کہتے ہیں۔ فرمایا بصرہ میں کوئی اور ہے جس سے تو علم دین حاصل کرتا ہے۔ کہا نہیں۔ فرمایا تو کل بصرے والے تجھ سے علم لیتے ہیں۔ کہا ہاں۔ فرمایا تو بار عظیم تو نے سر پر لیا ہے۔ پھر فرمایا ایک امر تیری طرف سے مجھ کو پہنچا ہے۔ معلوم نہیں درست ہے یا تہمت تم پر لگائی گئی ہے۔ کہا وہ کیا ہی فرمایا۔ سُنا ہے کہ تو کہتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیدا کیا اور تمام نیک و بد کو اُن کے سپرد کر دیا۔ حسن یہ سُنکر خاموش ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اے حسن تیرے نزدیک جس کو حق تعالیٰ اپنی کتاب عزیز میں آمن (محفوظ مامون) کہے آیا اس کو کوئی خوف مس کر سکتا ہے۔ کہا نہیں۔ آپنے یہ آیہ شریفہ وجعلنا بینھم و بین القریٰ اللتی بارکنا فیھا قریً ظاھرۃً[۲] الخ کی تلاوت کی اور اسی طرح حجت لائے جیساکہ پیشتر حدیث قتادہ میں گزرا کہ اے حسن میں نے سُنا ہے کہ تو قریٰ مبارکہ سے مکہ مراد لیتا ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ کیا حج کو جانے والے ہمیشہ مامون و محفوظ ہوتے ہیں کیا راہ میں راہزن اور قزاق ان کو لوٹ نہیں لیتے۔ کیا خود مکہ والوں کو اندیشہ نہیں رہتا کہ چور و ڈاکو ہم پر آپڑیں اور مال ہمارے لوٹ لیں اور جانوں سے مار ڈالیں پس لامحالہ قریات مبارکہ سے ہم اہل بیت رسالت مراد ہیں اور قریٰ ظاہرہ سے انبیاء

---

۲ تتمہ آیہ شریفہ یہ ہے وقدرنا فیھا السیر سیروا فیھا لیالی و ایاما آمنین یعنی مقرر کیا ہمنے چلنے پھرنے کو ان قریوں میں پس سیر کرو ان میں راتوں اور دنوں درانحالیکہ امن میں ہو ۱۲

علیہم السلام یا علمائے شیعہ کہ شب و روز ہماری طرف طلب علم حلال و حرام و فرائض و احکام کے لئے راتوں دنوں آمد و رفت رکھیں اور یہ علوم ہم سے لیکر دیگر شیعیان کو پہنچائیں۔ حق تعالیٰ نے اس آمد و رفت کو انکے لئے مقدّر و مقرر کر دیا ہے اور چونکہ علم کو اس کے معدن و ماخذ سے لینگے جس سے لینے کا حق تعالیٰ سے ان کو حکم دیا گیا ہے تو ہر طرح شک و شبہ و ضلالت و گمراہی سے مامون و مصئون ہونگے۔ کیونکہ ہم وارثان علم خدا ہیں کہ ہم کو علوم دینیہ یقینیہ آدم علیہ السلام سے ورثہ میں ملے ہیں اور برگزیدۂ خدا ہیں کہ یہ اصطفا و برگزیدگی ہمارے سوا کسی کے حصے میں نہیں آئی اور تجھ کو اور تیرے اشباہ و امثال کو نہیں مل سکتی۔ اے حسن میں تجھ سے وہی باتیں کہتا ہوں جو تیری طرف سے مجھ کو پہنچی ہیں یا تیرے بشرے سے مجھ کو ظاہر ہوئی ہیں۔ خبردار تو تفویض کا قائل نہونا۔ بتحقیق کہ حق تعالیٰ کبھی عجز و وہن سے کوئی امر کسی کے سپرد نہیں کرتا نہ اپنے طاعات و معاصی پر کبھی جبر فرماتا ہے۔ پس جبر و تفویض کا مذہب قطعاً باطل ہے صاحب احتجاج علامہ طبرسی یہانتک پہنچکر کہتے ہیں کہ یہ حدیث طولانی ہے ہمنے یہاں اس سے بقدر حاجت نقل کیا۔

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۸۱)

لہ ابو سعید حسن بن ابی الحسن یسار بصری سادات تابعین اور انکے بزرگوں سے تھے علم زہد و ورع عبادات کے جامع تھے۔ ان کا باپ یسار جنگ میسان عراق سے بندی میں آیا۔ زید بن ثابت انصاری کا آزاد کردہ تھا۔ ماں خیرہ کنیز آزاد کردہ ام سلمہؓ زوجہ رسول اللہ تھیں۔ بعض اوقات کسی کام کو جاتی تو ام سلمہ بچہ کے بہلانے اور چپکا کرنے کو اپنے پستان اس کے منہ میں دیتیں کہتے ہیں کہ شیر اس سے جاری ہوا اور یہ علم و فصاحت اسی کی برکت تھے۔ ابو عمرو بن علاء نے کہا میں نے حسن بصری اور حجاج یوسف سے زیادہ کوئی فصیح نہیں دیکھا۔ کہا گیا ان دونوں میں کون زیادہ فصیح تھا کہا حسن۔ حسن دو سال خلافت عمرؓ کے باقی تھے کہ پیدا ہوئے اور رجب ۱۱۰ھ میں وفات پائی ۱۲ ابن خلکان

حسنین علیہما السّلام پسران رسول خدا ہیں

ابی الجارود نے کہا کہ مجھ سے حضرت ابو جعفرؑ نے فرمایا کہ یہ لوگ حسنؑ وحسینؑ کے بارے میں کیا کچھ کہتے ہیں۔ میں نے کہا ہمارے اس قول کا کہ وہ حضرات پسران رسول خدا ہیں انکار کرتے ہیں فرمایا۔ تم نے انکے سامنے کیا حجت پیش کی۔ کہا قول خدا کا دربارۂ حضرت عیسیٰؑ ومن ذرّیّتہ داؤد سے لیکراس کے قول وکلّ من الصّالحین تک پڑھا کہ اس میں حق تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السّلام کو ذرّیت ابراہیم یعنی ان کی اولاد سے قرار دیا ہے۔ یعنی جیسے عیسیٰؑ اپنی امّاں مریمؑ کی وجہ سے اولاد ابراہیم میں داخل ہوئے اسی طرح حسنین فاطمہ زہرا کی جہۃ سے پسران رسول اللہ ہیں۔ نیز ہم نے آیہ مباہلہ قل تعالوا ندع ابنائنا وابنائکم ونسائنا ونسائکم وانفسنا وانفسکم الخ پیش کی۔ فرمایا انہوں نے کیا جواب دیا۔ میں نے کہا وہ کہتے ہیں کہ دختر زادہ کو بیٹا کہہ دیتے ہیں مگر وہ صلبی بیٹا نہیں ہو سکتا۔ حضرت نے فرمایا اے ابو الجارود قسم خدا کی میں کلام اللہ سے ایسی آیہ کا تم کو نشان دیتا ہوں جو صلب رسول اللہ سے بنائے اس کو سوائے کافر کے کوئی رد نہیں کر سکتا۔ میں نے کہا فدا ہوں حضرت پر وہ کونسی آیت ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وحرّمت علیکم امّھاتکم وبناتکم واخواتکم تا قول خدا تعالیٰ وحلائل ابنائکم الذین من اصلابکم۔ یعنی حرام کی تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں تا قول خدا۔ اور بیبیاں تمہارے بیٹوں کی جو تمہارے اصلاب سے ہیں۔ اب ان سے دریافت کرو اے ابو الجارود کہ آیا رسول اللہ کو حسنین کی ازواج سے نکاح کرنا حلال تھا اگر ہاں کہیں تو وہ جھوٹے ہیں۔ نہیں کہا تو قسم بخدا کہ وہ پسران صلبی رسول اللہ ہیں صلبی ہونے ہی سے وہ عورات آنحضرت پر حرام ہوئیں۔

برخے از مکارم اخلاق و محاسن آداب

پارہ از جود وسخا

حسن بن کثیر نے کہا میں نے آنحضرتؑ کے آگے اپنے فقر و فاقہ و جفاء برادران کا ذکر کیا۔ تو فرمایا بئس الاخ اخ یرعاک غنیًا ویقطعك فقیرًا۔ بُرا ہے۔ تیرا وہ بھائی جو تو انگری میں تیری رعایت رکھے اور فقیری میں تجھ کو چھوڑ دے۔ پھر غلام کو اشارہ کیا۔ اس نے سات سو درہم کی ایک تھیلی حاضر کی وہ مجھ کو دیکر ارشاد کیا۔ اس کو خرچ کرو۔ ختم ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا۔

عمرو بن دینار و عبداللہ بن عبید اللہ بن عمر نے کہا ہم جب حضرت ابو جعفر کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ہم کو نفقہ۔ صلہ ولباس عنایت فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ یہ تمہارے لئے تیار رکھا تھا قبل اس کے کہ تم یہاں آؤ۔

اور سلیمان قدام نے کہا وہ حضرت پانچ چھ سو سے لیکر ہزار درہم تک کا جائزہ ہم کو عطا کرتے اور اپنے رشتہ داروں پاس آنے جانے والوں اور توقع کرنیوالوں کے صلے دینے سے کبھی نہ اُکتاتے۔ اور فرماتے تھے کہ شدید ترین اعمال تین عمل ہیں۔ برادران دینی کے ساتھ مواسات وغمخواری کرنا اور اپنے نفسوں سے اور لوگوں کا انصاف دینا اور ہر حال میں یاد خدا کو جاری رکھنا۔

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار خدمت اقدس میں اپنے والد بزرگوار کے حاضر تھا۔ اس روز آنحضرتؑ نے آٹھ ہزار دینار اہل مدینہ پر خیرات کئے تھے اور گیارہ بردے آزاد فرمائے تھے۔

جمعہ کے دن کی خیرات

آپ کا ارشاد تھا کہ صدقہ روز جمعہ کا ثروت و دولت کو مضاعف کرتا ہے۔ وہ حضرت اس روز ایک دینار سے کم کسی کو نہ دیتے تھے۔ جناب صادقؑ نے فرمایا کہ ہمارے باپ

ابو جعفر اپنے خاندان میں مالداری میں کم تھے۔ اور اخراجات آنحضرت کے اوروں سے زیادہ تھے تاہم وہ حضرت ایک دینار کا صدقہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ صدقہ روز جمعہ کا مضاعف ہوتا ہے بباعث فضیلت اس دن کے باقی ایام پر۔

اطعام طعام

ابو خالد کابلی کہتے ہیں کہ میں ایک بار حاضر خدمت ہوا تو کھانا منگایا اور مجھے بھی اپنے ساتھ کھانے کے باعث ہوئے۔ میں نے ہمراہ آنجناب کھانا تناول کیا۔ کھانا ازبس لطیف و لذیذ تھا کہ میں نے پہلے کبھی ایسا نہ کھایا تھا۔ فارغ ہوئے تو فرمایا یا ابا خالد کیف رایت طعامنا او قال طعام مدیٖ۔ اے ابو خالد تو نے ہمارا کھانا کیسا دیکھا یا فرمایا اپنا کھانا کیسا پایا۔ میں نے عرض کی میں نے پہلے کبھی ایسا کھانا نہ کھایا تھا۔ مگر مجھ کو اس وقت یہ آیہ کلام اللہ کی یاد آئی ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم۔ اور البتہ تم سوال کئے جاؤ گے اس روز ان نعمات سے۔ مطلب یہ کہ ان عمدہ کھانوں کا بروز قیامت حساب دینا پڑیگا۔ فرمایا انما تسئلون عما انتم علیہ من الحق۔ یعنی اس کا یہ مطلب نہیں جو تو نے سمجھا۔ یہ سوال اس حق کی بابت ہوگا جو ہمارا تمہیر ہے۔ یعنی ائمہ جیسی بزرگ نعمت جو تم کو عطا ہوئی ہے۔ اس کی بابت پوچھا جائیگا کہ تم نے انکے ساتھ کیا سلوک کیا اور کیونکر ان سے پیش آئے۔ بروایتے فرمایا اللہ تعالیٰ بزرگتر ہے اس سے کہ طعام لذیذ کی بابت جو اس نے حلال کئے ہیں مواخذہ کرے یا حساب کتاب لے۔

اور بزیع نے کہا میں حاضر خدمت ہوا تو روغن زیتون و سرکہ کے ساتھ کہ پیالہ سیاہ رنگ میں جسکے اندر زرد روشنائی سے سورۂ قل ہو اللہ تحریر تھا۔ طعام نوش فرما رہے تھے۔ فرمایا اے بزیع یہاں آؤ اور ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہو۔ میں تعمیل ارشاد کرکے بیٹھ گیا۔ روٹی ختم ہوئی تو تین گھونٹ پانی کے پئے اور پیالہ مجھے عنایت کیا۔ بقیہ میں نے پی لیا۔

آپ کا ارشاد تھا کہ تین آدمیوں کی مومنین سے ضیافت کروں تو یہ میرے نزدیک سات بندے آزاد کرنے سے بہتر ہے۔ نیز فرمایا کہ وہن و سبکی ہے کہ کوئی تیرے ساتھ احسان کرے اور تو اس کا بدلہ نہ دے۔ اور خلاف ادب ہے۔ خدمت لینا مہمان سے اور فرمایا مہمان تمہارے گھر آئے تو اترنے میں اس کی مدد کرو۔ اور جب جانا چاہے تو اسباب بندھوانے اور بار کرنے میں اس کے معین و مددگار ہو اور جانے کے وقت توشہ اس کے ہمراہ کرو جو خوب و خوشبو ہو۔

اور اکثر فرماتے تھے۔ اللّٰھمّ اعنّی علی الدّنیا بالغنی و علی الاٰخرۃ بالعفو۔ پروردگارا دنیا میں میری غنا و تونگری سے اعانت کر اور آخرت میں مغفرت گناہاں سے۔

سلمی زن آزاد کردۂ آنجناب کہتی ہے کہ حضرت کے پاس اکثر اوقات برادران آنجناب آتے کبھی آپ ان کو نجانے دیتے۔ جبتک کہ نفیس کھانا نہ کھلالیتے اور عمدہ لباس نہ پہنادیتے اور نقدی درہم و دینار سے عنایت نفرماتے۔ گاہ گاہ میں اس میں کمی کو کہتی تو فرماتے اے سلمی خوبی دنیا و آخرت اس میں ہے کہ برادران اور جان پہچان اشخاص کو نفع پہنچایا جاوے۔ اکثر اوقات وہ حضرت پانسو چھ سو سے لیکر ہزار تک کا جائزہ عطا فرماتے۔ اور بھائیوں کے دیر تک پاس بیٹھے رہنے سے ملول نہوتے اور فرماتے کہ بھائی کے دل کی دوستی اسی سے پہچانی جاتی ہے کہ جو کچھ اس کی طرف سے تیرے دل میں ہو۔ آپکے دروازے پر کسی سائل کو یہ نہیں کہا جاتا تھا کہ اے فقیر پھر آئیو۔ یا اے سائل یہ لو۔ بلکہ آپ کا حکم تھا کہ ان کو اچھے سے اچھے اسماء کے ساتھ یاد کرو۔

آنحضرت کا قول تھا کہ اگر سائل جانے کہ سوال میں کس قدر خواری ہے تو کوئی کسی سے سوال نکرے اور جو دینے والے کو علم ہو کہ حاجت براری کے کیا کیا مدارج ہیں تو کبھی کوئی کسی کا سوال رد نکرے۔

مصافحہ حضرت محمد باقر کا ارشاد ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا

کہ جب کوئی تم سے کسی دوسرے سے ملے تو چاہیئے کہ سلام کرے اس پر اور مصافحہ کرے اس کے ساتھ بتحقیق کہ حق تعالیٰ نے مصافحہ سے ملائکہ کا اکرام کیا۔ پس تم بھی ملائکہ کا کام کرو۔ نیز۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جس وقت تم باہم ملاقات کرو تو سلام و مصافحہ کے ساتھ کرو۔ جب جُدا ہو تو استغفار کہکر جُدا ہو۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ احادیث ہذا سے جس قدر تاکید شدید مصافحہ کی بجسب شرع شریف ہے ظاہر ہے۔ نیز یہ امر کہ دو مومنوں کا باہم مصافحہ کرنا موجب اجر و ثواب بیحساب ہے۔

رواج مصافحہ بصورِ مختلفہ در اقطار عالم

واضح ہو کہ رسم مصافحہ کم و بیش ہر ملک و ہر ایک قوم میں کسی نہ کسی طریق پر رائج ہے۔ ہندوؤں میں رام رام کے ساتھ سر جھکانا۔ ہاتھ ماتھے تک پہنچانا پرانا رواج ہے۔ انگریزی زمانا بایکدگر ملتے ہیں تو بڑے شوق سے ہاتھ ملاتے اور دباتے ہیں اور اس کو شیک ہینڈ کہتے ہیں۔ بعض کتب میں دیکھا گیا کہ زمانۂ قدیم میں انکے یہاں دستور تھا کہ ایک دوسرے سے ملتا تو موئے سر کسی قدر اُکھاڑ کر اسکی نذر کرتا۔ علیٰ ہذا وہ اس کے جواب میں کچھ بال نوچ کر اس کو دیتا۔ یہ طریقہ تحیۃ کا اِنکے درمیان جاری تھا گو اب متروک و معیوب ہے۔ نیز لکھا ہے کہ بعض جزائر شمال میں معمول ہے کہ ایک دوسرے سے ملتا ہے تو اپنا پاؤں اُٹھا دیتا ہے۔ دوسرا اسپر مُنہ ملتا اور مسح کرتا ہے۔ یہ طریقہ تعظیم کا انکے یہاں جاری و ساری ہے اور ایک ملک کا دستور ہے کہ دو کس عند الملاقات اپنی اپنی ناک دوسرے سے ملاتے ہیں اور ان کو باہم رگڑتے ہیں۔ اور شمالی ہند ملک تبت کا یہ عجیب و غریب ڈھنگ ہے کہ جو کوئی اپنے عزیزوں دوستوں وغیرہ شناساؤں و دیگر اہل سوابق سے ملتا ہے تو سفید ریشم کا ایک رومال اس کو دیتا ہے۔ علیٰ ہذا وہ لوگ خطوط و مراسلات بھی ریشمین

پارچوں میں دوسروں کو بھیجتے ہیں اور مکتوب الیہ انکے جوابات قطعات حریر میں ملفوف
کرکے انکی طرف روانہ کرتے ہیں اور راہ باٹ میں جو باہمدگر ملاقات ہوتی ہے تو
اپنا رومال ایک دوسرے کی طرف پھینکتے ہیں جس کے جواب میں وہ بھی رومال اس طرف
پھینکتے ہیں۔ یہی ادل بدل کرنا رومالوں کا سڑکوں اور راستوں پر ان کا مصافحہ ہے
اور یہ رسم اس قدر انکے درمیان رواج پائے ہوئے ہے اور اتنی اس کی تاکید ہے
کہ اگر احیاناً ترک ہو جائے گو سہواً ہی سہی۔ تو معاملہ طول پکڑتا اور باہمی بغض و عداوت
کا باعث ہوتا ہے حتّٰی کہ جدال و قتال کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور عجیب تر ان سب
میں اہل افریقہ کا دستور ہے کہ وقت ملاقات ایک دوسرے کے کپڑے کا سرا لیکر
اپنی کمر پر لپیٹنے لگتا ہے اور بدترین یعنی سب سے فحش اور خبیث طریقہ ایک جزیرے کا
یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہاں کی عورات اپنے بزرگوں کے سامنے بدن کھولتی یعنی کپڑے
اُتار کر بالکل ننگی ہو جاتی ہیں اور یہ انکے نزدیک بڑوں کی تعظیم اور اپنی ذلّ و انکسار
کی علامت ہے۔ وللنّاس فیما یعشقون مذاہب۔ لوگ اپنی اپنی رسم و راہ کے
دلدادہ اور اس پر فریفتہ ہیں۔ بہرکیف مسلمانوں میں شیعوں کا صاف و سیدھا طریقہ
مصافحہ کا یہ ہے کہ دونوں شخص اپنے اپنے ہاتھ آگے بڑھا کر ایک دوسرے کے ہاتھوں
کے درمیان داخل کرتے ہیں جس سے ایک کے ہاتھ کا شکم دوسرے کے شکم سے
اور دوسرے ہاتھ کا بطن دوسرے کی پشت سے۔ بہیئت مجموعی ملصق و مماس
ہو جاتا ہے۔ سُنّی دہنے ہاتھ سے دہنا اور بائیں سے بایاں جُدا جُدا ملا کر مقراضی شکل
پیدا کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ شیعوں کا طریق مصافحہ ربط و مس میں سنّیوں سے بہتر ہے
یہانتک دین اسلام کی رو سے مصافحہ کی فضیلت اور عالم میں اسکے رواج کا
بیان تھا آگے وہ روایات و حکایات ذکر ہوتی ہیں جن سے موضوع کتاب جناب
ابو جعفر محمد باقر کا اس عمل خیر کا شوق و شغف ظاہر ہو اور دو مصافحوں کے درمیان

جلفا عمل مذکور ہوئی ہے مومنین ناظرین ان کو دیکھ کر انشاء اللہ اس سنت مؤکدہ کی
بجاآوری میں ضرور ترقی کرینگے۔ ابوعبیدہ کا بیان ہے کہ میں ایک بار سواری شُتر
میں ابو جعفر محمد باقر کا عدیل تھا پہلے میں سوار ہو لیتا تو وہ حضرت سوار ہوتے جب
ہم درست بیٹھ جاتے تو آپ سلام کرتے۔

نیز۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس وقت دو مومن باہم ملاقات اور مصافحہ کرتے
ہیں تو حق تعالیٰ ان دونوں کے ہاتھوں کے درمیان اپنا ہاتھ داخل کرتا ہے اور ان
میں جو کوئی دوسرے کے ساتھ زیادہ محبت کرتا ہے وہ سبحانہ اسکے ساتھ مصافحہ کرتا ہے

نیز۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جب دو مومن باہم ملتے اور مصافحہ کرتے ہیں تو اللہ
تعالیٰ دستِ شفقت اپنا انکے ہاتھوں کے درمیان داخل کرتا ہے۔ اور جو ان میں سے
اپنے صاحب کے ساتھ زیادہ الفت رکھتا ہے وہ جل شانہ اسکی طرف بنظر رحمت
نگاہ کرتا ہے۔ اس وقت ان دونوں سے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے برگہائے شجر
موسم خزاں میں جھڑتے ہیں۔

دیگر۔ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی ہاتھ کو مصافحہ میں دیر تک مشغول رکھے۔ اسکا
ثواب دوسرے سے زیادہ ہے۔ اور آنحضرت کا ارشاد ہے کہ بایکدگر ہاتھ ملاؤ
اور مصافحہ کرو کہ ایسا کرنا کینے کو سینوں سے نکالتا ہے۔

دیگر۔ ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ ایک بار میں سواری شتر میں حضرت کا عدیل تھا
اس کی پشت سے سامان اُتار اگیا تو حضرت ذرا وہاں سے دور گئے۔ واپس آئے تو
میرا ہاتھ پکڑ کر زور سے دبایا۔ عرض کی فدا ہوں آپ پر کیا میں ابھی محمل میں حضور کے
ساتھ نہ تھا۔ فرمایا تجھے معلوم نہیں کہ مومن ذرا سی بھی گردش کرتا ہے اور اسکے بعد اپنے
بھائی کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف بروئے رحمت متوجہ ہوتا ہے
اور اپنی توجہ کو ادھر سے نہیں ہٹاتا۔ تا اینکہ گناہوں کو کہتا ہے کہ ان سے دور ہو جاؤ

پس اے ابوحمزہ وہ اس طرح گرتے ہیں جیسے موسم خزاں میں درخت کے پتّے گرتے ہیں یہانتک کہ دونو جدا ہوتے ہیں تو کوئی گناہ ان پر باقی نہیں رہتا۔

نیز۔ آنحضرت علیہ السّلام نے ابوعبیدہ سے فرمایا کہ مومن کو چاہیئے اپنے برادر مومن سے درخت کی آڑ میں بھی ہو جائے اور پھر ملے۔ تو اسکے ساتھ مصافحہ کرے اور جناب صادق علیہ السّلام اس بارے میں فرماتے ہیں۔ حدّ المصافحة دور النخلة کہ مصافحہ کی حد کھجور کے پیڑ کا پھیر ہے یعنی اس کے درمیان میں آجانے سے مصافحہ لازم ہو جاتا ہے۔

خواب قیلولہ

طعام چاشت کے بعد قبل ظہر تھوڑی دیر سونے اور خواب کرنے کی تاکید فرماتے اور اس کو نعمت بتلاتے تھے اور خواب اوّل روز کو سفاہت اور عصر کے بعد سونے کو حماقت کہتے اور قول تھا آنحضرت ع کا کہ مغرب وعشا کے درمیان خواب کرنا آدمی کو روزی سے محروم کرتا ہے۔

استعمال حنا

حنا کا استعمال ازبسکہ مسنون ہے اور حضرت رسول خداؐ نے اس پر حث و ترغیب فرمائی ہے۔ لاجرم وہ حضرت اس پر کاربند تھے۔ احمد بن عبدوس بن ابراہیم نے کہا میں نے حضرت ابوجعفر کو حمّام سے نکلتے دیکھا وہ حضرت اثر حنا سے سر سے پا تک گلاب کے پھول کی طرح گلگوں تھے اور حکم بن عینیہ نے اثر حنا ناخنہائے مبارک پر دیکھا۔ حضرت نے اس سے کہا تو اس بارے میں کیا کہتا ہے۔ عرض کی میں کیا کہہ سکتا ہوں جبکہ حضرت خود اس کا استعمال کرتے ہیں ہمارے یہاں تو لڑکے قرب شباب میں ایسا کرتے ہیں۔ فرمایا نورہ کے اثر سے ناخنوں کا رنگ بدل جاتا ہے مثل مُردہ کے ہو جاتے ہیں تو ہم حنا سے اس کو درست کر لیتے ہیں۔

مہندی و نیل کا خضاب

معاویہ بن عمار نے کہا۔ میں نے حضرت ابوجعفر ع کو حنا سے خضاب کرتے دیکھا اور امام جعفر صادق ع

نے فرمایا کہ ہمارے باپ محمد باقرؑ وسمہ کا خضاب کرتے تھے۔ نیز آنحضرت سے بالوں کے خضاب کی بابت دریافت کیا گیا تو فرمایا۔ امام حسینؑ اور ابو جعفر محمد باقرؑ نے وسمہ وحنا دونو کا خضاب کیا ہے۔

جناب ابوالحسن موسیٰؑ نے فرمایا۔ کچھ لوگ حضرت ابو جعفرؑ کی خدمت میں داخل ہوئے دیکھا کہ آپ نے خضاب کر رکھا ہے۔ اس مقدمے میں آنحضرتؑ سے سوال کیا تو فرمایا ہم اپنی عورات کو دوست رکھتے ہیں انکی خاطر رنگ کرتے ہیں۔ نیز آنحضرت نے فرمایا کہ عورات اپنے مردوں کو اسی طرح زینت سے دیکھنا چاہتی ہیں جیسا کہ مرد اپنی عورتوں کو دیکھنا چاہتے ہیں۔

دیگر۔ ابو بکر حضرمی نے کہا میں اور ابو علقمہ وحارث بن مغیرہ وابوحسان جناب صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ابو علقمہ مہندی حارث وسمہ کا خضاب کئے تھے ابوحسّان کی ریش سفید تھی سب نے اپنی اپنی ڈاڑھیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا حضور اس میں کیا فرماتے ہیں۔ حضرت نے سب کی تحسین کی۔ اُنہوں نے کہا حضرت ابو جعفرؑ وسمہ کا خضاب کرتے تھے۔ فرمایا ہاں جب آپ نے (ام حکیم ثقفیہ) کے ساتھ شادی کی تھی تو کنیزوں نے آپ کو خضاب کر دیا تھا۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ خضاب وسمہ وحنا کی فضیلت میں احادیث کثیرہ حضرت رسولؐ اللہ سے وارد ہوئی ہیں۔ شیخ رضی الدّین طبرسی مکارم الاخلاق میں نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلّے اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ افضل ان چیزوں کا جن سے تم اپنے بڑھاپے کو تغیّر دو وسمہ وحنا ہے۔ نیز۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حنا سیّد وسردار ہے خوشبوہائے جنّت کی۔ مہندی لگا کر سو رہنے والا ایسا ہے جیسا کہ راہِ خدا میں جہاد کرنے والا اپنے خون میں لوٹے۔ نیز۔ آپ کا ارشاد ہے کہ حنا خضاب اسلام ہے۔ مومن کو زینت دیتی ہے اور دردِ سر کو دور کرتی ہے۔ بصارت کو تیز کرتی ہے اور قوّت جماع کو بڑھاتی ہے

اس کی نیکی دس نیکیوں کی برابر ہے اور ایک درہم اس میں خرچ کیا ہوا سات سو درم کا مساوی۔ لازم کرو اپنے اوپر سید و سردار خضابات کو بتحقیق کہ قوت جماع اس سے زیادہ ہوتی ہے۔ بشرہ کو سنوارتی ہے۔ نیز۔ آپ نے فرمایا۔ حنا سے خضاب کرو کیونکہ وہ شباب کو جمال کو اور قوت نکاح کو اور چہروں کی حسن و خوبی کو زیادہ کرتی ہے اور حق تعالیٰ اس کی وجہ سے ہمسے فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔ بتحقیق کہ ایک درم راہِ خدا میں خرچ کرنا سات سو درم کی برابر ہے اور خضاب میں خرچ کرنا سات ہزار کی برابر۔ کوئی تم سے مرتا ہے اور قبر میں رکھا جاتا ہے۔ تو جب نکیرین اس کے پاس داخل ہوتے ہیں اور اسکے خضاب کو دیکھتے ہیں تو ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ یہاں سے چلے چلو۔ ہمارا اس پر قبضہ وقابو نہیں اور احادیث اہل بیت علیہم السلام میں ثابت ہے کہ رسول اللہؐ نے خضاب کیا اور حسینؑ بن علی و علی بن الحسین و محمد باقرؑ و دیگر ائمہؑ خضاب کرتے تھے۔ الا امیر المؤمنینؑ نے نہیں کیا آہ وہ حضرت اس خضاب کے منتظر تھے جس کی رسولؐ اللہ نے خبر دی تھی کہ ستخضب ھذہ من ھذہ یا علیؑ عنقریب تمہاری ڈاڑھی خون سر سے خضاب ہوگی۔ نیز کسی نے حضرتؑ سے کہا یا امیر المؤمنینؑ آپ خضاب نہیں کرتے فرمایا۔ نحن فی ماتم رسول اللہ۔ ہم رسول اللہؐ کے سوگوار ہیں۔ الحاصل حضرت صادقؑ کا قول ہے کہ ہرچند امیر المؤمنینؑ سفید ریش رہے الا ہمارے دیگر آباو اجداد اس کے عامل ہوئے ہیں۔ ان اخضبت فحسن وان ترکت فحسن۔ پس خضاب کروں تو خوب ہے نکروں تب بھی کوئی عیب نہیں تاہم نظر بہ ترغیب و تحریصہائے بالا شاید ترجیح اسکی تعمیل ہی کو ہو واللہ اعلم۔

اصلاح ریش مقدس

محمد بن مسلم نے کہا میں نے دیکھا کہ حجام آپ کی ریش مطہر کی اصلاح کر رہا ہے اس وقت حضرت نے ارشاد کیا۔ دوّرھا دوّرھا۔ اس کو گول کرو۔ اور سدیر صیرفی نے کہا میں نے دیکھا کہ وہ حضرت

چہرے کے پہلوؤں پر ڈاڑھی کو تنگ رکھتے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ حضرت ڈاڑھی کو ہلکی رکھتے تھے۔ زیادہ گنجان نہونے دیتے تھے اور آپ کا قول تھا آدمی کی سعادت سے ہے کہ اسکی ڈاڑھی خفیف اور ہلکی ہو۔

دانتوں کی حفاظت

محمد بن سلم کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ؑ کو دیکھا کہ کُندر (ایک قسم کا گوند مشابہ بہ مصطگی) چبا رہے ہیں مجھے دیکھ کر فرمانے لگے۔ اے محمد وسمہ سے میری ڈاڑھیں ہلنے لگی تھیں انکی مضبوطی کے لئے اس کا استعمال کرتا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ دندان مبارک ڈھیلے ہو گئے تھے۔ ان کو سونے کے تاروں سے کس رکھا تھا۔

سُرخ لباس نماز میں خوب نہیں عروسی وغیرہ میں پہن سکتے ہیں

مالک بن اعین نے کہا میں حضرت ابو جعفر ؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ ایک چادر بالاپوش سُرخ رنگ کی اوڑھی ہوئے تھے میں نے تبسّم کیا۔ فرمایا گویا میں جانتا ہوں جس لئے تو ہنسا۔ اس چادر سے ہنسا ہوگا۔ اس کو میں نے اپنی زوجہ ثقفیّہ کی خاطر اوڑھ لیا ہے۔ میں اس سے مانوس ہوں اس نے اس کے اوڑھنے کی خواہش کی تھی۔ پھر فرمایا ہم اس میں نماز نہیں پڑھتے تم بھی بحالت نماز اس کا استعمال نکرو۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد جو پھر میں حاضر خدمت ہوا تو آپ اس عورت کو طلاق دے چکے تھے۔ فرمایا وہ ناصبیہ دشمن امیر المؤمنین علی ؑ نکلی۔ میں نے اس کو طلاق دیدیا۔

رنگین لباس عروسی کے موقعہ پر مضائقہ نہیں رکھتا

حکم بن عینیہ نے کہا میں آنحضرت ؑ کی خدمت میں داخل ہوا تو ایک مکان آراستہ و پیراستہ میں تشریف رکھتے تھے اور پیراہن و چادر رنگین زیب بدن تھی۔ میں مکان کو اور حضرت کے اس لباس کو دیکھنے لگا۔ فرمایا تو اس میں کیا

بنتا ہے۔ عرض کی میں کیا کہوں جبکہ آپ نے اس کو پہن رکھا ہے۔ ہمارے یہاں تو جوانان نامقید اس کا استعمال کرتے ہیں۔ حضرتؑ نے اس آیہ شریفہ کو قرائت کیا قل من حرّم زینۃ اللہ اللتی اخرج لعبادہ الخ کہدے اے محمدؐ ان سے کہ کس نے زینتہائے خدا کو حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں اور عمدہ ولطیف رزق کو۔ پھر فرمایا یہ مکان جو تو دیکھتا ہے عورت کا مال ہے۔ میرا اپنا مکان وہی ہے جس کو تو جانتا ہے۔ اور آگاہ رہ کہ میں نے تازہ شادی کی ہے۔

روایت دیگر بہمیں مطلب

حسن زیات بصرہ کا رہنے والا کہتا ہے کہ میں اور ایک اور شخص اہل بصرہ سے جس نے میری تعلیم وتربیّت میں مذہب حق قبول کیا تھا حج کو گئے۔ واپسی پر مدینہ آئے تو حضرت ابو جعفر محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ ایک مکان مزیّن وآراستہ میں تشریف رکھتے تھے۔ اور ایک چادر گلابی رنگ کی آپ کے اوپر تھی اور ریش مقدّس میں تازہ خضاب اور آنکھوں میں سُرمہ لگایا تھا۔ میرے رفیق نومومن نے آپ کو دیکھا اور آرائش مکان پر نظر کی۔ دل میں اسپر معترض ہوا۔ آپ بعلم امامت اس کے اعتراض پر آگاہ ہوئے۔ مجھ سے فرمایا اے حسن کل تم معہ اپنے رفیق کے پھر ہمارے پاس آنا۔ اگلے روز میں اسے ہمراہ لیکر دوبارہ دردولت پر حاضر ہوا۔ تو اس مکان میں سوائے سنگریزوں کے اور کچھ ساز وسامان نہ تھا۔ انہی پر ایک بوریا بچھا تھا۔ تھوڑی دیر میں حضرت تشریف لائے تو موٹے کپڑے کا کُرتہ پہنے تھے اور دیروزہ حالت کا کچھ اثر نہ تھا۔ ہمارے پاس آکر بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا جس گھر میں کل تم نے مجھ کو دیکھا تھا۔ وہ میری زوجہ کا مکان تھا۔ کل اس کی باری کا دن تھا۔ میں نے اسکی خاطر زینت کی تھی جیسا کہ وہ میرے لئے آراستہ ہوئی تھی۔ میرا اپنا یہ گھر ہے۔ اے برادر بصری اس کا خیال دل میں نہ لانا۔ اس نے

کہا فدا ہوں حضرت پر واقعی میرے دل میں یہ خیال آیا تھا۔ مگر اس وقت خدا کی قسم وہ نکل گیا اور جانتا ہوں کہ جو کچھ حضرت نے فرمایا حق و درست ہے۔

قول مؤلف۔ امام کا کام ہے کہ جیسا زہد و تقویٰ و عبادت خدا کی خلائق کو تعلیم و تلقین کرے۔ اسی طرح جہانتک خوش عیشی و زینتہا، حلال کو حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے جائز رکھے ہیں اس کے اظہار و اعلان میں بھی دریغ نفرمائے۔ حضرت ابو جعفرؑ نے جو اپنی شادی کے موقعہ پر لباس رنگین و آرائش مکان وغیرہ زینتہائے دُنیا اختیار کیں تو در اصل ہدایت خلق کی خاطر اختیار کیں۔ گو ظاہراً زوجہ کی خواہش اور اپنی طرف سے اسکی خاطر داری کو کہ وہ بھی عند الشرع ایک حد تک جائز روا بلکہ واجبات سے ہے ان امور کا باعث کہتے تھے۔ لیکن جب ابن عینیہ نے شوخ چشمی سے اس کو نا مقبولوں کا کام بتایا۔ تو حضرتؑ نے اس بارے میں صریح وصاف آیہ قرآنی قرأت کر کے اسکو بتلا دیا کہ یہ زینتیں ہمارے اور تمہارے لئے حق تعالیٰ نے حرام نہیں کیں مباح ہیں الحق امام کا منصب مقتضی ہے کہ زہد خشک کے ساتھ ساتھ توسعات شرعیہ کی بھی تعلیم و تلقین فرمائے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم ان امور کو بلا روک ٹوک عمل میں لا رہے ہیں اگر شرع میں ان کی ممانعت ہوتی یا کم از کم پیشوایان دین ہم کو ایسا نمونہ دکھاتے تو زندگی دوبھر ہو جاتی اور دُنیا کے کاروبار میں خلل پڑ جاتے۔

دعا و التجا بجناب کبریا

حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جب میرے باپ کسی امر میں محزون و ملول ہوتے تو تمام عورات و اطفال کو جمع کرتے اور دعا مانگتے۔ اور ہم سب آنحضرت ع کے ساتھ آمین کہتے۔

دیگر۔ آنحضرت صلوات اللہ علیہ سے نقل ہو کہ میں ہر شب اپنے باپ کے لئے بستر خواب بچھایا کرتا تھا۔ پھر آپ کا انتظار کرتا تا وقتیکہ وہ تشریف لا کر بستر پر لیٹ جاتے

اور سو جاتے اس وقت میں اپنی خواب گاہ کو جاتا - ایک روز آپ کے آنے میں دیر ہوئی تو میں انتظار دیکھ کر مسجد میں گیا - اس وقت لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تھے - دیکھا کہ حضرتؑ تن تنہا مسجد میں تشریف رکھتے ہیں اور رو رہے ہیں میں نے کان لگا کر سُنا کہ روتے ہیں اور یہ دُعا پڑھتے ہیں سُبحانک اللّٰھم انت ربی حقًا سبحانت یا ربّ تعبّدًا ورقًّا اللّٰھم ان عملی ضعیف فضاعفه لی اللّٰھم قنی عذابك یوم تبعث عبادك وتب علیّ انك انت التوّاب الرّحیم -

گریہ وزاری بدرگاہ باری

کشف الغمہ میں افلح آزاد کردہ ابو جعفرؑ سے نقل ہے کہ میں محمد بن علی بن الحسینؑ کے ساتھ حج کو گیا مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور نظر مبارک خانہ کعبہ پر پڑی تو گریاں ہوئے - حتیٰ کہ صدائے گریہ آپ سے بلند ہوئی - میں نے عرض کی فدا ہوں میرے ماں باپ حضرت پر لوگ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں اگر صدائے گریہ کو ذرا کم کرتے تو بہتر تھا - فرمایا وائے ہو تجھ پر اے افلح کیونکر پکار کر نہ روؤں کاش اللہ تعالیٰ مجھ پر نظر رحمت کرے اور میں فردا قیامت اس کے نزدیک کامیاب مراد ہوں - اس کے بعد سات بار طواف کعبہ بجا لائے پھر مقام ابراہیمؑ میں آ کر نماز پڑھی - سجدے سے سر اُٹھایا - تو موضع سجود اشکوں کی زیادتی سے تر ہو گیا تھا -

ادب وتعظیم خانہ کعبہ

ابو عبیدہ کی روایت ہے کہ میں ایک بار سفر حج میں ایک سواری میں شریک آنحضرتؑ تھا - حرم کعبہ کے پاس پہنچے تو غسل کیا اور نعلین دونو ہاتھوں میں لئے اور داخل حرم ہوئے -

---

لہ پاک ہے تو اے پروردگار میرے میرا رب ہے از روئے حق وصدق کے - سجدہ کرتا ہوں تیرے سامنے براہ عبودیت وبندگی - یا اللہ میرا عمل ضعیف ہے اس کو میرے لئے مضاعف فرما - الٰہی مجھ کو اپنے عذاب سے بچا اس دن جبکہ تو اپنے بندوں کو مبعوث کرے - اور میری توبہ قبول کر - بتحقیق کہ تو توّاب ورحیم ہے ۱۲

محاسن عادات آنجناب سے تھا کہ اگر احیاناً خندہ فرماتے تو کہتے اللّٰھم لا تمقتنی خداوندا تو مجھ کو دشمن نہ رکھنا۔ اور فرماتے کہ متابعت کرو اسکی جو تم کو رولائے کہ وہ خیر خواہ ہے اور متابعت نکرو اسکی جو تم کو ہنسائے۔ کیونکہ وہ فریب دینے کے درپے ہے۔

دیگر۔ امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا کہ میرے باپ شبہائے تاریک میں ہنگام گریہ وزاری بدرگاہ جناب باری عرض کرتے تھے۔ امرتنی فلم ائتمر ونھیتنی فلم انزجر فھا انا عبدک بین یدیک ولا اعتذر۔ الٰہی تو نے مجکو حکم دیا میں تیرے حکم پر کاربند نہوا اور نہی کی میں باز نہ رہا۔ اس وقت تیرے آگے حاضر ہوں تیرا بندہ ہوں۔ کوئی عذر خواہی تجھ سے نہیں کر سکتا۔

اور دستور تھا آپ کا جب کسی کو مبتلا ربلا دیکھتے تو آہستہ سے اس طرح پر کہ وہ نہ سُن سکے استعاذہ فرماتے یعنی حق سُبحانہ تعالیٰ کی طرف پناہ لیجاتے اس مصیبت و آفت سے جس میں وہ پھنسا ہوا تھا۔

ہنگام سفر یہ دُعا پڑھتے تھے

حلیۃ المتقین مجلسی علیہ الرحمہ میں لکھا ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام ارادہ سفر کا کرتے تو اپنے عیال کو ایک حجرے میں جمع فرماتے۔ اور یہ دُعا پڑھتے۔ اللّٰھُمَّ انّی استودعک الغداۃ نفسی ومالی واھلی وولدی والشّاھد منّا والغائب اللّٰھم احفظنا واحفظ علینا اللّٰھمّ اجعلنا فی جوارک اللّٰھمّ لا تسلبنا نعمتک ولا تغیّر ما بنا من عافیتک وفضلک۔

سفر و سواری کی کیفیّت

عبداللہ بن عطا نے کہا کہ حضرت ابو جعفر نے مجھ سے کہا کہ اُٹھو اور دو چار پائے یعنی حمار و استر کو زین کر لو۔ میں نے خر و خچر کو زین کیا۔ خچر حضرت کے سامنے لے گیا بدیں خیال

کہ یہ دونوں میں آپ کے نزدیک دوست تر ہو گا۔ فرمایا تو اس کو میرے پاس کیوں لایا
کس نے کہا تھا۔ عرض کی میں نے ہی اس کو حضور کے لئے انتخاب کیا تھا۔ فرمایا
میرے نزدیک سواریوں میں حمار محبوب تر ہے۔ میں نے اس کو آگے کیا اور رکاب
تھام کر کھڑا ہو گیا۔ آپ اس پر سوار ہوئے اور یہ دُعا پڑھی الحمد للہ الذی

دعاء سواری

ھدانا للاسلام وعلمنا القرآن ومنّ علینا بمحمد
صلی اللہ علیہ وآلہ والحمد للہ الذی سخر لنا ھذا وما کنا

لہٗ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون والحمد للہ رب العالمین۔ پس وہاں سے
روانہ ہوئے اور میں بھی خچر پر ہمراہ رکاب تھا۔ حتّیٰ کہ ایک مقام پر پہنچکر میں نے
عرض کیا۔ فدا ہوں حضرت پر۔ یہاں نماز پڑھینگے۔ فرمایا یہ وادی نمل (چیونٹیوں
کی زمین) ہے۔ یہاں نماز نہیں پڑھینگے۔ پس رفتہ رفتہ ایک اور مقام میں پہنچے۔ میں نے
پھر نماز یاد دلوائی۔ فرمایا یہ زمین شور ہے اس میں نماز نہیں پڑھی جاتی۔ پس آگے
بڑھے یہانتک کہ خود ہی ایک مقام پر اُترے۔ فرمایا تو نے نماز سبحہ (نافلہ) پڑھ لی ہے
یا پڑھے گا۔ میں نے کہا یہ وہ نماز ہے جس کو عراق کے لوگ نماز زوال کہتے ہیں۔ فرمایا
جو لوگ اس نماز کو پڑھتے ہیں وہ شیعیان امیر المؤمنین علی بن ابیطالب ہیں اور یہ نماز
نماز ہائے روز سے ہے۔ پس حضرت نے وہ نماز پڑھی اور میں نے بھی پڑھی۔ پھر میں نے
رکاب پکڑی۔ آپ نے وہی دُعا جو اوّل پڑھی تھی پڑھی اور سوار ہوئے۔ اور فرمایا
اللّٰھم العن المرجئۃ۔ خداوندا تو فرقہ مرجئہ کو لعنت کر۔ تحقیق کہ وہ دُنیا و آخرت
میں ہمارے دشمن ہیں۔ میں نے عرض کی فدا ہوں۔ مرجئوں کے ذکر کا یہاں کیا
موقعہ تھا۔ فرمایا ویسے ہی میرے دل میں انکی یاد آگئی۔

مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں بعد نقل روایت مذکورہ کہتے ہیں کہ شاید عبد اللہ نے
از روئے استخفاف یہ کہا تھا کہ اس نماز کو تو اہل عراق پڑھتے ہیں اور مراد اسکی نماز

چاشت تھی جسے سنی قبل از زوال پڑھتے ہیں۔ حضرت نے اسکی عظمت بیان کی اور کہا اس کو شیعیان امیر المومنینؑ ادا کرتے ہیں اور وہ نماز بعد زوال ہے۔

نیز۔ مجلسیؒ کہتے ہیں کہ مراد مرجیوں سے اس مقام پر وہ لوگ ہیں جو امیر المومنینؑ کو بلافصل خلیفہ کہنے کی بجائے چوتھے درجہ پر شمار کرتے ہیں۔

ذکر خدا و کلمہ توحید

کافی میں حضرت ابو عبداللہؑ سے نقل ہے کہ فرمایا میرے باپ کثیر الذکر تھے یعنی یادِ خدا بہت کرتے تھے کہیں جاتے میں ان کے ساتھ ہوتا۔ وہ ذکر خدا کرتے ساتھ کھانا کھاتا۔ وہ ذکر خدا میں مصروف ہوتے۔ لوگوں کے ساتھ باتیں کرتے مگر یہ باتیں کرنا ان کو ذکر خدا سے نہیں روکتا تھا۔ میں دیکھتا تھا کہ زبان مبارک تالو کو لگی ہے برابر لا الٰہ الا اللہ کہتے جاتے صبح کے وقت اکثر اوقات ہم کو اکٹھا کرتے اور یاد خدا کرتے اور لا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہتے جاتے اور ہم کو اس کے کہنے کا امر کرتے جبتک کہ آفتاب طلوع ہوتا۔ پھر ہم سے جو قاری قرآن ہوتا اسے قرآن پڑھنے کا حکم دیتے۔ اور باقیوں کو زبانی یاد خدا کرتے رہنے کا حکم فرماتے۔

فضیلت لا الٰہ الا اللہ

اس کلمہ طیبہ کے فضائل خود بیان فرماتے اور رسول اللہؐ سے نقل فرماتے۔ ابوحمزہ ثمالی نے کہا میں نے حضرت ابو جعفرؑ سے سنا کہتے تھے۔ کوئی شے نہیں جس کا ثواب لا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے ثواب سے زیادہ ہو۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی برابر کوئی شے نہیں اور کوئی دوسرا اسکے کام کا شریک نہیں۔

دیگر۔ بروایت جابر جعفی آپ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کوئی شے ایسی نہیں کہ اسکے مساوی دوسری شے نہ ہو سوائے اللہ تعالیٰ کے کہ اس کے برابر کوئی شے نہیں اسی طرح کلمۂ توحید کی برابر کوئی کلمہ نہیں تحقیق کہ ایک آنسو کہ خوف خدا سے نکلے کوئی شے اسکے برابر وزن دار نہیں اور اگر وہ منہ پر رواں ہو تو کلمہ پوھقہ قتر

ولا ذلۃ بعدھا ابداً نہ پاس جائے گی اسکے مفلسی اور نہ ذلت کبھی۔

اور کتاب ثواب الاعمال شیخ صدوق علیہ الرحمہ میں آنحضرتؐ سے منقول ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ جبرائیل صفا و مروہ کے درمیان میرے پاس نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ خوشا حال اس کا جو تمہاری اُمّت سے ازروئے اخلاص لا الٰہ الا اللہ کہے۔ بروایت جابر جعفی فرمایا طوبےٰ ہے اس کے لئے جو اس امت سے لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ وحدہٗ کہے۔

نیز۔ جابر نے بروایت آنحضرت صلوات اللہ علیہ رسول خدا سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا اپنے مرنے والوں کو کلمۂ توحید تلقین کرو۔ کیونکہ وہ گناہوں کو منہدم کرتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہؐ اس کو کوئی حالت صحت میں کہے۔ فرمایا وہ زیادہ منہدم کرنے والا ابنار عصیان کا ہے۔ البتہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ مومن کے لئے باعث انس ہے۔ اس کی زندگی میں اور بوقت مرگ۔ اور آپکا ارشاد ہے کہ جبرئیل امیں نے مجھے کہا اے محمد جنکو تو دیکھے گا بوقت بعثت کے انکے چہرے سفید ہیں تو وہ لا الٰہ الا اللہ باواز بلند کہتے ہوں گے اور جن کے چہرے سیاہ ہونگے وہ واویلاہ واثبوراہ کا شور مچاتے ہونگے۔

کلمۂ الحمد للہ تمام محامد حق تعالیٰ پر شامل ہے

کشف الغمہ میں حضرت جعفر صادق سے نقل ہوا ہے کہ حضرت نے فرمایا میرے باپ ابو جعفر کا ایک مرتبہ خچر سواری کا گم ہو گیا۔ فرمایا میرا خچر واپس آجائے تو میں حق تعالیٰ کی ان محامد عالیہ سے مدح کروں گا جو اسکی رضامندی کی باعث ہوں۔ کچھ عرصہ نگزرا تھا کہ خچر حضرت کا معہ زین و لگام اپنے مقر و مقام پر واپس آگیا۔ حضرت اس پر سوار ہوئے اور اپنے دامن ہائے لباس کو سمیٹ کر درست بیٹھے اور سر مبارک آسمان کی طرف بلند کر کے فقط الحمد للہ کہا

ایک حرف اس پر زیادہ نکلیا - فرمایا میں نے تمام انواع محامد خدا عزوجل کو ادا کر دیا۔ اور ذرا اس سے باقی نہیں چھوڑا - کچھ ترک نہیں ہونے دیا - کیونکہ جو قسم حمد و ثنار حق سبحانہ تعالیٰ اسے ہے اس کلمہ میں داخل ہے - صاحب کشف الغمہ اسکے بعد کہتے ہیں کہ راست کہا آنحضرت نے اور عہد خداوندی کو پورا کیا کیونکہ الف لام کلمۂ الحمد میں استغراق کا ہے اور تمام جنس محامد کا گھیرنیوالا اور اس سبحانہ کو اس میں متفرد کرنے والا ہے۔

قربانی کے گوشت کی قسمت

فضیل کنانی نے کہا - میں نے حضرت ابو عبداللہ جعفر صادق سے قربانی کے گوشت کی تقسیم کی بابت سوال کیا - فرمایا میرے جدامجد علی بن الحسین و والد ماجد محمد بن علی اسکے تین حصے کرتے تھے - ثلث ہمسایوں کو ثلث فقرا و مساکین کو دیتے تھے اور تہائی باقی گھر والوں کے لئے رکھ لیتے تھے۔

مال غنیمت ملک امام ہے

مناقب ابن شہر آشوب میں بکر بن صالح سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مبارک ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی ہم کو تمہارے آبا ر طاہرین سے حدیث پہنچی ہے کہ جو فتح اسلام میں اہل ضلالت کے ہاتھ پر ہووے اسکی غنیمت مال امام ہے - فرمایا یہ درست ہے - عرض کی میں بھی ایک فتح ضلال میں اسیر ہو کر آیا تھا جسکے حصے میں لگا تھا کسی طور سے اس کے ہاتھ سے آزادی پائی - اب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور اعتراف ہے کہ حضرت کا مال و ملک ہوں ، فرمایا میں نے قبول کیا - مکہ کو جانے لگے تو عرض کی میں نے اس عرصہ میں حج کیا ہے اور عقد نکاح عمل میں لایا - اور عزیز و اقارب میرے ساتھ مسلوک ہوتے رہتے ہیں یہی میرا کسب ہے اور وجہ معیشت اسکے سوا اور کوئی شے میری ملکیت میں نہیں - فرمایا

اپنے وطن کو جا اور تیرا حج اور نکاح اور جو کسب کیا سب حلال ہے۔ چھ سال بعد پھر حاضر ہوا اور اُس عبودیت کا مذکور درمیان میں لایا جس کا پیشتر اقرار کر چکا تھا حضرت نے فرمایا انت حرّ لوجہ اللہ تو آزاد کردہ راہ خدا ہے۔ عرض کی سند آزادی دستِ مبارک سے لکھ دی جائے۔ آپ نے تحریر کیا:۔

آزادی غلام کا وثیقہ

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم۔ یہ ایک کتبہ ہے جس کو محمد بن علی ہاشمی علوی نے عبد اللہ بن مبارک اپنے فتے کے واسطے لکھا۔ تحقیق کہ میں نے تجھ کو راہِ خدا میں ثواب آخرت کے لئے آزاد کیا۔ اب تیرا کوئی مالک و آقا پروردگار عالم کے سوا دوسرا نہیں۔ تو میرا اور میری اولاد و اعقاب کا مولے (آزاد کردہ) ہے ماہ محرّم سنہ ۱۱۳ھ میں لکھا گیا اور محمد بن علی نے بقلم و خط خود اسکو لکھا اور اپنی مہر اسپر ثبت کی۔

آزادی غلاماں

محاسن برقی سے نقل ہوا ہے کہ امام جعفرؑ نے فرمایا ہمارے باپ محمد باقرؑ نے اپنی وفات کے وقت ایک ثلث اپنے غلاموں سے آزاد کئے اور دو ثلث کو باقی رہنے دیا۔ کل ساٹھ بردے اس وقت آپ کی ملکیّت میں تھے۔ بیس آزاد ہوئے چالیس بدستور قید رقیّت میں رہے۔

دوسری حدیث میں ابو بصیر نے آنحضرتؑ سے روایت کی کہ میرے باپ نے اپنی وفات کے وقت شریر غلاموں کو آزاد کیا۔ نیکوں کو رہنے دیا میں نے عرض کی۔ اے پدر ان کو آزاد کرتے ہو اور ان کو رکھتے ہو۔ فرمایا ہاں انہوں نے کبھی کبھی کسی جرم پر میرے ہاتھ سے سزا پائی ہے یہ آزادی اس کا بدلہ ہے۔

غلاموں کے ساتھ کام میں شریک ہونا

ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ جب تم غلاموں سے کوئی کام کراؤ جوان پر

گراں ودشوار ہو تو آپ بھی انکے ساتھ اس کام میں شریک ہو۔ اس سبب سے میرے باپ جب کسی کام کو کہتے تو فرماتے ہم تم برابر ہیں۔ پس خود جا کر ملاحظہ کرتے کام ثقیل و دشوار ہوتا تو بسم اللہ کر کے انکے ساتھ کام میں لگ جاتے۔ خفیف ہوتا تو علیحدہ ہو جاتے۔

نزول بلا سے پہلے قلق و اضطراب اس کے وقوع پر سکون و اطمینان

کافی میں بعض اصحاب سے نقل ہوا ہے کہ کچھ لوگ حضرت ابو جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک بچہ آپ کا اس وقت بیمار تھا اسی وجہ سے بےچین و پریشان تھے کہ مطلق سکون و قرار نہ تھا۔ وہ باہم کہنے لگے کہ اگر صورت دگرگوں ہوئی تو ہم کو اندیشہ ہے کہ آپ کی حالت بدتر نہ ہو جائے۔ تھوڑی دیر میں لڑکے نے قضا کی۔ گھر والے رونے چلّانے لگے۔ مگر آپ برخلاف اس کے باروئے خنداں و منبسط اندر سے برآمد ہوئے انہوں نے کہا فدا ہوں حضرت پر۔ جو طبیعت حضور کی ابتدا میں دیکھی تھی اندیشہ تھا کہ وقوع حادثہ پر حالت بدتر نہ ہو جائے۔ فرمایا ہم جس کو دوست رکھتے ہیں اسکے لئے طلبگار عافیت ہوتے ہیں۔ مگر امرِ خدا کے نازل ہو جانے پر اسکو تسلیم کرتے اور خاموش ہو جاتے ہیں۔

دیگر۔ تذکرہ احمد بن حمدون میں لکھا ہے کہ محمد بن علی بن الحسین نے کہا ندعوا اللہ فیما نحب اما اذا وقع الذی نکرہ لم نخالف اللہ فیما احب کہ ہم خدا سے اس امر میں جس کے خواہاں ہیں دعا کرتے ہیں مگر کوئی امر مکروہ طبع واقع ہو جاتا ہے تو مرضی خدا پر راضی ہوتے اور اسکی مخالفت نہیں کرتے۔

دیگر۔ زرارہ سے نقل ہے کہ جناب جعفر کا ایک بچہ اپنے آخر وقت میں دم توڑ رہا تھا۔ اور ابو جعفرؑ علیحدہ ایک گوشہ میں (غمگین) بیٹھے تھے جو اس کے پاس

جاتا۔ اس کو کہتے اس کو چھونا نہیں ایذا و ضعف زیادہ ہوگا۔ وہ مر گیا تو حکم دیا کہ آنکھیں بند کردو اور ایک پارچہ سے دونو جبڑے کس دو۔ اور غسل دو اس کے تئیں۔ اور ہم سے کہا جبتک حکم خدا نازل نہیں ہوتا ہم کو کرب و بیچینی رہتی ہے۔ اس کے نازل ہونے پر راضی برضا رخدا ہو جاتے ہیں اور مزید اظہار رضا بقضا کی خاطر روغن و سُرمہ کا استعمال کیا اور کھانا منگا کر سب کے ساتھ نوش فرمایا۔ اور کہا ھٰذا ھو الصّبر الجمیل کہ صبر جمیل اس کو کہتے ہیں پھر پورا لباس پہنکر اور عمامہ خز سر پر رکھ کر باہر آئے اور نماز جنازہ پڑھائی۔

نیز۔ زرارہ سے بروایت دیگر منقول ہے کہ ابو جعفر اپنے ایک طفل میّت کی نماز کو نکلے حال آنکہ اس وقت ایک جبّہ زرد رنگ خز کا اور ایک ردا دھاری دار زرد رنگ کی زیب بدن فرمائے ہوئے تھے۔

تشییع جنازہ کا شوق

کافی کلینی علیہ الرحمہ میں زرارہ سے نقل ہوا ہے کہ حضرت ابو جعفر قریش سے ایک مرد کے جنازے پر تشریف لائے میں حضرت کے ہمراہ تھا اور عطا بھی وہاں موجود تھا۔ ایک عورت چیخیں مار کر رونے لگی۔ عطا نے کہا خاموش رہو ورنہ ہم یہاں نہ ٹھہرینگے چلے جائینگے۔ لیکن وہ چلائے گئی باز نہ آئی۔ عطا اُٹھا اور وہاں سے چلدیا میں نے حضرت سے کہا عطا واپس چلا گیا۔ فرمایا کیوں چلا گیا۔ عرض کی یہ عورت جو چیختی چلاتی ہے۔ اس نے منع کیا اور کہا اس کو بند کرو ورنہ ہم نہ ٹھہرینگے اس نے رونا چلانا بند نہ کیا وہ چلا گیا۔ فرمایا ہم اسکی معیّت نہ چھوڑینگے کیا ایک امر حق کے ساتھ باطل ہو تو باطل کی وجہ سے حق کو چھوڑ دیں اور حق مسلم ادا نہ کریں۔ نماز جنازہ پڑھی جا چکی تو ولی میّت خود خدمت میں عرض رساں ہوا کہ رحمتِ خدا ہو تم پر۔ آپ زیادہ پیادہ پا نہیں جا سکتے۔ واپس تشریف لیجائیں

زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا آپ کو واپسی کی اجازت مل گئی۔ مجکو حضور سے کچھ دریافت بھی کرنا ہے گھر کو واپس چلئے۔ فرمایا چلے چلو میاں۔ ہم کیا کوئی اسکے اذن و اجازت سے یہاں آئے تھے کہ اس کے کہنے سے پلٹ جائیں۔ ہماری غرض اتباع جنازے سے اکتساب اجرو ثواب بحساب ہی سو وہ جتنا زیادہ دور ساتھ جائینگے اتنا زیادہ حاصل ہوگا۔

اور جابر جعفی سے فرمایا کہ جو شخص تشییع جنازہ کرے تا اینکہ اس پر نماز پڑھی جائے اس کے لئے ایک قیراط ثواب کا ہے اور جو قبر تک ساتھ جائے تا اینکہ وہ دفن ہو

ثواب تشییع و تربیع جنازہ

اس کے لئے دو قیراط ہیں۔ پھر فرمایا کہ قیراط برابر ہے کوہِ احد کے۔ نیز حمل جنازہ میں آپ نے فرمایا کہ جو کوئی جنازہ کو ہر چہار جانب سے اُٹھائے۔ یعنی پہلے دست راست پھر پائے راست پھر پائے چپ پھر دستِ چپ کو اُٹھائے تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس گناہ گناہانِ کبیرہ سے بخشیگا۔

قلوب شیعیان میں آپ کی وقعت

نیز۔ کافی میں ایک مردِ بنی حنیف سے کے اہل بست و سیستان سے ہے روایت ہے۔ اس نے کہا میں ایک سال شروع خلافت معتصم میں۔ سفرِ حج میں ہمراہ رکاب تھا۔ ایک موقعہ پر جبکہ دستر خوان پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے عرض کی فدا ہوں حضرت پر۔ ہمارے یہاں جو آجکل حاکم ہے محبّان اہل بیت سے حضور کا شیعہ اور دوست ہے۔ میرے اوپر خراج چڑھ گیا ہے جس کو ادا نہیں کرسکتا۔ اگر اس کو ایک شقّہ لکھ دیا جائے تو اس کا کامل اثر ہوگا۔ وہ ضرور میری رعایت کریگا۔ فرمایا میں اس سے واقف نہیں۔ عرض کی جعلت فداک جیسا میں نے عرض کیا وہ شیعیان و محبّان اہل بیت سے ہے۔ آپ کی تحریر یقیناً مجھے نفع بخشے گی۔ پس کاغذ لیا اور یہ

الفاظ تحریر کئے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ امّا بعد موصل کتاب ہذا نے تمہارے حسن عقیدت کی خبر دی۔ تحقیق کہ حاصل تمہارے اس عمل و حکومت کا وہی نیکی ہے جو اس وقت کر لو گے پس اپنے برادران مومن کے ساتھ احسان کرو۔ اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے رائی کے دانے کے برابر شے کا حساب لے گا۔ راوی کہتا ہے کہ میں یہ خط لیکر روانہ وطن ہوا تو میری خبر مجھ سے پہلے اس کو پہنچ لی تھی۔ شہر سے بقدر دو فرسخ میری پیشوائی کو نکلا۔ خط دیا تو اس کو چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ اور کہا جلد اپنی حاجت بیان کر۔ میں نے کہا تمہارے دیوان کا خراج میرے ذمّے واجب الادا ہے امر کیا کہ اس کو منسوخ کر دو اور کہا میرے دورانِ حکومت میں ایک حبّہ خراج کا تجھ سے نہیں لیا جائے گا۔ پھر میری عیالداری کی بابت دریافت کیا۔ جب معلوم ہوا کہ کثیر العیال ہوں۔ بقدر رہارے گزارے کے بیت المال سے رقم مقرّر کر دی۔ چنانچہ اس کے ایام حکومت میں میں نے ایک کوڑی خراج کی نہیں دی اور برابر اپنا وظیفہ معیّنہ لیتا رہا۔ حقیر مؤلّف کہتا ہے کہ معتصم خلیفہ جسکی ابتدا خلافت کا یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے پسر ہارون عباسی ۲۱۸ھ میں تخت نشیں ہوا۔ حال آنکہ ابو جعفر محمد باقر اس سے سو برس سے زیادہ پیشتر ۱۱۴ھ میں وفات پا چکے تھے۔ پس یا تو راوی سے سہو ہوا اور معاصرین آنجناب ولید وغیرہ کے مقام پر معتصم کا نام لیا۔ یا یہ حکایت امام محمد تقی کے زمانے کی ہے ان کی کنیت بھی ابو جعفر تھی۔ بہر کیف چونکہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار میں بذیل حالات محمد باقرؑ اس کو وارد کیا ہے حقیر نے تاسّیاً لجنابہ یہاں نقل کر دیا اگر ابو جعفر تقی الجواد کے حالات میں کہیں دیکھنے میں آئی تو وہاں انشاء اللہ مکرر نقل ہو جائے گی۔ ھو المسک ما کررتہ یتضوّع۔

قلوب اعدا میں آپ کی ہیبت

پہلے باب مناظرات میں گزرا کہ عکرمہ مولائے ابن عباس کہ مشاہیر اعدا

اہل بیت سے ہشام بن عبدالملک کا مقرب بنا ہوا تھا۔ حرم میں حضرت کے گرد ہجوم خلائق دیکھ کر آتش حسد میں جل گیا۔ اور ہشام کے خوش کرنے اور اپنا دل ٹھنڈا کرنیکو بہ نیتِ فاسد حضرت کے امتحان اور بند و لا جواب کرنے کو بے دھڑک سامنے آیا لیکن آگے آتے ہی رعب امامت اسپر چھا گیا۔ سامنے بیٹھا تو تھر تھر کانپنے لگا اور ضبط نہو سکا سر نہوڑا کر بولا یا ابن رسول اللہ میں بہت سی مجالس میں شریک ہوا اور عبداللہ عباس کے سامنے بیٹھتا رہا کبھی ایسا مرعوب نہیں ہوا۔ فرمایا ویحک ای عبید اھل شام (شامیوں کے غلامچے) انت بین یدی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ تو اس وقت ان گھروں کے سامنے ہے کہ اذن دیا ہے اللہ نے کہ انکا رتبہ بلند ہو اور ذکر الٰہی ان میں کیا جائے۔

حلم و درگزر

سلیمان بن قوم نے کہا ابو جعفر ہم کو پان سو سے لیکر چھ سو درم بلکہ ہزار درم تک جائزہ عنایت کرتے تھے۔ ایک بار ایک نصرانی نے ان کو کہا تم بقر ہو فرمایا انا باقر نہیں میں تو باقر ہوں۔ کہا تم پسر طباخہ (باورچن) ہو۔ فرمایا ذاک حرفتھا۔ اس کا پیشہ ہے۔ کہا انت ابن السوداء الزنجیۃ البذیۃ۔ تو پسر زن سیاہ حبشیہ زبان دراز ہے۔ فرمایا اگر راست کہتا ہے تو خدا اسکی مغفرت کرے۔ جھوٹ بولتا ہے تو خدا تجھ کو بخشے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ حلم و بردباری اس خاصہ باری کی دیکھ کر نصرانی ایمان لے آیا۔

جو بات بولتے تھے بموجب قرآن بولتے تھے

کافی میں ابو الجارود سے منقول ہے کہ حضرت ابو جعفرؑ نے ہم سے کہا کہ جب کوئی بات تم سے کہوں تو اس کی دلیل قرآن سے طلب کرو۔ اس کے بعد ایک بار باتوں باتوں میں فرمانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ممانعت کی ہے قیل و قال سے اور مال کے فاسد وخراب کرنے سے اور بکثرت سوال کرنے سے۔ اس وقت کسی نے یاد دلوایا کہ یا ابن

رسول اللہؐ ان باتوں کو قرآن سے مدلل فرمایا ہے۔ فرمایا ہاں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا خیر فی کثیر من نجوٰھم۔ ان کی بہت سی باتوں میں کوئی بھلائی نہیں یہ زیادتی قیل وقال سے ممانعت ہے۔

دیگر۔ اس سبحانہ کا ارشاد ہے لا تؤتوا السفہاء اموالکم اللتی جعل اللہ لکم قیاماً۔ اپنے اموال جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری اوقات بسری کا سبب قرار دیا ہے وہ احمقوں کے ہاتھ میں دیکر برباد نکرو۔ یہ فساد مال کی نہی ہوئی۔

نیز۔ اس جل شانہ کا ارشاد ہے ولا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم۔ ایسی باتوں کی بابت سوال نکرو کہ اگر وہ تمہارے آگے ظاہر کر دی جائیں تو تم کو آزردہ کریں۔ اس میں کثرت سوال سے منع کیا ہے۔

جواب از سوال کیفَ اَصبحتَ

بحار میں شقیق بلخی سے روایت ہی کہ اس نے دیگر اہل علم سے نقل کیا کہ کسی نے محمد بن علی باقر صلوات اللہ علیہ سے سوال کیا۔ کیف اصبحت یا ابن رسول اللہ۔ اے اے فرزند رسول خدا کس حال میں صبح ہوئی۔ فرمایا اَصْبَحْنَا غرقی فی النعمۃ موفورین بالذنوب یتحبب الینا الٰھنا بالنعم ونتمقت الیہ بالمعاصی ونحن نفتقر الیہ وھو غنی۔ یعنی صبح کی ہم نے درانحالیکہ نعمات الٰہی میں مستغرق ہیں اور گناہان کثیر کے مرتکب۔ محبت رکھنا چاہتا ہے ہم سے ہمارا معبود نعمات سے اور دشمنی چاہتے ہیں ہم اس سے ساتھ گناہوں کے اور ہم اس کے محتاج ہیں اور وہ ہم سے مستغنی۔ اس جواب میں حضرت نے عام دُنیا داروں کی کیفیت بیان کر دی جس میں وہ مبتلا ہیں اور اشارہ کیا اس طرح کی صبح نکریں۔

شکایت از امت جفا کار

منہال بن عمر سے روایت ہے کہ میں ایک روز آنحضرت کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس وقت

ایک شخص آیا اور سلام کیا اور کہا کیا حال ہے تمہارا یا ابن رسول اللہ۔ فرمایا کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم کو معلوم ہو ہمارا کیا حال ہے۔ ہماری مثال اس امت میں بنی اسرائیل کی مثل ہے قبطیوں میں یذبحون ابنائھم ویستحیون نسائھم۔ انکے بچوں کو ذبح کرتے تھے عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔ عرب کہتے ہیں کہ ہم کو عجم پر فضیلت ہے۔ عجم پوچھتے ہیں کہ کیوں کاہے کی فضیلت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ محمد عربی ہم سے ہیں۔ کہا درست ہے۔ بیشک تمہارا یہ فخر مسلّم ہے۔ قریش نے کہا ہم کو باقی عرب پر فوقیت ہے عرب نے کہا کس لئے۔ کہا اس لئے کہ محمد مصطفےٰ قریشی ہیں وہ تسلیم کرتے ہیں کہ سچ کہتے ہو۔ ہم نے کہا ہم کو آدمیوں سے فضیلت ہے کیونکہ ہم ذریت محمدؐ اور انکے اہل بیت اور خاص وعترت ہیں کوئی دوسرا ان امور میں ہمارا شریک نہیں (تو اس کو قبول نہیں کرتے) اس مرد نے کہا قسم خدا کی میں تم اہل بیت کو دوست رکھتا ہوں جناب باقر علیہ السلام نے فرمایا فاتخذ للبلاء جلبابا۔ تو تو بلا کے لئے چادر بنالے۔ یعنی فقر وفاقہ وغیرہ آفات دنیا کی برداشت کے لئے آمادہ ہو جا قسم خدا کی مصائب وآفات ہماری طرف وادی کی رو سے بھی زیادہ سرعت سے آنیوالے ہیں بلاء ومصیبت ہم سے شروع ہوتی ہے۔ پھر تم پر آتی ہے اور ناز ونعمت بھی پہلے ہم کو ملے گا۔ پھر تم کو۔

جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو جانا ضرور نہیں

زرارہ سے نقل ہوا ہے کہ انہوں نے کہا میں ایک مرتبہ حاضر خدمت ابو جعفرؑ تھا۔ ایک مرد انصار سے بھی وہاں موجود تھا۔ وہاں سے ایک جنازہ گزرا۔ وہ مرد انصاری جنازے کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا مگر ابو جعفر کھڑے نہوئے اور میں بھی حضرت کے ساتھ بیٹھا رہا۔ حتیٰ کہ جنازہ اس مقام سے گزر گیا۔ اس وقت بیٹھا۔ جناب باقرؑ نے پوچھا کیوں تم کھڑے ہوئے۔ عرض کی میں نے حضور کے

جد امجد امام حسینؑ کو دیکھا کہ وہ جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ فرمایا بخدا قسم کہ نہ امام حسینؑ جنازے کے لئے کھڑے ہوتے تھے نہ کوئی اور شخص ہم اہلبیت سے اس کے لئے اُٹھتا ہے۔ انصاری بولا اصلحک اللہ آپ نے مجھے شک میں ڈالدیا۔ پہلے میں جانتا تھا کہ میں نے ایسا دیکھا ہے۔

مروی ہے کہ آنجناب جب جنازے کو مشاہدہ کرتے تو یہ کلمات کہتے الحمد للہ الذی لم یجعلنی من السّواد المخترم۔ حمد و سپاس اس خدا کو جس نے مجھ کو سواد مخترم یعنی مردہ نہیں بنایا۔

مرور جنازہ کے وقت بموجب طریقہ حقّہ امامیہ بجائے کھڑے ہونے کے اپنی جگہ پر بیٹھا رہنا راجح ہے۔ الاّ جنازہ یہودی کے گزرنے پر اُٹھ کھڑا ہونا چاہیئے۔ جبکہ اندیشہ ہو کہ نہ اُٹھیگا تو جنازہ اسکے سر کے اوپر سے گزرے گا ۱۲ رسالہ زینت العباد مؤلفہ شیخ زین العابدین مجتہد عراق۔

ہاتھی دانت کی کنگھی

عبد اللہ بن سلیمان نے کہا میں نے ابو جعفر محمد باقرؑ سے عاج دندان فیل کے شانے کے استعمال کی بابت سوال کیا۔ فرمایا لاباس بہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں میرے پاس بھی اس کی ایک کنگھی ہے۔ اس سے پہلے کشف الحقائق میں گزرا کہ جناب صادق اور دیگر حضرات ائمہ اس کا استعمال کرتے تھے البتہ نقرہ کے شانے سے کراہت فرماتے تھے۔

سریانی و عبرانی زبانوں میں مناجات

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو جعفرؑ سے سُنا فرماتے تھے انّا علّمنا منطق الطّیر و اوتینا من کلّ شیءٍ۔ ہم کو پرندوں کی بولی بتائی گئی ہے اور ہر علم و ہر زبان سے واقف کیا گیا ہے۔

اصحاب آنجناب سے ایک شخص ناقل ہے کہ ہم بارادہ زیارت درِ دولت پر حاضر ہوئے۔ دہلیز میں پہنچے تو آنحضرت کو سُریانی زبان میں کچھ پڑھتے سُنا کہ باآواز حزیں پڑھ رہے ہیں اور زار زار روئے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہم بھی آپ کو دیکھ کر رونے لگے۔

موسیٰ بن الیاس بہیری نے کہا ہمنے دروازہ ابو جعفر پر حاضر ہو کر اذن دخول طلب کیا اس وقت صدائے حزیں ہمارے کانوں میں آئی جیسا کہ کوئی عبرانی زبان میں کچھ پڑھ رہا ہے اندر داخل ہوئے تو دریافت کیا کہ یہاں عبرانی زبان کون پڑھ رہا تھا۔ فرمایا مجکو الیاس نبی کی مناجات یاد آئی اس کو پڑھتا اور روتا تھا۔

مبارکباد طفل مولود کسی مرد کو اس کے یہاں بچہ پیدا ہونے پر مبارکباد دی فرمایا اسئل اللہ ان یجعلہ خلفاً معک وخلفاً بعدک کہ سوال کر خدا سے کہ وہ مولود تیرے سامنے تیرا جانشیں ہو اور تیرے مرنیکے بعد بھی ہو۔ بتحقیق کہ آدمی اپنے باپ کا خلیفہ و جانشیں ہوتا ہے اس کی حیات میں بھی اور بعد وفات کے۔ یعنی اولاد سعید وہ ہے کہ باپ کی حیات میں اسکی نیابت میں وہ کام کرے جو اسکی خوشنودی کے باعث ہوں اور بعد وفات ایسے اعمال بجالائے جس کا ثواب اس کو پہنچتا رہے۔

پارۂ از معجزات جناب محمد باقر صلوات اللہ علیہ

بحار میں سعد بن سعید سے روایت ہے کہ آنحضرت ؑ نے اس سے فرمایا اے سعد ہم حجۃ خدا ہیں اور وجہ خدا و عین (آنکھ) خدا اسکی خلقت پر ہم والیان امر خدا ہیں اسکے بندوں میں ہمارے درمیان اور تمام ممالک روئے زمین کے درمیان ایک علاقہ ہے جس وقت ہم کو کسی قطعۂ زمین میں کوئی کام پیش آتا ہے تو اسی علاقہ سے اس کو اپنے سامنے کر لیتے ہیں مع اسکے شہروں بازاروں اور عمارتوں کے حتیٰ کہ اس میں حکم خدا کا انفاذ

کرتے ہیں بتحقیق کہ ہوا جیسے حضرت سلیمان کے حکم میں تھی ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کو محمد و آل محمد کے لئے تسخیر کیا ہے۔

حضور ملائکہ واجنہ بخدمت آنجناب ع

بحار میں معتب غلام ابو عبداللہ علیہ السلام سے نقل ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک روز صبح کے وقت اپنے پدر عالی قدر حضرت ابو جعفر کے ساتھ نماز صبح پڑھی بعد نماز حضرت بیٹھ کر تسبیح پڑھنے لگے تو ایک شخص طویل القامت جس کے تمام سر کے بال سفید تھے آپ کے پاس داخل ہوا اور سلام کیا آنحضرت پر اسکے پیچھے پیچھے ایک جوان رعنا وہاں آیا وہ بھی سلام بجالایا اور بوڑھے کا ہاتھ پکڑ کر بولا اُٹھ کھڑا ہو کہ تجھ کو اس کا حکم نہیں دیا گیا۔ دونو وہاں سے چلے گئے تو میں نے آپ سے پوچھا اے پدر یہ مرد جوان اور پیر کون تھے۔ فرمایا بوڑھا ملک الموت تھا اور جوان جبرئیل ہیں۔

دیگر۔ خرائج والجرائح میں محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ ابو جعفر محمد باقر ع نے فرمایا اگر تمہارا یہ گمان ہے کہ ہم تم کو (غیبت میں) نہیں دیکھتے اور تمہاری باتیں نہیں سُنتے تو یہ تمہاری بدگمانی ہے۔ اگر ہم کو تمہارے حالات سے آگاہی نہ ملے تو کیونکر تمہارے پیشوا ہو سکتے ہیں اور کیا فوقیت تم پر رکھیں۔ میں نے عرض کی کہ کوئی ایسی بات دکھائیے جس سے ہم اس پر دلیل لاسکیں۔ فرمایا ہاں میرے اور تیرے عدیل کے درمیان ربذہ کے مقام پر تنازعہ ہوا تا اینکہ اس نے ہماری محبت و معرفت کا طعنہ دیا۔ میں نے کہا خدا کی قسم ایسا ہوا تھا۔ فرمایا تو میں کوئی ساحر کاہن و مجنون نہیں یہ خدا کی دی ہوئی اطلاع متعلق بعلم نبوت ہے۔ اور ہم کو آئندہ کی بھی خبر دی جاتی ہے۔ عرض کی کون آپ کے تئیں یہ خبریں دیتا ہے۔ فرمایا کبھی ہمارے دل میں پڑ جاتا ہے کبھی کانوں میں آواز آجاتی ہے۔ نیز ہمارے خدمتگزار کچھ مومنین

کتب خانہ ... وقف

جنات سے ہیں جو ہمارے شیعہ ہیں اور تم سے زیادہ مطیع و فرمانبردار ہیں وہ تمہارے تمام حالات کی خبر دیتے رہتے ہیں۔

دیگر۔ سعد اسکافی سے کہا۔ میں نے حضرت محمدؑ باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے اجازت طلب کی تو مجھ سے کہا گیا کہ ذرا ٹھہرو ابھی حضرت کے پاس اور برادران مومن حضوری میں ہیں۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ بارہ اشخاص زطون (زط معرّب جٹ مخفّف جاٹ ہندی) کے مشابہ برآمد ہوئے جو عمدہ قبائیں پہنے اور نفیس چادریں اوڑھے اور موزے پاؤں میں ڈالے تھے انہوں نے ہم سے سلام علیک کی اور گزر گئے۔ میں حضرت کی خدمت میں داخل ہوا تو عرض کی میں نے ان لوگوں کو جو ابھی حضرت کے پاس سے نکل کر گئے نہیں پہچانا۔ یہ کون لوگ تھے۔ فرمایا یہ تمہارے برادران مومن جنات سے تھے۔ عرض کی جن تمہارے پاس آتے ہیں۔ فرمایا ہمیشہ صبح کے وقت آتے ہیں اور مسائل حلال و حرام اسی طرح دریافت کرتے ہیں جیسا کہ تم پوچھتے ہو۔

دیگر۔ ابو حمزہ ثمالی نے جناب ابو جعفر سے روایت کی ہے کہ فرمایا ہم ایک بار ادائے عمرہ کی خاطر مکّہ معظمہ گئے تھے۔ درایں اثنا کہ حجر اسمٰعیل میں بیٹھا تھا۔ ایک جن (بشکل مار عظیم سیاہ چشم کے کہ اکثر گھروں میں رہتا ہے کسی کو ایذا نہیں دیتا) مشرق کی طرف سے حرم میں داخل ہوا اور آتا آتا حجر اسود تک پہنچا۔ میں ٹکٹکی باندھے اسکی طرف دیکھ رہا تھا دیر تک کھڑے رہنے کے بعد سات بار طواف خانہ کعبہ بجالایا۔ پھر مقام ابراہیم میں آکر دو رکعت نماز پڑھی۔ اس وقت دن ڈھل چکا تھا۔ عطا اور اس کے اصحاب نے اسے دیکھا اور میرے پاس آکر بولے یا ابا جعفر۔ تم نے اس سانپ کو دیکھا میں نے کہا ہاں دیکھ رہا ہوں اس کو اور اس کے افعال کو۔ پھر اس نے کہا اس کے پاس جاؤ اور میری طرف سے اسے کہو محمدؑ بن علیؑ نے کہا ہے کہ خانہ کعبہ کی زیارت کو

غلامانِ سیاہ آنے والے ہیں۔ یہ ان کی خلوت کا وقت ہے۔ تو اپنے مناسک ادا کر چکا۔ ہم کو اندیشہ ہے انکے آنے سے پہلے یہاں سے چلا جائے تو بہتر ہے یہ پیغام سُنکر اس نے سنگریزہ ہائے مسجد کی ایک ڈھیری لگائی اور اس پر دُم ٹیک کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ پھر ہوا میں پرواز کر گیا۔

دیگر۔ سدیر صیرفی سے نقل ہے کہ جناب ابو جعفر نے ان کو چند کام مدینہ کے بتائے وہ اپنے شتر پر سوار ہو کر روانہ ہوئے مقام فج الروحا پر پہنچے تھے کہ ایک شخص کو کنارِ راہ کھڑا دیکھا کہ کپڑا ہلا رہا ہے وہ اسکی طرف متوجہ ہوئے۔ اور یہ خیال کر کے کہ تشنہ ہے اپنا ظرف آب اسکی طرف بڑھایا۔ کہا مجھ کو اس کی ضرورت نہیں اور ایک خط ان کو دیا جسکی مُہر ہنوز خشک نہوئی تھی۔ غور سے دیکھا تو حضرت باقرؑ کی مُہر تھی۔ انہوں نے حاملِ خط سے پوچھا صاحبِ خط سے کب جُدا ہوا۔ کہا اسی وقت۔ کھولکر پڑھا تو چند امور کی نسبت ارشاد کیا تھا۔ پھر جو دیکھا تو وہاں کوئی دکھائی ندیا۔ اس کے بعد جب حضرت مدینہ واپس ہوئے اور سدیر ان سے ملے۔ تو عرض کی فدا ہوں آپ پر حضور کا خط ملا تھا حال آنکہ مہر کی تری ہنوز خشک نہوئی تھی۔ فرمایا ہاں جب ہم کو ایسی ہی جلدی ہوتی ہے تو ان کو یعنی جنوں کو تعینات کرتے ہیں اور بروایت محمد بن الحسین فرمایا۔ اے سدیر ہمارے کچھ خادم جنّہ سے ہیں جس کام میں شتابی منظور ہوتی ہے وہاں ان کو مقرّر کرتے ہیں۔

دیگر۔ نعمان بن بشیر نے کہا۔ میں ایک سفرِ حج میں جابر جعفی کا شریک سواری شتر تھا۔ مدینہ پہنچے تو وہ حضرت ابو جعفرؑ کے پاس حاضر ہوا اور آنحضرتؑ کو وداع کیا اور خوشی خوشی وہاں سے روانہ ہوا۔ فید سے اس طرف احرجہ کی منزل پر پہنچے تو جمعہ کا دن تھا۔ ظہر کی نماز پڑھ کر سوار ہوئے۔ اس وقت ایک مرد طویل القامت گندم گوں نے آکر جابر کو خط دیا۔ اس نے لیکر اس کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔ کیونکہ دیکھنے

سے معلوم ہوا کہ خط ابو جعفر محمد باقرؑ کا بنام جابر بن یزید تھا اور سیاہی اس کی ہنوز خشک نہوئی تھی۔ جابر نے پوچھا تجھ کو میرے مولیٰ سے جدا ہوئے کتنا عرصہ ہوا کہا الساعۃ۔ یعنی اسی دم کہا قبل نماز ظہر یا اس کے بعد کہا اسکے بعد۔ جابر نے اسے کھولکر پڑھا اور کوفہ پہنچکر تعمیل ارشاد میں مصروف ہوا۔

اطلاع بر مغیبات

کشی علیہ الرحمہ و دیگر اہل علم نے اسمٰعیل بن ابی حمزہ سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا ایک روز جناب ابو جعفر اپنے ایک باغ میں باغہار مدینہ سے جانے کو سوار ہوئے میں بھی ہمراہ رکاب تھا اور سلیمان بن خالد بھی ہمارے ساتھ تھے۔ راہ میں سلیمان نے عرض کی فدا ہوں حضرت پر کیا امام کو ہر روز کے واردات سے اطلاع ہو جاتی ہے۔ فرمایا اے سلیمان قسم ہے اس خدائے عز و جل کی جس نے محمدؐ کو نبوت و رسالت کے لئے برگزیدہ کیا۔ امام ہر روز و ہر ماہ و ہر سال کے واقعات سے مطلع ہوتا رہتا ہے۔ پھر فرمایا۔ اے سلیمان تجھے خبر نہیں کہ شبہائے قدر میں روح ان پر نازل ہوتا ہے۔ اور اگلی شب قدر تک کے رات دن کے تمام حادثات کی اطلاع دیتا ہے۔ کیا تو چاہتا ہے کہ اس وقت تجھ کو وہ امر دکھاؤں کہ تیرا قلب مطمئن ہو جائے۔ راوی کہتا ہے کہ قسم خدا کی ہم وہاں سے کوئی ایک میل یا بیش و کم دور گئے ہونگے کہ آپ نے فرمایا کہ ابھی دو آدمی ہمارے آگے آتے ہیں جنہوں نے چوری کر کے اس کو چھپا رکھا ہے۔ ذرا آگے بڑھے تو فی الواقع دو شخص آرہے تھے۔ حضرت نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ ان چوروں کو پکڑلو۔ انہوں نے گرفتار کر لیا۔ وہ قسمیں کھانے لگے کہ ہمنے کوئی چوری نہیں کی۔ فرمایا خدا کی قسم اگر جو کچھ تم نے چرایا ہے نہ نکالو گے تو میں اپنے آدمی بھیجکر وہ تمام مال اس جگہ سے نکلوالوں گا جہاں تم نے چھپایا ہے اور صاحب مال کو بلواؤں گا۔ وہ حاکم شہر کے آگے یہ معاملہ پیش کریگا اور سزا دلوائے گا اب تم کو اختیار ہے۔ انہوں نے مال دینے سے انکار کیا۔ حضرت نے غلاموں کو حکم دیا

کہ ان کو مضبوط پکڑے رہو۔ بھاگنے نہ پائیں اور سلیمان کو کہا تم ان غلاموں کو ہمراہ لیکر پہاڑ پر جاؤ۔ اور اس (ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا) راستہ سے جاکر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھو وہاں ایک غار ہے۔ اس غار میں جاکر جو شے وہاں ملے نکال لاؤ۔ راوی کہتا ہے کہ میں چلا اور ان باتوں نے میرے دل میں گہرا اثر کیا تھا۔ تا اینکہ پہاڑ پر گیا اور غار میں اُترا۔ وہاں دو صندوق سنگین جن میں ایک ایک کو دو دو مرد اُٹھا سکیں موجود پائے۔ ان کو اُٹھا لایا۔ اور حضرت کی خدمت میں حاضر کیا۔ فرمایا اے سلیمان تو کل مدینہ میں عجیب کیفیت مشاہدہ کرے گا۔ اس کے بعد ہم سب شہر میں آئے۔ صبح ہوئی تو جناب ابوجعفر ہمارا ہاتھ پکڑے والی شہر کے پاس داخل ہوئے۔ آپ سے پہلے مالکِ مال چند بیجرم اشخاص کو حاکم کے پاس لایا تھا کہ انہوں نے میرا مال چُرایا ہے۔ حاکم تفتیش کر رہا تھا کہ اتنے میں حضرت وہاں پُہنچے اور والی سے کہا یہ لوگ چور نہیں سرقہ کرنے والے میرے پاس ہیں۔ اور مدعی سے کہا تیری کیا کیا شے چوری گئی ہے۔ کہا ایک صندوق جس میں فلاں فلاں سامان ہے اور ان اشیاء کا نام لیا جو چوری نگئی تھیں۔ فرمایا جھوٹھ کیوں بولتا ہے۔ کہا تو آپ کو اس کی کیفیت خوب معلوم ہے۔ والی نے صاحب مال پر سختی کرنا چاہا۔ حضرت نے اسے روکا اور غلام سے کہا فلاں صندوق حاضر کرو وہ حاضر ہوا تو فرمایا یہ صندوق اور جو کچھ اس میں ہے اس کا مال ہے اس سے زیادہ طلب کرے تو کاذب و مفتری ہے۔ اور ہمارے پاس ایک اور صندوق مال مسروقہ کا ہے۔ جس کا مالک اور شخص ہے وہ چند روز بعد اس کی تلاش میں یہاں آئے گا۔ بربر کا رہنے والا ہے جب آئے اس کو میرے پاس بھیج دینا۔ لیکن ان دو چوروں کے جبتک ہاتھ نہ کاٹے جائینگے میں یہاں سے نہ جاؤں گا۔ ان کا خیال تھا کہ تنہا ابوجعفر کے کہنے سے اجراء حد نہیں ہو سکتا۔ بولے ہمنے چوری کا اقرار نہیں کیا۔ قطع ید کیونکر ہو سکتا ہے۔ والی نے کہا وائے ہو تم پر ابوجعفر وہ شخص ہیں کہ اگر تمام اہل مدینہ پر شہادت دیں تو انکی شہادت

مجری ہو گی۔ قطع ید و جریان حد کے بعد ایک نے ان سے کہا اے ابو جعفر تم نے بحق حد جاری کی اور مجھ کو اس بات سے کہ حق تعالیٰ نے حد شرعی میرے اوپر آپ کے ہاتھ سے جاری کرائی اور توبہ میری حضرت کے حضور میں واقع ہوئی اتنی خوشی ہوئی ہے کہ کوئی تمام مدینہ مجھ کو بخشدیتا تو ایسی خوشی نہوتی۔ میں یہ خوب جانتا ہوں کہ تم کو علم غیب نہیں مگر اہل بیت نبوت ہو اور معدن علم و حکمت۔ ملائکہ تمہارے اوپر نازل ہوتے ہیں۔ حضرت کو اس پر رحم آیا اور فرمایا انت علیٰ خیر۔ تو بھلائی پر ہے۔ پھر حاکم شہر اور حاضرین سے خطاب کیا۔ واللہ اس کا ہاتھ بیس سال اس سے پہلے بہشت میں پہنچ گیا۔ خرائج والجرائح میں ہے کہ وہ مرد اس واقعہ کے بعد بیس سال تک زندہ رہا۔ سلیمان نے ابن ابی حمزہ سے کہا اس سے زیادہ روشن دلیل امامت اور کیا ہو گی اس نے کہا دوسرے صندوق کا معاملہ اس سے بھی عجیب تر ہے۔ راوی کہتا ہے کہ قسم خدا کی اس کو بہت زمانہ نگزرا تھا کہ بربری حاکم کے پاس آیا۔ اس نے اسے حضرت کے پاس بھیجدیا۔ آپ نے فرمایا اے بربری قبل اس کے کہ تو بیان کرے میں تبلادوں کہ تیری کیا کیا شے صندوق میں ہے عرض کی اگر آپ یہ تبلادیں کہ اس میں کون کون شے کس کس سے متعلق ہے تو فی الحقیقت آپ امام مفترض الطاعۃ ہیں۔ فرمایا۔ اسمیں ایک ہزار دینار تیرے اور ایک ہزار دوسرے شخص کے ہیں۔ فلاں فلاں پارچہ ہے عرض کی اس مرد کا جسکے ہزار دینار ہیں کیا نام ہے۔ فرمایا محمد بن عبدالرحمٰن۔ وہ مرد صالح کثیر الصدقہ و نماز گزار ہے اور اس وقت دروازے پر کھڑا ہے۔ بربری نے کہا شہادت دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے۔ کوئی اس کا شریک نہیں اور محمدؐ اس کا بندہ و رسول ہے اور تم اہل بیت رحمت ہو اذہب اللہ عنکم الرجس وطہرکم تطہیرا۔ حضرت نے فرمایا رحمتِ خدا ہو تیرے اوپر سلیمان نے کہا میں نے اس واقعہ کے بعد دس حج کئے دست بریدہ کو ہر مرتبہ اصحاب ابو جعفر کے درمیان دیکھتا تھا۔

دیگر۔ خرائج میں عبداللہ بن معاویہ جعفری سے نقل ہے کہ انہوں نے کہا میں تم سے وہ حدیث بیان کرتا ہوں جس کو میرے کانوں نے ابو جعفرؑ سے سنا اور میری آنکھوں نے دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ مدینہ پر آل مروان سے ایک مرد حاکم تھا ایک روز اس نے مجھ کو بلوایا۔ اس وقت کوئی آدمی اس کے پاس نہ تھا۔ کہنے لگا۔ اے معاویہ میں نے تم کو بوجہ اس اعتماد کے جو تم پر رکھتا ہوں طلب کیا ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرا پیغام کوئی دوسرا نہیں پہنچائیگا۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے اعمام محمد بن علی (امام باقرؑ) و زید بن الحسن بن الحسنؑ سے ملو اور ان سے کہو کہ جو باتیں میں نے ان کی نسبت سُنی ہیں ان سے باز رہیں ورنہ سزایاب ہو جائینگے۔ پس میں بارادۂ ملاقات ابو جعفرؑ وہاں سے نکلا۔ راہ میں ملاقات ہوئی۔ آپ اس وقت مسجد کو جا رہے تھے۔ میں پاس گیا تو متبسم ہوئے اور فرمایا اس مردود نے تجھ کو بھیجا ہے کہ اپنے چچوں سے ایسا اور ایسا کہنا۔ یہ کہہ کر جو کچھ ان سے کہا تھا لفظ بلفظ نقل کیا گویا کہ اس وقت وہاں حاضر تھے اور اس کا کلام سُن رہے تھے۔ پس ارشاد کیا کہ برادر زادے اللہ تعالیٰ نے اسکی شرارت کو ہم سے دفع کیا۔ پرسوں تک وہ یہاں سے معزول ہو کر مصر کو جلاوطن کیا جائے گا۔ قسم خدا کی میں ساحر و کاہن نہیں ہوں مگر مجھے اس کی خبر دی گئی ہے راوی کہتا ہے قسم خدا کی دوسرے روز اسکے معزول ہو کر مصر کی طرف اخراج کئے جانے کی خبر مدینہ میں آگئی۔ اور اس ملک کے لئے ایک اور حاکم مقرر ہو گیا۔

حدیث الخیط عیون المعجزات منسوب بسید مرتضیٰ علم الہدیٰ میں جابر جعفی سے نقل ہے کہ بنی امیہ نے اپنے عہدِ حکومت میں بہت ظلم و ستم کئے اور حرام خون گرائے اور ایک ہزار ماہ کامل منبروں پر چڑھ کر امیر المؤمنین علی بن ابیطالب علیہ السلام پر لعن و تبرا کیا کئے۔ اور بلاد اسلام میں شیعیان آنجنابؑ کو ایذائیں و آزار دیتے اور قتل و تباہ کرتے رہے اور علماء بد سیر نے حطام دُنیا کے لالچ میں ان کو ان امور

برانگیختہ کیا۔ شیعوں پر جو امر زیادہ سخت و ناگوار تھا۔ وہ مذمت حضرت امیرالمومنین
صلوات اللہ علیہ کی تھی۔ جو کوئی آپ کی لعن سے انکار کرتا تو اس کو مار ڈالتے جب
شیعوں میں یہ امر شائع ہوا اور اس کو طول و شدت ہوئی تو ان لوگوں نے امام
زین العابدین عم کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی۔ یا ابن رسول اللہ ہم کو اوطان سے
جلا کیا اور قلع و قمع کر کے قریباً نیست و نابود کر دیا۔ عین مسجد رسول اللہ میں آنحضرت
کے منبر پر علانیہ امیرالمومنین پر لعن و تبرا کرتے ہیں کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ احیاناً
کسی نے کچھ کہا تو کہتے ہیں۔ یہ ترابی ہے۔ اور حاکم کو خبر دیتے ہیں کہ ابوتراب کو بھلائی
سے یاد کرتا ہے وہ پکڑ کر سزا دیتا قید کرتا ہے یہاں تک کہ مار ڈالتا ہے۔ حضرت نے یہ
کلام ان کا سُنا تو نظر مبارک آسمان کی طرف اُٹھائی اور فرمایا سبحانک ما اعظم
شانک تو پاک ہے اور تیری شان بہت عظیم ہے۔ اس طرح اپنے بندوں کو مہلت دیتا
ہے کہ گمان کرتے ہیں کہ ہم کو بحال خود چھوڑ دیا ہے یہ سب امور تیرے سامنے اور
زیر نظر ہیں۔ کیونکہ کوئی تیری قضا پر غلبہ نہیں پا سکتا اور کوئی تدبیر تیرے حتمی ارادہ
کو نہیں روک سکتی جیسا تو چاہتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ کیونکہ
تو اسکے نیک و بد سے ہم سے زیادہ آگاہ ہے۔ یہ مناجات کر کے اپنے فرزند ارجمند
محمد بن علی باقر عم کو بُلایا اور فرمایا اے فرزند صبح کو مسجد رسول اللہ میں جاؤ اور وہ ڈورا
جو جبرئیل امین خدائے عالمین سے رسول اللہ صلعم کے پاس لائے تھے اپنے ساتھ لو۔
اُس کو کھول کر تھوڑی سی حرکت دو۔ زنہار کہ زیادہ متحرک کرو کہ تمام ہلاک ہو جائینگے
جابر کہتے ہیں کہ میں آنحضرت کا یہ کلام سُن کر حیران رہ گیا۔ کوئی کلمہ میرے مُنہ سے نہ
نکلا۔ گھر گیا تو رات مجھ پر دراز ہو گئی اس شوق میں کہ کہیں جلد صبح ہو اور میں اس
تحریک خیط کے آثار کو ملاحظہ کروں۔ صبح سویرے اُٹھا اور اس طرف کو روانہ ہوا۔
دروازہ دارالامامت پر حضرت ابوجعفر عم سے ملاقات ہوئی۔ فرمایا اے جابر اس وقت

کیسے آنا ہوا - تم تو ایسے سویرے نہیں آتے - عرض کی کل جو امام عالی مقام نے ارشاد کیا تھا کہ وہ دھاگا جس کو جبرئیل رسول اللہ کے لئے لائے تھے اسے لیکر مسجد رسول اللہ میں جاؤ اور اس کو آہستہ سے ہلاؤ زور سے حرکت نہ دینا نہیں تو تمام آدمی ہلاک ہو جائینگے - اس کے دیکھنے کے اشتیاق میں آیا ہوں - جناب باقرؑ نے فرمایا قسم خدا کی اے جابر اگر وقت معین و اجل محتوم اور قدر مقدر نہوتے تو زمین اس خلق منحوس کو لیکر ایک طرفۃ العین میں اندر دھنس جاتی - مگر ہم بندگان اکرام کردۂ خدا ہیں بولنے میں اس سبحانہ پر سبقت نہیں کرتے اور بموجب اس کے حکم کے عمل گستر ہوتے ہیں - جابر نے عرض کی اے سید و سردار میرے کس لئے انکے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے - فرمایا تو نے نہیں سنا جو کل شیعوں نے میرے والد سے اسکی شکایت کی - حضرت نے مجھے حکم دیا ہے کہ ان کو ڈراؤں اور مرعوب کروں شائد وہ ان حرکات سے باز آئیں اور کچھ اشخاص کی ہلاکت بھی ہوگی کہ دنیا ان کی غلاظت سے پاک وصاف ہو جائے - جابر نے عرض کی وہ کیونکر مرعوب ہو سکتے ہیں - باوجود اپنی اس کثرت کے کہ احصار و شمار سے باہر ہے - جناب باقرؑ نے فرمایا اے جابر تم ہمارے ساتھ مسجد میں چلو - کہ قدرتِ خدا اور اسکی طاقت و قوت کو جس سے اس سبحانہ تعالیٰ نے ہم کو مخصوص کیا ہے مشاہدہ کرو - جابر حضرت کے ساتھ ساتھ مسجد میں آئے - آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اور رخسار ہائے مبارک کو خاک پر رکھا اور کچھ کلمات زبان معجز بیان سے ارشاد کئے - اور اٹھ کر وہ دھاگا آستین سے نکالا - بوئے مشک اس سے فائح تھی - دیکھنے میں سوئی کے ناکے سے بھی باریک تھا اور ایک سرا اس کا جابر کو دیکر کہا کہ اسے لئے دور چلے جاؤ اور خبردار ذرا حرکت ندینا - جابر کا بیان ہے کہ میں اسے لیکر قدرے دور گیا اور ایک جگہ ٹھہر گیا اس وقت آپ نے اس کو ایک خفیف سی حرکت دی کہ مجھ کو اچھی طرح سے محسوس بھی نہوئی

پھراس کا سر اپنے ہاتھ سے لے لیا۔ عرض کی یا سیّدی یہ کیا بات ہوئی۔ فرمایا باہر جاکر ذرا شہر کی کیفیت ملاحظہ کر۔ میں نے مسجد سے نکل کر دیکھا تو ایک تلاطم شہر میں برپا تھا۔ فریاد وزاری کی آوازیں ہر طرف سے بلند تھیں۔ زلزلہ سے لرز کر اکثر مکانات منہدم ہو گئے تھے اور بے تعداد زن و مرد صغیر وکبیر انکے تلے دب کر راہی ملک عدم ہوئے تھے۔ چاروں طرف سے چیخ پکار اور صدائے انا للہ آرہی تھیں لوگ باہم کہہ رہے تھے کہ فلاں عمارت برباد ہو گئی۔ ایک گروہ خائف و ترساں مسجد رسول اللہ کو آرہا ہے کہ توبہ وانابت کرے کچھ یہ کہتے آتے ہیں کہ ہم نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر چھوڑ دیا۔ فسق وفجور اختیار کیا۔ اہل بیت رسول اللہ پر ظلم وستم روا رکھتے ہیں ہم اس قابل ہیں کہ زمین میں اتر جائیں ان امور کو نہ چھوڑینگے اور اپنی اصلاح نکرینگے تو اس سے شدید تر مصائب میں مبتلا ہونگے۔ ایسا عظیم زلزلہ آئے گا کہ تمام خاک میں مل جائینگے۔ میں حیرت سے دیوانہ واران کو دیکھتا تھا۔ حتیٰ کہ رقت مجھ پر طاری ہوئی اور انکے ساتھ رونے لگا۔ پھر ان کو چھوڑ کر مسجد میں آیا تو دیکھا لوگوں نے چار طرف سے امام باقرؑ کو گھیر رکھا ہے اور کہتے ہیں یا ابن رسول اللہ ہمارے لئے دعا رخیر کریں آپ دیکھتے ہیں کہ کیا مصیبت ہم پر نازل ہو رہی ہے۔ حضرت نے فرمایا نماز۔ دعا۔ صدقہ و خیرات سے پناہ گیر ہو۔ پس میرا ہاتھ پکڑ کر علیحدہ تشریف لے گئے اور پوچھا کیا حال خلقت کا تو نے دیکھا۔ عرض کی کچھ نہ پوچھئے مکانات گر گئے۔ مکیں مر گئے۔ انکا حال زار دیکھ کر مجھ کو رحم آتا تھا۔ فرمایا خدا انپر رحم نکرے۔ سحقاً سحقاً۔ وبعداً للقوم الظالمین قسم خدا کی اگر مصلحت خدا اسکی خلاف نہوتی اور میرے والد ماجد اسکی ممانعت نکرتے تو میں اس قدر اس کو حرکت دیتا کہ عالم تہ وبالا ہو جاتا اور دشمنان خدا تمام ہلاک ہو جاتے۔ پھر حضرت منارۂ مسجد پر چڑھے۔ میں ان کو دیکھتا تھا۔ اوروں کو دکھائی نہ دیتے تھے اور وہ دھاگا منارے کے گرد لپیٹا۔ اسپر مدینہ میں ایک اور زلزلہ آیا مگر پہلے سے خفیف جسمیں

باقرؑ نے اس آیہ کی تلاوت کی ذٰلک جزینٰھم ببغیھم وھل نجازی الا الکفور۔ یہ وہ ہے جو ہم نے ان کی بغی وجہالت کا بدلہ دیا اور آیا ہم کسی کو سوائے ناشکروں کے اور کو بھی یہ بدلہ دیتے ہیں۔ پھر فرمایا فلما جاء امرنا جعلنا عالیھا سافلھا جب ہمارا امر آیا ہمنے اسکی بلندیوں کو پستیاں بنادیں۔ نیز اس کو تلاوت فرمایا۔ فخر علیھم السقف من فوقھم واتٰھم العذاب من حیث لا یشعرون۔ گر پڑی ان پر چھتیں انکے اوپر سے اور آیا ان پر عذاب۔ اس طرح پر ان کو شعور نہوا۔ جابر کہتے ہیں کہ دیکھا میں نے کہ اس زلزلہ ثانیہ پر زنانِ پردہ دار پردے پھاڑکر سروپا برہنہ روتی پیٹتی نکل پڑیں۔ جناب باقرؑ نے جو انکے حال زار پر نگاہ کی تو ان پر رحم آیا اس ڈورے کو اکٹھا کر کے جیب میں رکھ لیا۔ اور مینار سے اُتر آئے۔ اس وقت زلزلے میں سکون ہوا۔ آپ مجھ کو ساتھ لئے دولت خانہ کو واپس ہوئے۔ راہ میں ایک آہنگر کی دوکان پر آدمیوں کا جمگھٹا لگ رہا تھا۔ وہ کہتا تھا تم نے ہمہمہ کی آواز سُنی کسی نے کہا بڑا ہمہمہ تھا۔ بعض کہتے تھے خدا کی قسم وہ کلام کثیر تھا۔ مگر ہم اسکا ادراک نکر سکے۔ جابر کہتے ہیں کہ آپ نے میری جانب دیکھا اور تبسّم فرمایا۔ پھر کہا اے جابر باعث ان مصائب کا ان کی بغاوت وطغیان ہے۔ میں نے عرض کی یا ابن رسول اللہ یہ عجیب وغریب ڈورا جس کو حضور نے خفیف سی حرکت دی کیا شے ہے۔ فرمایا یہ بقیہ ہے ان اشیاء کا جس کو آلِ موسیٰ وآل ہارون ورثہ میں چھوڑ گئے۔ اس کو فرشتے لے گئے تھے۔ جبرئیل پھر اس کو رسول اللہ کے پاس لائے۔ ویحک یا جابر ہم خدا کے نزدیک بہت جاہ ومنزلت رکھتے ہیں۔ ہم نہوتے تو وہ سُبحانہٗ آسمان وزمین جنّت ونار شمس وقمر جن وانس کسی شے کو نہ پیدا کرتا۔ اے جابر ہم پر کسی کا قیاس نہیں ہوسکتا۔ تم عذاب جہنم سے ہماری جہت سے چھوٹو گے۔ ہم ہی سے زندہ ہوا اور ہم ہی سے ہدایت پائی۔ قسم خدا کی ہم نے تم کو خدا کی طرف رہنمائی کی۔ پس ہمارے امرونہی کی پیروی

کرو۔ اور ہمارے قول کو رد نکرو کیونکہ ہم بفضل خدا اس سے عظیم تر ہیں کہ ہماری بات رد کی جائے۔ جو کچھ تم کو پہنچتا ہے ہماری طرف سے پہنچتا ہے جس کو سمجھو اس پر حمدِ خدا بجا لاؤ جو سمجھ میں نہ آئے اُس کو ہماری طرف رد کرو اور کہو کہ ہمارے اماموں نے جو کچھ کہا وہ اسکے زیادہ جاننے والے ہیں۔ جابر کہتے ہیں کہ اس وقت امیر مدینہ کہ بنی اُمیہ کی طرف سے حکومت رکھتا تھا۔ وہاں آیا۔ حال آنکہ اس تہلکہ میں اس کے اور اسکے آس پاس کے گھروں کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ وہ فریاد کرتا تھا لوگو۔ فرزند رسول اللہ علی بن الحسین کے پاس پہنچکر نالہ وزاری کرو۔ اور توبہ و انابہ عمل میں لاؤ کہ اللہ تعالیٰ یہ عذاب تم سے دفع کرے۔ حضرت کو دیکھا تو چلایا یا ابن رسول اللہ دیکھتے ہو کہ تمہارے جدامجد محمد مصطفےٰؐ کی امت پر کیا آفت ٹوٹ رہی ہے وہ تباہ و برباد ہوگئے اپنے پدر بزرگوار سے کہئے کہ دُعا بدرگاہِ خدا کرے اس بلا کو امت کے سروں سے دفع کریں۔ جناب باقرؑ نے فرمایا وہ ضرور ایسا کرینگے مگر تم کو بھی لازم ہے کہ توبہ کرکے اپنے نفوس کی اصلاح کرو اور ناہنجار حرکات سے جن میں غرق ہو باز آؤ۔ بتحقیق کہ عذاب خدا سے ایمن نہیں ہوتی مگر قوم زیانکار۔ جابر کہتے ہیں کہ اسکے بعد ہم سب حاضر خدمت سیّد سجادؑ ہوئے۔ آپ اس وقت تک مشغول نماز تھے۔ ہمنے توقف کیا تا اینکہ فارغ ہوئے۔ تو آہستہ سے جناب باقرؑ سے فرمایا یا محمد کدت ان تھلک الناس جمیعًا کیا تم نے اے محمد تمام خلقت کے ہلاک کرنیکا ارادہ کر لیا تھا۔ جابر نے کہا اے سیّد میرے آپ نے دھاگہ کو ایسی خفیف حرکت دی تھی کہ مجھ کو اس کا احساس بھی نہوا۔ فرمایا اے جابر اگر اس قدر حرکت ہوتی کہ تجھکو اس کا احساس ہوتا تو ایک متنفس روئے زمین پر زندہ نر ہتا۔ فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے۔ تھوڑا سا اس سے بیان کیا۔ فرمایا انہوں نے محرمات خدا کو حلال سمجھا۔ اور ہماری ہتک حرمت کو مباح جانا۔ اسکی یہ جزا ہے۔ عرض کی یا ابن رسول اللہ صوالی شہر دروازے پر حاضر ہے اور مستدعی ہے کہ

حضور مسجد رسول اللہ میں چلکر اور لوگوں کے ساتھ دعا و زاری میں شریک ہوں تاکہ
حق تعالیٰ آپ کی برکت سے ہم پر رحم کرے۔ اسپر تبسّم کرتے ہوئے اس آیہ شریفہ کو
تلاوت کیا۔ اولمتک[1] تاتیکم رسلنا بالبیّنات قالوا بلیٰ قالوا فادعوا وما
دعاء الکافرین الا فی ضلال۔ راوی کہتا ہے میں نے کہا عجیب بات یہ ہے
کہ یہ نہیں جانتے کہ کس وجہ سے ان مصائب میں مبتلا ہوئے۔ فرمایا۔ ہاں یہ بھولے
ہوئے ہیں اور یہ آیہ تلاوت کی۔ الیوم ننسٰہم کما نسوا لقاء یومھم ھٰذا و
کانوا بآیٰتنا یجحدون۔ اے جابر قسم خدا کی کہ اس سے ہمارے آیات و نشان مراد
ہیں اور یہ ان سے ایک آیہ و نشان ہے اور یہ وہ ہے جس کا حق تعالیٰ نے اپنے
کلام مجید میں ذکر کیا ہے۔ بل[3] نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھو
زاھق ولکم الویل مما تصنعون۔ پھر فرمایا اے جابر تو ان لوگوں کی نسبت کیا
کہتا ہے جنہوں نے ہماری سنّت کو برباد کیا۔ ہمارے عہد کو ضائع کیا۔ ہمارے دشمنوں
کے ساتھ دوستی کی اور ہماری آبروریزی کے درپے ہوئے ہمارے حقوق پر دست تعدّی
دراز کیا۔ ہماری میراث غصب کی۔ ہم پر ظلم کرنے والوں کی اعانت کی اپنی سنّت کو
پسند کیا۔ اور فساد دین و اطفاء نور یقین میں فاسقین و کافرین کا رویّہ اختیار کیا۔

---

[1] آیا نہیں آئے ہمارے پیامبر تمہارے پاس ساتھ گواہوں کے کہا ہاں۔ پس کہا دعا کرو
نہیں ہے دعا کافروں کی مگر ضلالت و گمراہی میں ۱۲

[2] آج بھلا دینگے ہم ان کے تئیں جیسا کہ بھلا دیا تھا انہوں نے ملاقات کو آجکے دن کی اور
تھے وہ کہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے ۱۲

[3] بلکہ سنگسار کرتے ہیں ہم حق سے اوپر باطل کے اور اس کا سر توڑتے ہیں پس ناگہاں وہ جاتا رہتا ہے
اور وبل عذاب ہے تمہارے اوپر اس سے جو کچھ تم کرتے ہو ۱۲

جابر نے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہاری معرفت سے مجھ پر منّت رکھی۔ اور تمہاری فضیلت کا اذعان کرایا اور تمہاری اطاعت کو دل میں القا کیا اور تمہارے دوستوں کی دوستی اور دشمنوں کی دشمنی کی توفیق بخشی۔

اخبار از اخبار آئندہ

اہل خبرت پر ظاہر ہے کہ آپ نے امور عظام کی جنسے دُنیا کے کاروبار میں انقلاب ہوا قبل انکے وقوع کے جبکہ کوئی اثر و علامت ان کی ظاہر نہتھی دُنیا کو خبر دی مثلاً بنی اُمیہ کے جور و ظلم کا خاتمہ و بنی عبّاس کے تغلّب و حکمرانی کی ابتدا و زید شہید کی شہادت وغیرہ وغیرہ۔

کشف الغمہ میں دلائل حمیری سے نقل ہوا ہے کہ زید بن حازم نے روایت کی کہ میں حضرت ابو جعفر محمد باقر کے ہمراہ جا رہا تھا۔ چلتے چلتے ہمارا گزر دار ہشام بن عبد الملک پر ہوا جو نیا تعمیر ہو رہا تھا۔ حضرت نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ قسم خدا کی یہ مکان منہدم کیا جائیگا اور اس کا ملبہ یہاں سے ایک ایک کر کے اُٹھا لیا جائیگا۔ حتیّٰ کہ سنگہائے زیت نمودار ہونے لگیں گے۔ بتحقیق کہ یہ محل و مقام نفس زکیہ محمد بن عبد اللہ بن الحسن کا ہے (جو لڑائی درمیان نفس زکیہ و افواج منصور مقام احجار زیت میں ہوئی اسکی کیفیت اس سے پہلے کشف الحقائق میں مذکور ہوئی) راوی کہتا ہے کہ مجھ کو یہ سُن کر تعجب ہوا۔ دل میں کہنے لگا کہ ہشام کا مکان تعمیر ہو رہا ہے کون اس کو گرائے گا۔ میرے کانوں نے یہ خبر جناب ابو جعفرؑ سے سُنی۔ بعد ازاں اپنی آنکھوں دیکھ لیا کہ ہشام فوت ہوا تو ولید نے حاکم مدینہ کو لکھا کہ وہ مکان گرا دیا جائے اور اس کی اینٹ مٹی وہاں سے نقل کی جائے۔ پس وہ اُٹھائی جا رہی تھی تا اینکہ احجار زیت دکھائی دینے لگے۔

دیگر۔ نیز دلائل میں ہے کہ ابو بصیر نے کہا کہ حضرت ابو عبد اللہ نے ارشاد کیا کہ

میرے باپ نے مجھے وصیتیں کیں۔ ایک ان میں سے یہ تھی کہ فرمایا اے فرزند جب میں فوت ہوں تو مجھے سوائے تمہارے کوئی غسل نہ دے کیونکہ امام کو امام ہی غسل دیتا ہے۔ اور اے فرزند تجھے معلوم رہے کہ عبداللہ تیرا بھائی ہے وہ اپنی طرف خلائق کو دعوت کریگا۔ اس سے درگزر کرنا۔ کیونکہ اس کی عمر کوتاہ ہے۔ حضرت نے وفات پائی تو میں نے حسب الوصیت آپ کو غسل دیا۔ عبداللہ نے بمقابلہ آنحضرت دعوائے امامت کیا مگر جیسا کہ آپ نے خبر دی تھی انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ بعد وفات پائی یہ اخبار آنحضرت کے دلائل قطعی امامت سے ہیں کہ پہلے سے کسی امر کے وقوع کی خبر دیں اور وہ اس طرح پر واقع ہو اسی سے امام کی شناخت ہوتی ہے۔

دیگر۔ برسی علیہ الرحمہ نے مشارق الانوار میں روایت کی ہے کہ ابو بصیر نے کہا کہ مجھ سے میرے مولیٰ میرے امام محمد باقر ؑ نے فرمایا تو کوفہ کو واپس جائے تو تیرے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام عیسیٰ رکھا جائیگا اور ایک اور پسر محمد نام ہوگا۔ یہ دونوں شخص ہمارے شیعوں سے ہیں۔ ان کا نام ہمارے صحیفہ میں درج ہے اور جو نسل ان سے روزِ قیامت تک پیدا ہوں گی۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کیا تمہارے شیعہ تمہارے ساتھ محشور ہونگے۔ فرمایا ہاں جبکہ وہ تقوے وخوف خدا کو قائم رکھینگے۔

اخبار از شہادت زید شہید رض

دلائل میں زید بن حازم سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں حضرت ابو جعفر کی خدمت میں حاضر تھا۔ زید بن علی ہمارے نزدیک سے گزرے۔ حضرت ؑ نے فرمایا قسم بخدا کہ یہ کوفہ میں خروج کریگا۔ اور قتل ہوگا۔ اور اس کے سر کو جسم سے جُدا کر کے شہر بشہر پھرائینگے اور ایک نیزہ پر فلاں مقام میں نصب ہوگا ہم کو (نیزہ) بانس کا نام سُنکر تعجّب ہوا کیونکہ مدینہ میں نہ تھا اسکو اپنے ہمراہ لائے تھے۔

دیگر۔ مروی ہے کہ زید بن علی بن الحسینؑ نے آپ کے زمانے میں بیعت ستانی کا ارادہ کیا۔ تو حضرت نے منع فرمایا اور کہا اے زید ہم اہل بیت میں ظہور مہدیؑ سے پہلے امر خلافت پر کھڑا ہونے والا ایسا ہے جیسا کہ بچۂ مُرغ انڈے سے نکلتے ہی قبل اسکے کہ اسکے بال و پر درست ہوں گھونسلے سے نکل ٹپے تو وہ نیچے گریگا اور لطفال اسے پکڑ کر اسکے ساتھ بازی کرینگے۔ پس اے زید خدا سے ڈرو۔ اور اپنی جان پر رحم کرو۔ ایسا نہو کہ کناسئہ کوفہ میں مصلوب ہونیوالے تم ہی ہو پس جیسا حضرت نے خبر دی تھی زید نے خروج کیا اور قتل ہوئے اور کناسئہ کوفہ میں دار پر لٹکائے گئے۔

نیز۔ جابر نے کہا آپ کے سامنے بنی امیہ کی سلطنت کا ذکر تھا ارشاد کیا کہ ہشام کے اوپر کوئی خروج نکریگا۔ الّا یہ کہ قتل ہوگا اور اسکی بادشاہی بیس سال تک طول کھینچے گی۔ میں نے یہ ارشاد حضرت کا زید کے آگے نقل کیا تو انہوں نے کہا میں نے بچشم خود دیکھا کہ ہشام کے آگے رسول اللہ کی مذمّت کی گئی اس نے رد نکیا۔ قسم خدا کی اگر میرے ساتھ میرے پسر کے سوا کوئی دوسرا نہوگا تب بھی اس پر خروج کئے بغیر نرہونگا۔ گو اسمیں مارا جاؤں۔

دیگر۔ حسین بن راشد نے کہا کہ امام جعفر صادق کی حضور میں زید شہید کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا خدا رحمت کرے زید کو میرے والد ماجد نے کو کہا تھا کہ زنہار خروج نکرنا کیونکہ خروج سفیانی سے پیشتر جو کوئی اولاد فاطمہ سے بادشاہِ وقت پر خروج کریگا قتل ہوگا۔ مجھ کو اے زید تمہارا اندیشہ ہے کہ مصلوب ہو مگر انہوں نے نہ سُنا اور جس طرح پر انہوں نے خبر دی تھی وقوع میں آیا۔

اخبار از خلافت بنی عباس

یہ امر مشہور ہے۔ اور السنہ ثقات رواۃ پر مذکور کہ جناب ابو جعفر محمد باقر نے بنی امیہ

کی تباہی اور عباسیوں کی بادشاہی کی اس سے برسوں پہلے اس وقت خبر دی جبکہ اوّل الذکر کا آفتاب اقبال پورے عروج پر تھا۔ اور آخرین کی امارت وحکومت کا کہیں نام ونشان بھی نہ تھا اور اس پر حضرت کو ایسا وثوق تھا کہ ہشام بن عبدالملک جیسے جبّار کے حضور میں اسکے اظہار سے باز نہ رہے۔

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے کتاب نزہۃ القلوب ثعلبی سے نقل کیا ہے کہ جناب باقرؑ نے فرمایا کہ مجکو ہشام بن عبدالملک نے شام میں بلوایا۔ میں اسکے دربار میں گیا تو بنی امیہ اسکے گردوپیش جمع تھے۔ مجکو دیکھ کر بولا۔ اے ترابی (منسوب بابو تراب بنی امیہ آنحضرات کو اور شیعوں کو اس وقت اسی نام سے پکارتے تھے) میرے پاس آؤ۔ حضرت نے فرمایا تراب (مٹی) ہی سے ہم پیدا ہوئے ہیں اور اسی میں چلے جائیں گے پس وہ نزدیک تر بلاتا تھا۔ تا اینکہ اپنے پاس بٹھالیا۔ پھر کہنے لگا تو ہی وہ ابوجعفر ہے جو بنی امیہ کو قتل کریگا۔ کہا نہیں۔ کہا پھر وہ کون ابوجعفر ہے۔ فرمایا وہ ہمارا پسر عم زاد عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہے۔ اسپر تھوڑی دیر میری طرف (بچشم احول گھورتا رہا۔ پھر کہا قسم خدا کی میں نے تجھ کو کبھی دروغ گو نہیں پایا۔ بھلا ایسا کب تک ہوگا میں نے کہا واللہ ماھی ببعیدۃ۔ بخدا قسم کہ وہ زمانہ قریب ہے دور نہیں۔

مروی ہے کہ جابر جعفی (حسب تلقین آنجنابؑ) کہا کرتے تھے کہ بنی امیہ کی سلطنت اس وقت تک ہے جبتک کہ ہماری اس مسجد کی دیوار قائم ہے۔ یہ گر جائے گی تو ان کی بناء امارت بھی منہدم ہو جائے گی۔ راوی کہتا ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ ادہر دیوار گری۔ اس طرف ان کا خاتمہ ہوا۔

دیگر۔ ابوبصیر سے نقل ہے کہ مسجد مدینہ میں حضرت محمد باقر کی خدمت میں حاضر تھا کہ منصور دوانیقی و داؤد بن سلیمان وہاں داخل ہوئے۔ سلطنت بنی امیہ اس وقت تک اپنے عروج پر تھی۔ بس داؤد تو حضرت کے پاس آکر بیٹھے دوانیقی نہ آیا۔ فرمایا کون شے

مانع ہوئی دوانیقی کو ہمارے نزدیک آنے سے۔ داؤد نے معذرت کی وہ حضرت کے پاس بیٹھنے کے قابل نہیں[1]۔ امام نے فرمایا وہ عنقریب شرق وغرب عالم کی بادشاہی پر بطول عمر فائز ہونے والا ہے۔ اس قدر اموال وخزائن اس کے لئے جمع ہونگے کہ اس سے پہلے کسی کے واسطے جمع نہیں ہوئے تھے۔ داؤد نے وہاں سے اُٹھ کر دوانیقی سے حضرت کا یہ ارشاد نقل کیا۔ وہ دوڑا آیا اور عذر خواہ ہوا کہ آپ کی عظمت وجلال کی وجہ سے حاضری سے مقصّر رہا۔ اپنے میں قابلیت نہیں پاتا کہ حضور میں بیٹھوں۔ جو کچھ داؤد کو میرے مقدمے میں خبر دی گئی چاہتا ہوں کہ زبان مبارک سے اپنے کانوں سُنوں۔ فرمایا جو کچھ تو نے اس سے سُنا درست ہے۔ عرض کی ہم کو تمہارے ہوتے ملک وبادشاہی پہنچ سکتی ہے۔ فرمایا ہاں۔ کہا کیا میرے بعد میری اولاد سے بھی کسی کو یہ فخر حاصل ہوگا۔ کہا البتہ ہوگا۔ اور تمہارے اطفال ملک وحکومت سے اس طرح کھیلینگے جیسے گیند سے بچّے کھیلتے ہیں۔ کہا بنی امیّہ کی بادشاہی کی مدّت زیادہ ہے یا ہماری زیادہ ہوگی۔ فرمایا تمہاری مدّت زیادہ ہوگی۔ یہ وہ امور ہیں

---

[1] روایت میں اس مقام پر داؤد کی عربی عبارت فیہ جفاء ہے جس کی شرح میں مجلسی علیہ الرّحمہ البعد عن الآداب لکھتے ہیں۔ یعنی بقول داؤد دوانیقی بزرگوں کی مجلس میں بیٹھنے اُٹھنے کے آداب سے واقف نہیں۔ اور مولانا اردبیلی رح حدیقۃ الشیعہ میں جفاء کا ترجمہ عسرت پریشانی ودلگیری کرتے ہیں۔ حقیر نے ایک جامع لفظ ناقابل اس جگہ لکھ دیا ہے۔ الا دوانیقی کے اگلے پچھلے حالات کا غور وفکر کی عینک سے دیکھنے والا کہے گا۔ کہ داؤد نے اس عبارت سے اسکی شدّت تکبر وتمرّد کا اظہار کیا تھا جو اسکی جبلّت میں داخل تھا اور جو اپنی نسبت بادشاہی کی پیشین گوئی سُنتے ہی روباہ جیسے تملق ولابہ گری سے بدل گیا کہ دوڑا آیا اور عذر خواہی کی۔ اور عموماً دُنیا داروں کا یہی حال ہے کہ جہاں مطلب نکلتا نہیں دیکھتے اکڑ جاتے ہیں۔ اور غرض ہوئی اور یہ لوگ پانی ہو گئے ۱۲

جن کی میرے باپ نے مجھ کو خبر دی ہے۔ منصور یہ سُن کر بہت مسرور ہوا اس کے بعد کچھ عرصہ میں بادشاہی عباسیوں کے سلسلے میں منتقل ہوئی تو حضرت کے اس قول سے تعجب کیا کرتا تھا۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ یہ روایت خرائج والجرائح کی ہے۔ مگر کافی میں کلینی علیہ الرحمہ نے اس کو مبسوط تر نقل کیا ہے۔ وہاں داؤد بن سلیمان ایک مرد نہیں داؤد بن علی وسلیمان بن خالد دو شخص ہیں جو حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نیز بروایت کلینی رح جب داؤد وسلیمان سلطنت عباسیہ کی خوشخبری پاکر خوشی خوشی یہ مژدۂ جاں فزا منصور کو پہنچانے کے لئے چلے تو حضرت باقرؑ نے ان کو آواز دے کر واپس بلالیا۔ اور فرمایا۔ اے سلیمان یہ لوگ شاہی عیش وطرب میں بسر کرینگے جبتک کہ ہم (اشارہ کیا اپنے سینہ مبارک کی طرف) سے ایک خون بحرام نگرائیں۔ ایسا کرینگے تو شکم زمین ان کے لئے روئے زمین سے بہتر ہوگا۔ اس وقت زمین میں کوئی ان کا ناصر آسمان میں مددگار نہ ہوگا بعد ازاں منصور سے اس خبر کا اعادہ کیا اور مکرر فرمایا کہ تم اغد عیش میں رہو گے جبتک کہ ہمارا خونِ ناحق نہ بہاؤ۔ ایسا کرو گے تو حق تعالیٰ تمپر غضبناک ہوگا اور تمہارا بخت واقبال تم سے رخصت ہو جائے گا۔ حکومت وفرماں روائی تمہاری جاتی رہیگی

پیشینگوئی امام محمد باقرؑ دربارہ انقراض دولت عباسیہ

اور پروردگار عالم ایک مرد اعور (ایک چشم) کو کہ آل سفیان سے نہیں تم پر مسلط کریگا جو درحقیقت بھی اعور نہو گا وہ تمہاری ہستی کو بیخ وبنیاد سے اُکھاڑ پھینکے گا اور تمہاری سلطنت وشہنشاہی کو تباہ وبرباد کردے گا۔ انتہیٰ۔

مجلسی علیہ الرحمہ شرح حدیث میں فرماتے ہیں کہ اس خونِ حرام سے مراد یا عموماً قتل اہل بیت علیہم السلام ہے جو منصور وہارون وغیرہ خلفاء عباسیہ کے عہد میں واقع ہوتے رہے خواہ زہر ہی سے کیوں نہوئے یا اشارہ ہے طرف قتل خاص ایک مرد علوی کے

جسکو قریب بزمانہ انقضاء دولت انہوں نے قتل کیا۔ جس کا ذکر ابن علقمی وزیر نے اس خط میں کیا ہے جو خواجہ نصیر الدین طوسی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا۔ اور اعور زبان عرب میں جیسے یک چشم کو کہتے ہیں ویسے ہی انکے محاورات میں مرد دنی الطبع کج خلق پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہاں اس سے مراد ہلاکو خاں[۵۱] تاتاری ہے جس نے خاندان بنی عباس کا استیصال اور مستعصم انکے آخری خلیفہ کو قتل کیا۔ مروی ہے کہ رسول اللہ نے

---

۵۱ روضۃ الصفا میں ہے کہ ہلاکو خاں بن تولی خاں بن چنگیز خاں امیر ترکان ان کے بادشاہ منگو خاں کی طرف سے فتح بلاد وقتل و اسر عباد کے لئے ممالک غرب پر مقرر ہوا تو وہ سیدھا ایران کو روانہ ہوا اس وقت بغداد میں ابو احمد عبد اللہ مستعصم باللہ بن المستنصر خلیفہ صاحب تاج وسریر تھا اور موئد الدین بن محمد بن عبد الملک علقمی کہ مرد کریم الطبع سخی صاحب فہم وفراست وعلم وحکمت تھا اس کا وزیر۔ یہ شخص فقہ وعربیت میں اپنا ثانی نہ رکھتا تھا اور کلام نظم ونثر اسکا بے نظیر وعدیل ہوتا تھا۔ وہ نظم امور سلطنت ورتق وفتق مہمات میں منہمک رہتا۔ اما ارکان سلطنت و امرار پایہ تخت، کماینبغی اس کا احترام نہ کرتے تھے اور قانون ادب و مروّت سے اسکے ساتھ پیش نہ آتے تھے۔ لاجرم اسکی بنار عقیدت خلیفہ میں خلل آگیا۔ طرّہ اس پر یہ ہوا کہ ابو بکر پسر خلیفہ نے باقتضار اس تعصّب و کے جو سُنّیوں کو فرقہ شیعہ سے ہے۔ محلہ کرخ بغداد پر کہ شیعوں کا مسکن وماویٰ تھا لشکرکشی کر کے اس بقعہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا اور وہاں کے باشندوں خصوصًا سادات بنی ہاشم کو اسیر کر کے خالی پشت اسپان وقاطران پر بٹھا کر بازاروں میں پھرایا اور تشہیر کیا اسکے بعد مصنّف روضۃ الصّفا کہتے ہیں کہ چونکہ وزیر مذہب تشیع میں رسوخ وغلو رکھتا تھا اس سے سخت آزردہ خاطر ومتوحش ہوا۔ والحق جائے آں داشت کہ اہل سنت وجماعت نیز ازیں حرکت ناملائم پسر خلیفہ را لعنت ونفرین کنند" بعد ازاں کہتے ہیں کہ ہلاکو خاں اس وقت

بنی ہاشم کو جمع کر کے اسلام کی ہدایت کی تو ابولہب اس پر معترض ہوا۔ ابوطالب
نے اسے جھڑکا کہ مَا اَنْتَ وَذَاکَ یَا اَعْوَرُ۔ اے یک چشم تجھ کو اس میں کیا دخل

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۱) تسخیر ممالک اسلامیہ و قلع قلاع ملاحدہ سے فارغ ہوا تھا کہ وزیر علقمی نے خفیہ اس کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر بادشاہ باعلم و سپاہ اس طرف توجہ کرے تو مظنون بلکہ متیقّن ہے کہ یہ ملک بے خلش خار مسخر ہو جائے۔ اور اسپر قناعت نکر کے بار بار نامہ و پیام سے اس کو ترغیب و تحریص کرتا تھا۔ تا اینکہ باشارہ بادشاہ خواجہ نصیر الدین طوسی رحمہ نے کہ اسکے یہاں مقرّب خاص اور جملہ امور میں اسکے معتمد و مشار الیہ تھے اوضاع فلکی و قواعد نجومی سے دریافت کیا کہ یہ وقت تسخیر بغداد کے لئے بہت ہی انسب ہے لاجرم ہلاکو لشکرہائے افزوں از مور و ملخ کے ساتھ متوجہ تسخیر بغداد ہوا۔ انتہے امیر علی جج ہائی کورٹ کلکتہ نے تاریخ اسلام انگریزی زبان میں لکھی ہے۔ مولوی انشاء اللہ خاں اڈیٹر اخبار وطن لاہور نے اُردو میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اس میں تحریر ہے کہ مؤرّخین عرب ابن خلدون و ابوالفدا وغیرہ وزیر کو نمک حرام بتاتے ہیں۔ الا رشید الدین صاحب جامع التاریخ برخلاف اسکے اس کو نمک حلال اور شاہی خاندان کو آنیوالی مصیبت سے بچانے کا خواہاں بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بادشاہ خود نالائق تھا۔ وزیر کیا کر سکتا تھا اصل معاملہ کچھ ہی ہو۔ ہلاکو نے قلعوں کی تباہی و بربادی کے بعد مستعصم کے پاس قاصد بھیجکر پیام دیا کہ جب ہم رودبار پر حملہ کرنے گئے تو تیری طرف قاصد بھیجکر خواہان امداد ہوئے اور تو نے مدد بھیجنے کا وعدہ بھی کر لیا مگر وقت پر کوئی آدمی نہ بھیجا اب ہم تجھ کو ہدایت کرتے ہیں کہ اپنا رویہ تبدیل کر اور شرارتوں سے باز آ۔ ورنہ تیری سلطنت تیرے خزانے ہمیشہ کے لئے تجھ سے جدا ہو جائینگے۔ کم عقل خلیفہ نے ملاطفت و خوشامد کرنے کی بجائے اسکو مغرورانہ جوابدیا۔ اسکے جواب سے وحشی ہلاکو غیظ و غضب میں آگیا اور اس قدر فوج کے ساتھ جو

یعنی اے کمینے ردی الاخلاق تو اس قابل نہیں کہ ان امور میں دخل دے۔ کیونکہ ابولہب یقیناً یک چشم نہیں تھا۔ پس یہاں بھی اس سے کمینہ کج خلق ہلاکو مقصود ہے اور یہ کہ وہ اعور آل سفیان سے نہیں مراد یہ کہ وہ ترک تاتاری ہوگا۔ انتہٰی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۲) سارے بغداد کو گھیرے میں لے سکتی تھی۔ اس غلغلہ کے شہر کی طرف روانہ ہوا۔ انتہٰی۔ غرض تاتاری فوجوں نے بغداد پہنچکر اس کا محاصرہ کر لیا اور چارطرف سے منجنیقیں لگا کر اس قدر آتش وسنگ برسائے کہ تمام زیب وزینت اس شہر لطافت بھر کی خاک میں مل گئی۔ افواج خلیفہ نے حتی المقدور مدافعہ ومقابلہ کیا۔ مگر وحشی تاتاریوں کے آگے ایک پیش نہ گئی اور شہر فتح ہو گیا۔ سیّد امیر علی لکھتے ہیں کہ دوسرے دن طلوع آفتاب کے وقت ہلاکو نے شہر کو لوٹنے اور اہل شہر کے قتل وقمع کا حکم دیا۔ بغداد کی تباہی وبربادی کا خاکہ کھینچنے کے لئے گبن جیسے جیّد عالم کی قلم ہونی چاہیئے۔ عورات واطفال جو پناہ مانگنے کے لئے قرآن ہاتھوں میں لیکر گھروں سے نکلے تھے۔ موت کے آغوش میں دھکیل دئے گئے۔ وہ نازپروردہ خاتونیں جنہوں نے کبھی غیر مردوں کی شکل نہ دیکھی تھی کشاں کشاں گھروں سے نکالی اور بہت بیدردی سے ان کی بیحرمتی وپردہ دری کی گئی۔ تین دن تک گلیوں میں خون کے دریا بہا کئے اور دریائے دجلہ کا پانی میلوں تک ارغوانی رنگ کا بن گیا۔ قتل وغارت ولوٹ مار کا بازار چھ ہفتہ تک گرم رہا۔ وحشیوں نے محلات۔ مساجد یا تو آگ کی نذر کئے یا انکے سنہری کلس اُتارنے کو زمین کی برابر کر دئے۔ ہسپتالوں میں مریض۔ کالجوں میں پروفیسر وطلبہ سب موت کے گھاٹ اُتار دئے گئے۔ مزاروں میں شیخوں اور مقدس اماموں کی عرفانی یادگاریں۔ کتب خانوں میں عالموں فاضلوں کے نہ مٹنے والے کارنامے یا تو آگ کی نذر ہو کر خاک کا ڈھیر بنے یا جہاں دریا نزدیک تھا پانی کی آغوش میں پنہاں کر دئے گئے۔ پانچ صدیوں کی محنت شاقہ سے جمع کئے ہوئے علمی خزانے جہالت کی نذر ہو گئے اور قوم کا چمنستان

وانا اقول خلافت عباسیہ ۱۳۲ھ میں ابو العباس سفاح سے شروع ہو کر ۶۵۶ھ تک ممتد رہی۔ اس سلسلہ کے سینتیسویں خلیفہ مستعصم پر اس کا خاتمہ ہوا۔ جناب محمد باقر نے بنی امیہ کے عین عروج و اقبال و میمنت و اجلال کے زمانے میں جبکہ کسی کو اس کا خیال بھی نہ ہو سکتا تھا انکے منقرض ہونے کی اور عباسیوں کے خلافت پر پہنچے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۳) علم و ہنر ہمیشہ کے لئے اُجڑ گیا۔ اور ایوان ترقی و تہذیب کھنڈر ہو گیا۔ مستعصم معہ اپنے بیٹوں اور خاندان کے چار دن کی کشت و خون کے بعد مار ڈالا گیا۔ بغداد ترقی و تہذیب کا مرکز اسلامی دُنیا کی آنکھ ہمیشہ کے لئے برباد ہو گیا۔ اس آفت سے پہلے اس کی آبادی بیس لاکھ آدمیوں کی تھی۔ ابن خلدون کے قول کے موافق اس میں ۱۶ لاکھ جانیں تلف ہوئیں۔ بغداد کے ساتھ مغربی دُنیا پر جہالت کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا۔ انتہیٰ باختصار یسیر۔

روضۃ الصفا میں ہے کہ بادشاہ نے خلیفہ کے بارے میں اپنے اراکین سے مشورہ کیا تو مشفق ناصحوں نے اسے صلاح دی کہ مسلمان اس کو خلیفہ بحق و امام مطلق جانتے ہیں اس وقت چھوٹ گیا تو ممکن ہے کہ یہ لوگ اطراف و جوانب سے اس پر جمع ہو جائیں اور بادشاہ کو دوبارہ لشکر کشی کی زحمت اُٹھانی پڑے اس کے لئے بردہ عدم سے بہتر کوئی خوابگاہ نہیں۔ لاجرم اسکے قتل کا حکم ہوا مگر حسام الدین منجم نے کہا خلیفہ کی خونریزی ہو گی تو عالم تیرہ و تاریک و علامات قیامت آشکارا ہوں گے۔

قول مؤلف۔ اس زمانے میں جس وقت سلاطین فرنگ خلیفہ قسطنطنیہ کے بیخ و بُن سے اُکھاڑ پھینکنے کے درپے تھے۔ تو ہر چند خلیفہ عباسی کیا قریش سے بھی نہیں ترک ہے، ہمارے سُنی بھائیوں نے بھی مشہور کیا تھا کہ اس کا ایک قطرہ خون زمین پر گرا تو قیامت برپا ہو جائے گی۔ اور بنی عباس کی نسبت تو انکے یہاں احادیث معتبرہ ہیں ہے کہ رسول اللہ

کی خبر دی - اور بعد ازاں چھ سو برس آئندہ کی ان کی تباہی و بربادی کی خبر بھی ساتھ کے ساتھ ہی پہنچا دی - چنانچہ آئندہ نسلوں نے اپنی آنکھوں دیکھ لیا کہ جیسا حضرت نے کہا تھا ویسا ہی ایک کمینہ کج خلق آدمی (ہلاکو خاں) کے ہاتھ پر یہ پانسو برس کا بنا بنایا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۴) نے اپنے چچا عباس سے کہا کہ تمہاری اولاد سے خلفا ہونگے منهم السفاح ومنهم المهدی - ان سے ہی سفاح ہو گا انہی سے مہدی - حتیٰ کہ ان سے وہ خلیفہ ہو گا کہ عیسیٰ بن مریم کے ساتھ نماز پڑھے گا - ہکذا فی تاریخ الخلفاء -

نیز - تاریخ الخلفا میں ام سلمہ زوجہ رسول ص سے روایت کی ہے کہ خلافت میرے عمو میرے صنو الاب (باپ کی مثل) کی اولاد میں باقی رہے گی تا اینکہ اس کو مسیح کے حوالے کریں - یہ حدیثیں عباسیوں کے عروج و اقبال کے شباب میں وضع کی گئی تھیں مگر خلافت کے شیدائی ہمارے سنی بھائی موجودہ ترکی خلیفہ کے حق میں بھی یہی غلو رکھتے ہیں - غنیمت ہے کہ عیسائیوں نے خلیفہ قسطنطنیہ وحید الدین خاں کو قتل نہیں کیا - ورنہ خدا جانے دنیا کا کیا حشر ہوا ہوتا - گو ملک و مال اس کا لیکر مسلوب الاختیار محض ٹنڈ منڈ ایک بت بیجان کی طرح برائے نام تختِ خلافت پر بٹھائے رکھا ہے - بہر کیف روضۃ الصفا میں ہے کہ ایلچاں نے خواجہ نصیر رح سے اس کے بارے میں گفتگو کی تو خواجہ نے کہا کہ نبی معصوم یحییٰ ابن ذکریا کا خونِ ناحق گرایا - دیگر اولیاء و اصفیاء کو ظالموں نے تہ تیغ کیا فلک دوار بحال خود برقرار رہا نہ عالم سیاہ ہوا نہ شمس و قمر کو گہن لگا - خلیفہ عباسی میں کون سرخاب کا پر ہے کہ اس کے قتل پر دنیا تہ و بالا ہو جائے گی - تاہم ہلاکو نے بجائے تلوار سے ذبح کرانے کے حکم دیا کہ اس کو بساط میں لپیٹ کر اس قدر مالش کیا کہ جان سے گزر گیا - اور اس کی لاش کو دجلہ میں پھکوا دیا -

شمہ از بیان شوکت و شان شہر بغداد در آں زماں	بغداد تاتاریوں کی لوٹ کھسوٹ

شاہی خاندان ایک آن میں تباہ و برباد ہو گیا اور بغداد سا آراستہ شہر جسے شدت زیب و
زینت سے عروس البلاد کہتے تھے اس طرح اُجڑا کہ پھر ویسا آباد نہوا۔ الحق یہ حضرت ابو جعفر
محمد باقرؑ کا عظیم الشان معجزہ ایک ہزار معجزوں کی برابر ہے اور آنحضرت علیہ الصلوٰة

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۵ الف) سے پہلے ترقی وکمال کے آسمان پر آفتاب نصف النہار ہو کر چمک رہا تھا۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ بغداد اس عہد و آوان میں گردش سپہر خواں سے مہد امن و اماں میں تھا۔ حاسدوں کے اصابت عین الکمال سے ہر طرح محفوظ و مصئون اسکے باغ و بستاں روضۂ رضواں کے ساتھ برابری کا دعویٰ رکھتے تھے۔ اسکے چشموں کی صفائی آب خصوصًا دریائے دجلہ کی آب و تاب ماء معین و کوثر و سلسبیل کی پاکیزگی کو شرماتی تھی ہر قسم کے اہل فضل وکمال و علم و تمیز و صنعت و حرفت اس بقعہ شریف میں جمع ہو گئے تھے امیر المؤمنین مستعصم باللہ بکمال ہیبت و اجلال و عزت و اقبال جاہ حشم و خیل و خدم عیش و عشرت سے زندگی بسر کرتا تھا۔ چار سو خادم خاصہ اس کی خدمت پر مقرر تھے۔ جن میں سے ایک کو بھی اس کے حریم محترم تک بار نتھا۔ شاہان نامدار و خواتین ذوالاقتدار اس کے عتبہ عالیہ پر جبہ سائی کی آرزو رکھتے تھے۔ صحن خاصہ دار الخلافہ میں ایک پتھر رکھا ہوا تھا جس کو زائرین حجر اسود جانکر بوسہ دیتے تھے۔ اور دروازوں و غرفوں سے پارچہائے حریر سیاہ لٹکائے تھے جنہیں غلاف خانہ کعبہ سمجھ کر آنکھوں سے لگاتے تھے۔ گاہے ماہے خلیفہ سیر و شکار کو سوار ہوتا۔ تو موکب عالی آراستہ ہوتا۔ مشکیں گھوڑے پر طیلسان سیاہ میں لپٹا ہوا اس شان سے گزرتا کہ تمام شہر اس کے نظارے کو امنڈ آتا۔ بلکہ شائقین پہلے سے چھتیں، بالاخانے غرفے ان راستوں کے جہاں سے سواری کو گزرنا تھا کرایہ لے رکھتے۔ ایک بار اس روپیہ کا جو کرایوں میں دیا گیا شمار ہوا تو تیس ہزار اشرفی طلا خرچ ہوئی تھیں۔ مگر تاتاریوں کے دست ستم سے یہ تمام کارخانہ درہم برہم ہو گیا۔ اور بغداد ایسا اُجڑا کہ پھر نہ آباد ہوا۔ لٹیروں نے شہر میں

والسلام کی امامت ووصایت پر دلیلِ روشن و برہانِ واثق۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۶)

داخل ہوکر دار الخلافہ کے محلات وقصور ومکانات امراو اراکین کو پیٹ بھر کر تاراج کیا پھر ان میں آگ لگادی کہ جلکر خاکستر کے ڈھیر ہو گئے۔ اس قدر ظروف طلا و نقرہ مطبخ و شربت خانہ خلیفہ سے نکلے کہ محاسب وہم وگمان ان کی شمار سے عاجز تھا۔ درو جواہر گرانبہا و ثمین وامتعہ واقمشہ نفیس خزانۂ خلیفہ وخواص واراکین کے گھروں سے اتنے برآمد ہوئے کہ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ ہر قسم کے اجناس ونقود مصری وختائی وغلامانِ ماہرو وکنیزانِ پریوش رومی روسی آلانی وقبچاقی واسپان تازی وقاطرانِ قیمتی لوٹ میں آئے کہ کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ آئے تھے۔

نیز۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ ایلخاں نے ایک روز جبکہ دار الخلافہ میں مقیم تھا اور خلیفہ اسکے نزدیک۔ محبوس اس کو بُلوا کر کہا مستعصم! ہم تمہارے میہمان ہیں شرائط میزبانی وضیافت بجالاؤ۔ سادہ لوح خلیفہ یہ سُن کر از حد خوش ہو گیا۔ شدّت اضطراب میں مفاتیح کنوز کی طرف توجہ نکی اور حکم دیا کہ قفلہائے خزائن کو توڑ ڈالیں اور دو ہزار پارچہ نفیس وبارہ ہزار اشرفی طلا ترتیب دیکر اس کے آگے پیش کئے۔ مگر ہلاکو اس تحفہ کو اصلاً خاطر میں نہ لایا اور امراء دربار پر اس کو قسمت کر کے کہنے لگا۔ جو مال ومنال کہ ظاہر میں ہے وہ سب ہمارا اپنا ہو چکا ہے مقصود خزائن مخفی یعنی دفائن سے ہے۔ خلیفہ نے صحن دار الخلافہ کی طرف اشارہ کیا اس کو کھودا تو ایک حوض پُر از اشرفیہائے طلا برآمد ہوا جس کا ہر سکّہ بوزن صد مثقال زرخالص تھا۔ سب وہاں سے نکال کر بار کر لیا گیا۔ کہتے ہیں کہ یہ حوض زرّیں مستعصم کی اپنی خسّت و امساک کا نتیجہ تھا ورنہ دو حوض پُر از طلاء مسکوک بزرگوں کی یادگار مستنصر اس کا باپ اپنی عہد خلافت میں صرف کر چکا تھا ۱۲ منہ عفی عنہ

واناقول ترکوں کا تسلّط قسطنطنیہ پر پانسو برس سے چلا آتا ہے۔ ابتداء میں انکی

دیگر- خرائج میں ہے کہ ابوبصیر نے کہا میں جناب باقر کی خدمت میں مسجد رسول اللہ میں حاضر تھا اس وقت عمر بن عبد العزیز اپنے ایک غلام پر سہارا دئے وہاں آیا- دو پارچے ہلکے زرد رنگ کے اسکے اوپر تھے- حضرت نے فرمایا یہ لڑکا عنقریب ملک و حکومت پر پہنچے گا اور اظہار عدل و انصاف کریگا مگر زیادہ اس سے متمتع نہ ہوگا چار سال میں مرجائے گا- پس اہل زمین اسپر گریہ و بکا کرینگے اور آسمان والے لعنت بھیجیں گے- اسکا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا- اہل آسمان کی لعنت اس لئے کہ ناحق ناروا تخت خلافت پر بیٹھے گا- اور زمین والوں کے رونیکی یہ وجہ ہے کہ حتی المقدور اظہار عدل میں کوتاہی نکریگا-

پوشیدہ باتوں کی خبر دینا

کشی علیہ الرحمہ نے حمزہ بن طیار سے اور اُس نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۷) سلطنت ممالک فرنگستان میں دور تک بڑھتی چلی گئی تھی- مگر ثانی الحال اس میں ضعف و زوال آنے لگا- پہلے یونانیوں نے بغاوت کر کے اپنی جدی بادشاہی قائم کی پھر انکی دیکھا دیکھی اور صوبہ آزاد ہوتے گئے حتی کہ گزشتہ صدی انگریزی کے آخر میں یوروپی ٹرکی قسطنطنیہ کے چار طرف کے ایک چھوٹے سے علاقہ پر مشتمل باقی رہ گئی- بقول ایک سلاطین فرنگ کے وہ ایک مریض جاں بلب سے زیادہ حیثیت نرکھتی تھی- خاتمہ جنگ یورپ گزشتہ پر جنے عالم کو تہ و بالا کرڈالا اتحادیوں یعنی عیسائی بادشاہوں کے تعصب سے ٹرکی سلطنت بالکل برباد ہوگئی اور جیسا کہ پہلے گزرا سلطان اپنے دار الخلافہ میں ایک قیدی سے زیادہ نہیں رہے مگر اب سُنا گیا ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا ایک ٹرکی جرنیل ترکوں کی کچھ جمعیت اکٹھی کر کے جد و جہد کر رہا ہے- آخری خبر یہ ہے کہ اس نے یونانیوں سے چند لڑائیاں زور دار کیں جن میں غنیم کو پسپا ہونا پڑا اور شہر سمرنا فتح کر لیا گیا ہماری دعا ہے کہ اس کو مزید کامیابی ہو کیونکہ اس سلطنت اسلامی کے مٹنے سے شیعہ سُنی دونو قوموں کو یکساں نقصان ہو گا ۱۲

اپنے باپ محمد سے نقل کیا کہ اس نے کہا میں در دولت امام محمد باقرؑ پر حاضر ہو کر اذنِ دخول کا خواستگار ہوا۔ مجھ کو اجازت نہ ہوئی اوروں کو ہو گئی۔ لاجرم حزین و مغموم اپنے گھر کو واپس آیا۔ اور اپنے تئیں تخت پر ڈال دیا اور نیند میری اُڑ گئی۔ دل میں کہتا تھا کہ مرجیہ یہ کہتے ہیں اور قدریہ یہ۔ اور حروریہ کا یہ مقولہ ہے اور زیدیہ کا یہ ہے۔ ہم ان کے اقوال کو رد کرتے ہیں۔ اسی فکر و تردد میں تھا کہ کسی آواز دینے والے نے آواز دی اور دروازہ کھڑکایا۔ میں نے کہا کون ہے۔ کہا فرستادۂ ابو جعفرؑ۔ آنحضرت نے تم کو یاد کیا ہے۔ میری ہمراہ چلو۔ میں نے کپڑے پہنے اور اس کے ساتھ ہو لیا۔ داخل ہوا تو مجھے فرمایا۔ نہ مرجیوں میں جاؤ نہ قدریوں میں نہ حروریوں میں نہ زیدیوں میں۔ مگر ہماری طرف آؤ۔ پھر فرمایا کہ اس وقت تم کو اندر نہ بلانے کا یہ اور یہ باعث تھا۔

دیگر۔ بصائر الدرجات میں سدیر صیرفی سے نقل ہے کہ میں حاضر خدمت تھا کہ ایک شخص یمن کا باشندہ آیا۔ حضرت اس سے یمن کا حال پوچھنے لگے وہ بیان کرتا تھا تا اینکہ فرمایا تو فلاں مکان جانتا ہے کہا ہاں میں نے اس کو دیکھا ہے۔ ابو جعفر نے کہا تو اس پتھر سے بھی واقف ہے جو اس کے نزدیک فلاں مقام پر ہے کہا ہاں اس کو بھی دیکھا ہے۔ اور کہا میں نے اس ملک کے حالات سے کوئی دوسرا ایسا واقف نہیں جیسے کہ آپ ہیں یمنی چلا گیا تو مجھ سے فرمانے لگے کہ وہ سنگِ عظیم ہے۔ جہاں حضرت موسیٰؑ کو غصہ آیا اور الواح کو اس پتھر پر دے مارا۔ پس توراۃ کا جتنا حصہ تلف ہوا وہ پتھر نگل گیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت رسولِ خدا کو مبعوث برسالت کیا تو اس نے وہ امانت آپ کے سپرد کی۔ اب وہ ہمارے پاس ہے۔

دیگر۔ کتاب مذکورہ میں عبداللہ بن عطاء مکی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا مجھ کو ابو جعفرؑ کی زیارت کا اشتیاق ہوا اس کے لئے مکہ سے چلکر مدینہ آیا۔ اس رات

بارش برسی اور سخت سردی ہوئی۔ آدھی رات گزری تھی کہ درِ دولت پر پہنچا دل میں کہا اس وقت دروازہ کھڑکاؤں یا صبح ہونے کا انتظار کروں۔ یہی سوچ رہا تھا کہ صدائے مبارک میرے کان میں آئی۔ کہ کنیز کو کہہ رہے ہیں کہ لونڈی پسر عطا کے واسطے دروازہ کھولدے۔ اس کو آج رات سردی نے بہت ایذا دی ہے کنیز نے کواڑ کھولے میں حاضرِ خدمت ہوا۔ بروایت دیگر اس کو ایسا اتفاق مکہ میں ہوا کہ خانہ کعبہ کے طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی سے فارغ ہوا تو اس وقت رات زیادہ باقی تھی۔ ارادہ کیا کہ حاضر خدمت ہوکر دستک دے۔ سُنا کہ کنیز کو فرما رہے ہیں کہ عبداللہ بن عطا ہو تو دروازہ کھولدو۔ کنیز دروازہ پر آئی کہ کون ہے۔ کہا ابن عطا۔ اس نے دروازہ کھولدیا۔ غالباً یہ دوسری بار کا واقعہ ہے۔

دیگر۔ خرائج میں جناب صادق ؑ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلوات اللہ علیہ نے فرمایا کہ کچھ لوگ میرے پدر عالی قدر کے پاس آئے اور کہنے لگے ما حدالامام امام کی حد کیا ہے۔ آپ نے فرمایا حدّہ عظیم۔ اس کی حد بڑی ہے۔ اسکے پاس جاؤ تو اس کی تعظیم و توقیر کرو۔ جو کچھ کہے اس پر ایمان واعتقاد لاؤ اس کا فرض ہے کہ تم کو ہدایت کرے۔ ایک خصلت اسکی یہ ہے کہ اسکے سامنے جاؤ تو بوجہ اس کی ہیبت واجلال کے کسی کی مجال نہیں کہ آنکھ بھر کر اس کو دیکھ سکے۔ یہی صفت حضرت رسولِ خدا کی تھی۔ یہی امام کی ہے۔ کہا وہ اپنے شیعوں کو پہچان لیتے ہیں۔ کہا ہاں۔ ان کو دیکھتے ہی شناخت کرلیتا ہے۔ عرض کی کیا ہم تمہارے شیعہ ہیں فرمایا ہاں سب کے سب۔ عرض کی اس کا کوئی نشان ارشاد ہو۔ فرمایا تمہارے نام اور تمہارے باپ دادوں اور قوم قبیلوں کے نام بتلادوں۔ یہ کہکر انکے نام بتلائے۔ سب نے کہا درست ارشاد ہوا۔ پھر فرمایا۔ اور جس غرض سے تم یہاں آئے ہو اس سے آگاہ کروں۔ تم چاہتے ہو کہ آیہ شریفہ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء کی

شرح میں کچھ سوال کرو۔ پھر فرمایا۔ اس شجرہ سے ہم مراد ہیں۔ ہم اپنے شیعوں سے جس کو جس قدر چاہتے ہیں اپنے علم سے عطا کرتے ہیں۔ پس فرمایا تم کو اسی قدر کافی ہے انہوں نے کہا ہم کو اس سے کمتر کفایت کرتا تھا۔

ابوبصیر کہا کرتے تھے کہ میں ایک شخص کو جانتا ہوں (یعنی جناب باقرؑ کو) جو اگر سمندر کے کنارے کھڑا ہو جائے تو البتہ دریائی جانوروں کے ماں باپ عمات و خالات تک کو بتلادے۔

نہایت مخفی راز پر اطلاع پانا

خرائج میں ہے کہ ابوبصیر نے کہا میں کوفہ میں ایک عورت کو قرآن شریف پڑھایا کرتا تھا۔ ایک بار اس سے کچھ مزاح کی بات کہی۔ حضرت ابوجعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بعتاب و خطاب کیا کہ جو خلوت میں معصیت کا مرتکب ہوتا ہے اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ حق تعالیٰ حاضر ناظر ہے۔ تو نے اس عورت کو کیا کہا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے شرم سے سر جھکا لیا اور توبہ کی۔ حضرت نے فرمایا پھر ایسا نکرنا۔

بروایتے۔ حضرت نے ابوالبصیر سے کہا اس عورت کو ہمارا سلام کہو۔ اور یہ کہنا کہ ابوجعفر نے کہا ہے کہ ابوبصیر سے نکاح کرلو۔ ابوبصیر کہتے ہیں میں اس کے پاس گیا اور سلام و پیام حضرت کا اس کو پہنچایا تو بولی قسم ہے تجھ کو خدا کی کہ تجھ سے امام ابوجعفرؑ نے واقعی یہ کہا ہے۔ میں نے اس کے آگے حلف کیا اس نے فوراً میرے ساتھ نکاح پڑھالیا۔

دیگر۔ ابوالصباح کنانی کا بیان ہے کہ میں ایک روز حضرت ابوجعفرؑ کے دروازے پر حاضر ہوا اور دروازہ کھٹکایا۔ ایک کنیز جوان اندر سے نکلی۔ میں نے اس کے سر پستان پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ اپنے آقا سے کہو میں دروازے پر حاضر ہوں۔ مکان کے پرلے سرے سے آواز آئی اُدخل لا اُمّ لک۔ او بدبخت اندر آ۔ حاضر ہوا تو فرمایا اگر تم خیال کرو کہ

یہ دیواریں ہماری نگاہ کو اسی طرح روک لیتی ہیں جیسی کہ تمہاری نظر کو تو پھر ہمارے اور تمہارے درمیان کیا فرق رہا۔ میں نے کہا قسم بخدا کہ میرا ارادہ اس حرکت سے اپنے دین ویقین کے کامل کرنے کا تھا۔ فرمایا راست کہتا ہے۔ خبردار پھر ایسی حرکت نکرنا بروایت دیگر۔ ببشر بیاع زطی کو یہ حادثہ پیش آیا تھا کہ اس نے کنیز کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔

اخبار از مرگ مردماں

ابو بصیر کہتے ہیں کہ حضرت ابو جعفر نے ایک مرد خراسانی سے کہا تیرے باپ کا کیا حال ہے۔ کہا خوش وخورم ہیں۔ فرمایا اس نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔ جبکہ تو وطن سے چلکر جورجان پہنچا تھا وہ اس وقت مر چکا تھا۔ پھر اس کے بھائی کی کیفیت پوچھی عرض کی اس کو بھی اچھا چھوڑ کر چلا تھا۔ فرمایا اس کو ایک ہمسائے نے جسکا نام صالح ہے قتل کیا اس نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کیسی مصیبت مجھ پر پڑی۔ فرمایا صبر کر وہ جنت میں گئے۔ اور جنت ان کے لئے بہتر ہے اس سے جس حال میں کہ وہ تھے اس نے کہا میں نے اپنے بیٹے کو درد شدید میں مبتلا چھوڑا تھا اس کی بابت حضور نے کچھ نہ فرمایا۔ ارشاد کیا ہاں وہ اب اچھا ہے۔ اس کے چچا نے اپنی بیٹی کے ساتھ اس کا نکاح پڑھا دیا۔ تو جو وطن کو واپس جائے گا تو اس کے لڑکا ہو چکا ہوگا جس کا نام علی ہوگا۔ وہ ہمارا شیعہ ہوگا۔ حال آنکہ تیرا بیٹا ہمارا شیعہ نہیں بلکہ دشمن ہے عرض کی کوئی صورت ہے کہ وہ بھی شیعہ ہو جائے۔ فرمایا نہیں وہ عدو شدید دوزخی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ فرمایا یہ ایک مرد ہے اہل خراسان سے۔ اور شیعہ و مومن ہے۔

خبر کثیر النوا

جابر جعفی کہتے ہیں کہ ہم کوئی پچاس اشخاص ایک بار حضرت کی خدمت میں حاضر تھے کہ کثیر النوا کہ

فرقہ مغیریہ سے تھا وہاں داخل ہوا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ پھر کہنے لگا کہ مغیرہ بن نعمان کوفہ میں کہتا ہے کہ آپ کے پاس ایک فرشتہ ہے جو مومن کو کافر سے اور دوست کو دشمن سے تمیز کرتا اور خبر دیتا رہتا ہے۔ حضرت نے فرمایا تو کیا پیشہ کیا کرتا ہے عرض کی گندم فروشی۔ فرمایا جھوٹ بولتا ہے۔ بولا کبھی جَو بھی بیچ لیتا ہوں۔ کہا یہ بھی غلط ہے بلکہ تو خستہ خرما (کھجور کی گٹھلیاں) فروخت کرتا ہے۔ عرض کی آپ سے یہ کس نے کہا فرمایا اسی ربّانی فرشتے نے جو مجھ کو دوست دشمن سے آگاہ کرتا ہے اور بتحقیق مختل الحواس ہو کر مرے گا۔ جابر کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم کو کوفہ واپس آنے کا اتفاق ہوا تو چند اشخاص کے ساتھ کثیر سے ملنے گئے۔ ہم کو ایک پیرہ زن کا نام بتایا گیا کہ وہ اس کے حال سے واقف ہے اس سے ملے تو کہنے لگی اس کو تین دن گزرے ہیں کہ فوت ہوا۔ دیوانہ ہو گیا تھا۔

دیگر۔ مروی ہے کہ ایک روز حضرت مسجد میں داخل ہوئے تو ایک جوان کو دیکھا کہ ہنس رہا ہے۔ فرمایا تو مسجد میں خندہ کرتا ہے حال آنکہ تیری زندگی تین دن سے زیادہ باقی نہیں اس کے بعد تو اہلِ قبور میں داخل ہو جائے گا۔ راوی کہتا ہے کہ وہ مرد تیسرے دن کی صبح کو فوت ہوا اور اس کی شام کو دفن ہو گیا۔

دیگر۔ ابو بصیر نے روایت کی ہے کہ جناب صادق ؑ نے فرمایا کہ میرے پدر حضرت ابو جعفر ؑ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تھے۔ حتّٰی کہ آپ کی جان کے لالے پڑ گئے بعض

---

[1] مغیریہ اصحاب مغیرہ بن سعید البجلی۔ جسنے محمد بن علی بن الحسین علیہم السلام کے بعد دعویٰ کیا کہ محمد بن عبد اللہ بن الحسن امام ہے۔ اور اسکے مرنے پر کہتا تھا وہ زندہ ہے مرا نہیں اور شیخ طوسی و شیخ کشی علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ مغیرہ تبریہ سے تھا اور برقی نے کہا وہ سنّت و جماعت سے تھا ۱۲ بحار اسکا حال آئندہ مخالفان و معاندان آنجناب میں بوضاحت درج ہے وہاں ملاحظہ ہو۔

اشخاص آپ کے سرہانے رونے لگے۔ آپ نے آنکھیں کھول کر انکی طرف دیکھا اور کہا کہ میں اس مرض سے نہیں مرنے کا۔ پس آپ نے شفا پائی اور کئی سال زندہ رہے تا اینکہ ایک روز جبکہ بالکل تندرست تھے اور ظاہراً کوئی مرض دکھائی نہ دیتا تھا۔ فرمانے لگے اے پسر میں فلاں روز فوت ہوں گا۔ اُسی روز حضرتؑ نے وفات پائی

اہلِ مدینہ نے آپ کی پیشین گوئی کا یقین نہ کیا پشیمان ہوئے

ابو بصیر نے جناب صادق علیہ السّلام سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا۔ میرے پدر بزرگوار ایک روز اپنی مجلس شریف میں تشریف رکھتے تھے۔ تھوڑی دیر کچھ سوچتے سوچتے سر جُھکالیا پھر اُٹھایا تو کہنے لگے۔ لوگو۔ تمہارا اُس وقت کیا حال ہوگا جبکہ تمہارے اس شہر پر ایک مرد چار ہزار آدمیوں کے ساتھ چڑھائی کریگا اور تین روز برابر قتل عام رکھے گا حتیٰ کہ تمہارے جنگ جو تمام مارے جائینگے اور تم کو سخت مصیبت کا سامنا ہوگا۔ تم ذرا اس کا دفعیہ نکر سکو گے۔ یہ واقعہ تم کو سال آئندہ پیش آئے گا۔ پس اپنی فکر کر رکھو۔ اور جان لو کہ جو کہتا ہوں ضرور ہونیوالا ہے۔ ہو کر رہے گا۔ مگر مدینہ والوں نے حضرت کے اس کلام کی پرواہ نکی اور کہا ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اور بجز چند اشخاص اہل شہر کے اور بنی ہاشم کے اس سے محفوظ رہنے کی طرف اصلا ملتفت نہوئے۔ مگر یہ لوگ چونکہ جانتے تھے کہ جو کچھ آپ نے کہا حق وصدق ہے۔ جب آپ نے معہ اپنے عیال کے باہر جانے کا ارادہ کیا تو وہ بھی ساتھ ہی نکل گئے۔ پس نافع بن ارزق (خارجی) اپنی سپاہ کے ساتھ بلاء بے درماں کی طرح شہر پر آچڑھا اس کو تاخت وتاراج کر کے بے چراغ کر دیا۔ اس کے باشندوں کو قتل کیا اور ان کی عورات کو بے پردہ و ذلیل کیا۔ اس وقت اہل مدینہ نے کہا۔ اب آئندہ کبھی ابو جعفرؑ کے قول سے تجاوز نکرینگے کیونکہ وہ اہل بیت رسالت سے ہیں جو کچھ کہتے ہیں حق وصدق ہوتا ہے۔

وثوق بر علم و اطلاع خود

عبد اللہ بن علا نے حضرت صادق علیہ السلام سے نقل کیا آپ نے فرمایا میں اپنے باپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ بعض اشخاص قبیلہ انصار سے بھی حاضر دربار تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس انصاری سے کہنے لگا کہ چل کر دیکھو تمہارا مکان جل گیا ہے حضرت نے فرمایا کوئی نہیں جلا۔ خبر دہندہ دوڑ گیا اور واپس آکر کہا قسم خدا کی مکان جل گیا۔ فرمایا اے فرزند خدا کی قسم نہیں جلا۔ وہ شخص دوبارہ گیا اور اس کے ہمراہ کچھ لوگ قبیلہ کے اور انکے موالی روتے پیٹتے آئے کہ بندۂ خدا تیرا مکان جلکر خاکستر ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا ہرگز نہیں جلا میں جھوٹ نہیں بولتا۔ اور مجھ کو اپنے علم پر تمہاری خبروں سے بڑھ کر وثوق ہے۔ بلکہ اس کو اپنے چشم دید سے زیادہ معتبر سمجھتا ہوں یہ کہکر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جناب صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں بھی حضرت کے ساتھ ساتھ چلا۔ حتیٰ کہ اس موقعہ پر پہنچے تو دیکھا کہ آگ اس مکان کے آگے پیچھے دہنے بائیں چار جانب محیط ہے اور وہ مکان بالکل محفوظ ہے۔ پس آپ مسجدِ رسول اللہ میں واپس آئے اور سجدۂ شکر حق سبحانہٗ کے لئے جُھک گئے اور فرمایا الٰھی وعزّتك وجلالك لا رفعت راسي من سجودي او تطفئها پروردگارا تیرے عزّت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سجدے سے اپنا سر نہ اُٹھاؤں گا جبتک کہ تو اس آتش فروزاں کو منطفی نکرے گا۔ پھر حضرت نے وہ دعا نقل فرمائی جو اس کے بعد حضرت باقر نے پڑھی تھی اور جو اپنے محل و مقام پر مذکور ہے۔ خدا کی قسم اسکے بعد آگ بُجھ گئی۔ اور ہر چند گرد اگرد کے مکانات خاکستر ہوگئے۔ مگر ان لوگوں کے مکانات سلامت رہے۔

صحیفہ صفرا

علی بن ابی حمزہ و ابو بصیر کی روایت ہے کہ ہمارا حاضر خدمت ہونے کا وعدہ تھا۔ ابو لیلی اور ہم داخل خدمت ہوئے تو

فرمایا اے سکینہ چراغ لاؤ۔ چراغ حاضر ہوا تو فرمایا فلاں سندی یا ہندی صندوقچہ حاضر کرو۔ وہ سر بمہر بند تھا۔ مہر توڑ کر ایک صحیفہ صفرا یعنی مکتوب زرد اس میں سے نکالا اس کو اوپر سے لپیٹنے نیچے سے کھولنے لگے۔ حتیٰ کہ قریب ربع یا ثلث کے پہنچے تو (علی ابن ابی حمزہ) میری طرف نگاہ کی میں کانپ گیا۔ قریب تھا کہ جان بدن سے نکل جائے آپ نے دیکھا تو ہاتھ میرے سینے پر رکھ دیا اور کہا سکون ہوا۔ عرض کی ہاں ہوا۔ کہا کوئی اندیشہ کی بات نہیں قریب آ کر دیکھو۔ میں دیکھنے لگا۔ فرمایا کیا دیکھا۔ عرض کی اپنا اور اپنے باپ کا نام اور اپنی اولاد کا نام جن کو نہیں پہچانتا دیکھا۔ فرمایا اگر تیرا رتبہ ہمارے نزدیک بڑھا ہوا نہ ہوتا تو تجھے اس کی اطلاع نہ دیتے۔ تیری اولاد بڑھتے بڑھتے اسی قدر ہو جائے گی جتنی اس میں درج ہے۔ علی بن ابی حمزہ کہتا ہے کہ اس کے بعد میں تیس سال اور زندہ رہا اور میری بموجب اس صحیفہ کے اور بہت اولاد ہوئی۔

احیاء اموات

محمد بن سلیمان نے کہا ایک شامی ناصبی مجلس ابوجعفر محمد باقرؑ میں آیا کرتا اور کہتا کہ میں جانتا ہوں کہ طاعتِ خدا تمہارے ساتھ بغض و عداوت رکھنے میں ہے لیکن تم کو ایک مرد فصیح ادیب خوش کلام پایا اس لئے آتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ خدا کے اوپر کوئی امر پوشیدہ نہیں کچھ عرصہ بعد اتفاقاً شامی بیمار ہو گیا۔ اور بیماری اس کی شدید اور طولانی ہوئی۔ آخر اس نے اپنے رفیق سے کہا کہ میں جاں بحق ہوں تو میرے اوپر چادر ڈھانپ کر محمد بن علی بن الحسینؑ کے پاس جانا کہ حضرت شامی پر نماز جنازہ پڑھ دیں۔ کچھ رات گزرے شامی ٹھنڈا ہو گیا اس پر چادر ڈالدی اور اوّل صبح تھی کہ اس کا رفیق حاضر خدمت ہوا۔ اور کیفیت بیان کی آپ نے فرمایا ہرگز ایسا نہیں۔ زمین شام سرد ہے۔ اور ملکِ حجاز گرم۔ گرمی یہاں کی شدید ہے۔ تو آگے چل کر ٹھہر۔ جلدی نہ کیجیو یہ کہہ کر اُٹھے اور بتجدید وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور دستِ دعا بدرگاہ الٰہی دراز کئے۔ پس سجدہ میں گئے اور تا طلوع آفتاب سربسجود

رہے۔ بعدازاں وہاں سے روانہ ہوئے اور شامی کے مکان پر پہنچکر اس کو آواز دی۔ اس نے جواب دیا۔ پس سہارا دیکر اس کو بٹھایا۔ اور سویق (ستو) منگاکر پلوایا۔ اور فرمایا اس کا پیٹ بھردو اور طعام بارد سے اس کا سینہ سرد کرو۔ پس وہاں سے واپس ہوئے۔ تھوڑے عرصہ بعد خود حضرت کے پاس حاضر ہوا کہ شہادت دیتا ہوں کہ تم حجّتِ خدا ہو اس کی خلائق پر اور دروازہ ہو اس کا جس سے اس سبحانہ تک رسائی ہوگی۔ جو کوئی اور طرف سے اس کے پاس جانا چاہے خاسر رہیگا وضلّ ضلالاً بعیداً اور بہت گمراہ ہوگا۔ فرمایا اپنا ماجرے بیان کر۔ عرض کی میری موت کوئی مرگِ مفاجات نہتی۔ روح میرے بدن سے نکل چکی تھی۔ اس وقت میں نے ایک منادی کی آواز سُنی کہ پکار کر کہتا ہے اس کی روح کو اس کے جسم میں واپس کرو۔ تحقیق کہ محمد بن علی نے ہم سے اس کا سوال کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی بندہ کو دوست رکھتا اس کے اعمال کو پسند نہیں کرتا اور کبھی اسکے عمل کو پسند کرتا اور اسکو دشمن رکھتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اسکے بعد وہ شامی اصحاب ابی جعفر میں شامل ہو گیا۔

وقوف بر منطق طیر و دیگر حیوانات

کتاب حلیۃ الاولیاء میں ابوحمزہ ثمالی سے نقل ہے کہ ایک بار بیت الشرف امام باقرؑ میں کنجشک ہائے خانگی بولنے لگیں۔ فرمایا۔ اے ابوحمزہ جانتے ہو کہ یہ چڑیاں کیا کہتی ہیں۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا خدائے بزرگ و برتر کی تسبیح پڑھتی ہیں اور اس جلّ شانہ سے دن بھر کی روزی طلب کرتی ہیں۔

دیگر۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ ایک روز حاضر خدمت تھا کہ ایک جوڑا قمریوں کا آکر غٹرغوں کرنے لگا حضرت اس کا جواب دیتے تھے۔ پھر وہ اُڑکر دیوار پر جا بیٹھے اور باہم کچھ کلام کیا۔ اور وہاں سے چلے گئے۔ میں نے عرض کی فدا ہوں حضرت پر۔ ان پرندوں نے کیا کہا۔ اور حضرت نے کیا ان کا جواب دیا۔ فرمایا اے ابن مسلم ایک پرندہ

چوپایا کیا ہر ایک ذی روح جو خدا نے پیدا کیا ہے بنی آدم سے زیادہ ہماری اطاعت کرتا ہے۔ اس قمری کو اپنی مادہ کی طرف سے کچھ بدظنی پیدا ہو گئی تھی اس نے حلف کیا کہ مجھ سے کوئی بدکاری وجود میں نہیں آئی۔ نر نمانتا تھا۔ آخر مادہ نے کہا محمدؑ بن علیؑ کے فیصلہ پر رضامند ہوتا ہے۔ کہا ہاں۔ پس دونو یہاں آئے۔ میں نے کہا ظلم وتعدی نر کی طرف سے ہے دونوں میں صلح ہو گئی اور چلے گئے۔

دیگر۔ جناب صادقؑ نے فرمایا کہ میرے باپ محمد باقرؑ کے دیوانخانے میں ایک فاختہ رہتی تھی۔ ایک روز اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اسکی آواز کو سننے لگے پھر فرمایا جانتے ہو کہ یہ فاختہ کیا کہتی ہے۔ کہا نہیں۔ فرمایا یہ کہتی ہے فقدتکم فقدتکم۔ مجھ سے مفقود ہو جاؤ جاتے رہو۔ پس فرمایا ہم اس کو مفقود کرینگے۔ قبل اسکے کہ یہ ہم کو مفقود کرے پھر حکم دیا کہ اسکو پکڑ کر ذبح کریں۔

دیگر۔ ابو عبداللہ جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ میرے باپ حجر کعبہ[1] میں بیٹھے ایک شخص سے باتیں کر رہے تھے کہ ایک چھپکلی وہاں آکر چرچرانے لگی۔ حضرت نے اس شخص سے کہا تو جانتا ہے کہ یہ چلپاسہ کیا کہتا ہے۔ کہا نہیں۔ فرمایا اس کا کلام ہے کہ اگر تم عثمان کو برا کہو گے تو میں علیؑ کی مذمت کرتی رہوں گی جبتک کہ تم یہاں سے نہ اٹھو۔

نیز حضرت نے فرمایا کہ میرے باپ فرماتے تھے کہ جو کوئی بنی امیہ سے مرتا ہے تو چھپکلی کی صورت میں مسخ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ عبدالملک ابن مروان کی موت آئی تو بدستور چھپکلی بن گیا اور لوگوں کے درمیان سے جو اسکے جنازے کے گرد بیٹھے ہوئے تھے وہ چھپکلی باہر نکل گئی۔ بیٹوں نے دیکھا کہ چادر کے نیچے کوئی شے نہیں تو انکو بہت تشویش

---

[1] حجر کعبہ۔ حجر اسمٰعیل۔ ایک دیوار قوسی وضع کی زیر ناودان خانہ کعبہ ایک گز زمین سے اونچی بنی ہے اس کے محیط کے اندر حضرت اسمٰعیل اور جناب حاجرہ کی قبر نشان دی جاتی ہے ۱۲ منہ

ہوئی کہ اب کیا کریں۔ حاضرین کو معلوم ہوگا کہ جنازے میں لاش موجود نہیں تو کیا کہیں گے۔ آخر انہوں نے مشورہ کر کے قرار دیا کہ ایک ٹکڑا لکڑی کا قدِ آدم لمبا لیا اور اسکو کفن وغیرہ پہنا کر مُردہ کی شکل بنایا اور جنازہ تیار کیا۔ اور اس خوبصورتی سے یہ تمام کام انجام دیئے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہونے پائی۔

نیز کسی نے آنحضرت سے چلپاسہ کی بابت دریافت کیا۔ فرمایا ہو رجسٌ مسخٌ کلہ۔ وہ تمام ناپاک و مسخ شدہ ہے۔ اس کو قتل کرو تو غسل کرو۔ بعض علماء نے کہا کہ علۃ غسل یہ ہے کہ اس کے قتل سے آدمی اپنے تمام گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اس لئے اس کو غسل کرنا چاہیئے کہ اس سے ادا شکر کیا جائے۔

مومن کا حق خدا پر کیا ہے

عباد بن کثیر بصری نے کہا میں نے حضرت محمد باقرعؑ سے کہا کہ مومن کا حق خدائے تعالیٰ پر کیا ہے۔ آپ نے میری طرف سے مُنہ پھیر لیا۔ میں نے دوبارہ سہ بارہ پوچھا تو قدرے چیں بجبیں ہو کر فرمایا کہ ادنیٰ حق مومن کا خدا تعالیٰ پر یہ ہے کہ اس کھجور (ایک درخت خرما کی طرف اشارہ کر کے) کے پیڑ کو کہے کہ ادھر آ تو وہ چلا آوے۔ راوی کہتا ہے کہ واللہ دیکھا میں نے کہ وہ نخل بمجرد اس ارشاد کے متحرک ہوا اور وہاں سے چل پڑا۔ آپ نے اس کو حرکت کناں دیکھا تو فرمایا قرّی فلم اَعْنِكَ اپنی جگہ پر قرار پکڑ میں نے تجھ کو طلب نہیں کیا تھا۔

ابوبصیر اعمیٰ کا بینا کرنا

ابوبصیر کی روایت ہے کہ میری بصارت جاتی رہی تو میں نے ایک روز جناب باقرعؑ کی خدمت میں عرض کی۔ تم ذریت رسول اللہ ہو۔ فرمایا ہاں۔ کہا رسول اللہ جملہ انبیاء ماسلف کے وارث تھے۔ فرمایا نعم۔ البتہ وہ حضرت جمیع انبیاء علیہم السّلام کے وارث اور انکے تمام علوم و کمالات کے ورثہ دار تھے۔ عرض کی تم میں قدرت ہے کہ مُردے کو زندہ کر دو۔ اندھے برص والے کو ان کی بیماریوں سے شفا بخشو اور لوگوں کو جو وہ

گھروں میں کھا چکے ہوں اس سے آگاہ کرو۔ فرمایا ہاں باذن خدا یہ سب امور ہو سکتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ اے ابو بصیر۔ ذرا میرے پاس تو آؤ۔ ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں پاس گیا تو حضرت نے اپنا دستِ مبارک میرے مُنہ پر پھیرا تو میری آنکھیں کھُل گئیں اور زمین و آسمان اور چاند سورج اور گھر اور جملہ اشیا جو اس میں تھیں مجکو دکھائی دینے لگیں۔ پس ارشاد کیا۔ آیا تو چاہتا ہے کہ ایسا ہی بینا رہے اور حساب کتاب آخرت ویسا ہی تجھ سے لیا جائے جیساکہ اوروں سے لیا جائے گا۔ یا مثل پیشتر نابینا ہو جائے اور بیحساب داخل جنّت ہو۔ عرض کی میں چاہتا ہوں کہ ویسا ہی ہو جاؤں جیساکہ پہلے تھا اور حساب کتاب قیامت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ بیحساب داخل جنّت ہونے کی خواہش رکھتا ہوں۔ دُنیا کی چندروزہ بینائی مجھ کو درکار نہیں۔ حضرت نے اسکے چہرے پر ہاتھ پھیرا ویسا ہی نابینا ہو گیا جیسا آگے تھا۔ علی بن حکم راوی حدیث کہتا ہے کہ میں نے یہ روایت ابن عمر کے سامنے روایت کی تو اس نے کہا گواہی دیتا ہوں کہ یہ واقعہ مثل روز روشن حق و صدق ہے۔ حقیر مؤلّف کہتا ہے کہ ظاہراً یہ معجزہ ابو بصیر کے بینا کرنے کا حضرت محمد باقرؑ اور جناب جعفر صادقؑ دونوں بزرگوں سے اُن کی دُعا سے واقع ہوا ہے چنانچہ کشف الحقائق میں بزمرہ معجزات آنحضرت ہم نے اس کو پیشتر نقل کیا ہے۔ اور حضرت رسول خداؐ سے نقل ہوا ہے کہ ایک شخص مکفوف البصر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہؐ حق تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ مجھ کو نورِ بصارت عطا کرے۔ حضرت نے دُعا کی بینا ہو گیا۔ پھر ایک اور اندھے نے حاضر خدمت ہو کر استدعا کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ جنّت تیرے نزدیک محبوب ہے یا بینا ہونا۔ عرض کی کیا ثواب دُنیا میں نابینا رہنے کا یہ ہے کہ آخرت میں جنّت ملے فرمایا ہاں۔ اللہ تعالیٰ اس سے کریم تر ہے کہ بندۂ مومن کو دنیا میں مبتلاء اعمیٰ مبتلا کرے اور آخرت میں اس کو دوزخ میں ڈالے۔

حدیث ما اقل الحجیج واکثر الضجیج

ابو بصیر نے ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر خدمتِ اقدس میں عرض کی کہ کس قدر حاجیوں کی کثرت ہے اور کتنا عظیم شور و غوغا برپا ہے۔ حضرت نے فرمایا شور و غوغا تو واقعی ایسا ہے جیسا کہ تو دیکھتا ہے مگر حاجی ان میں بہت ہی کم ہیں۔ پھر فرمایا اے ابو بصیر چاہتا ہے کہ میرے قول کی صداقت بچشم ظاہر مشاہدہ کرے۔ عرض کی ہاں چاہتا ہوں محمد باقر نے کوئی دُعا زیر لب پڑھی اور میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ آنکھیں روشن ہوگئیں۔ فرمایا اب حاجیوں کو دیکھو۔ دیکھتا ہوں تو اکثر و زیادہ ان سے بشکل بندر و خنزیر دکھائی دئے۔ مومن اِنکے درمیان بہت قلیل تھے کہ مثل ستارہ ہائے آسمان شب تاریک میں روشن و درخشاں نظر آتے تھے۔ عرض کی راست فرمایا اے مولیٰ میرے حضرت نے ما اقل الحجیج واکثر الضجیج حاجی ان میں تھوڑے ہیں اور چیخنے چلاّنے والے بہت۔ پھر دستِ مبارک اپنا روئے ابو بصیر پر پھیرا۔ بدستور نابینا ہوگئے ابو بصیر نے کچھ کہنا چاہا۔ آپ نے فرمایا یا ابا بصیر ہم کو تمہارے بارے میں بخل نہیں الاّ حق تعالیٰ کی مصلحت یہی ہے۔ دیگر ہم کو فتنہ کا بھی اندیشہ ہے کہ یہ لوگ اس فضل ایزدی پر جو ہمارے اوپر مبذول ہے نظر نہ کریں اور ہمارے حق میں غلو کرنے لگیں۔ حال آنکہ ہم بندگانِ خدا ہیں۔

شجر خشک سے خرما تر گرنا

جابر جعفی کہتے ہیں کہ ابو جعفر محمد باقرؑ کے ساتھ حج کو چلا تو ہم دونو ایک شتر پر سوار تھے۔ یعنی میں حضرت کا زمیل (عدیل) تھا۔ ایک قمری ہمارے محمل پر آکر بیٹھ گئی۔ میں نے اسکے پکڑنے کو ہاتھ بڑھایا حضرت نے منع کیا اور چلاّ کر کہا اے جابر اس کو نہ پکڑنا یہ ہم اہلِ بیتؑ کے پاس پناہ گیر ہوئی ہے۔ میں نے کہا اسے کیا شکایت ہے فرمایا یہ اس پہاڑ میں تین سال سے انڈے دیتی اور بچے نکالتی ہے۔ ایک سانپ آکر

اس کے بچوں کو کھا جاتا ہے۔ یہ مجھ سے ملتمس ہوئی کہ حق تعالیٰ سے دُعا کروں کہ اس موذی کو ہلاک کرے۔ چنانچہ میں نے دُعا کی اور وہ چلی گئی۔

راوی کہتا ہے کہ ہم چلے جاتے تھے حتّیٰ کہ وقتِ سحر قریب ہوا تو فرمایا۔ اے جابر اُترو۔ اُتر کر مہار شتر پکڑی۔ حضرت اُترے اور راستہ سے ایک جانب ریتلی زمین میں گئے اور ہاتھوں سے ریت دہنے بائیں کرنے لگے۔ اور کہتے جاتے تھے۔ اللّٰھمّ اسقنا وطھرنا اللہ تعالیٰ ہم کو پانی دے کہ پئیں اور طہارت بجا لائیں۔ ایک سفید پتھر وہاں نمودار ہوا اس کو ہٹایا تو آب سفید و شفاف اسکے نیچے سے جوش زن دکھائی دیا۔ ہم نے اس سے پیا اور وضو بجا لائے۔ وہاں سے کوچ ہوا تو صبح روش ہو گئی تھی۔ پس ہمارا قیام ایک قریے کے قریب ہوا۔ حضرت ایک درخت خشک خرما دیکھ کر اس کی طرف مائل ہوئے۔ اسکے نیچے پہنچکر خطاب کیا۔ اے کھجور کے پیڑ حق تعالیٰ نے جو پھل تیرے اندر مقدر کئے ہیں ان سے ہم کو بھی دے۔ پس دیکھا میں نے کہ وہ درخت پُر از بار ہو کر حضرت کی طرف جھکا حتّیٰ کہ ہم نے اس کے پھل ہاتھوں سے توڑ کر تناول کئے۔ ایک اعرابی کھڑا یہ ماجرے دیکھ رہا تھا بولا میں نے آجتک ایسا ساحر نہ دیکھا تھا۔ حضرت نے فرمایا اے اعرابی ہم پر سحر کی تہمت مت لگا۔ ہم اہل بیت میں کوئی ساحر و کاہن نہیں ہوتا الا ہم کو اسمار اعظم الٰہی عطا ہوئے ہیں انکے ذریعہ سے دُعا کرتے ہیں قبول ہوتی ہے جو مانگتے ہیں مل جاتا ہے۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ آخری حصہ حدیث کا حضرت صادقؑ سے دوسری صورت پر اس طرح وارد ہوا ہے کہ حضرت درخت خشک خرما کے تلے آئے اور حمد و ثنار الٰہی اس طرح بجا لائے کہ میں نے پہلے کبھی اس طرح کی حمد نہ سُنی تھی پھر درخت سے مخاطب ہوئے کہ ایھا النخلۃ اطعمینا مما جعل اللہ فیک۔ بمجرد اسکے پیڑ سے خرما زرد و سُرخ رنگ کے گرنے لگے۔ حضرت نے تناول فرمائے اور آپ کے ساتھ ابو امیۃ انصاری تھے

وہ بھی کھانے میں آپ کے شریک ہوئے۔ پس فرمایا یہ آیہ ونشان ہمارے لئے نشان مریم بنت عمران کا ہے۔ انہوں نے درختِ خرما کو ہلایا تو رطباً جنیاً اس پر سے برسے بہت ممکن ہے کہ یہ دو واقعہ جُدا جُدا موقع کے ہوں۔

درندوں کی فریادرسی

بحار میں بصائر الدّرجات سے نقل ہوا ہے کہ محمد بن مسلم نے کہا میں سفر مکّہ میں حضرت کے ساتھ تھا۔ وہ اپنے استر پر سوار تھے میں حمار پر۔ تا اینکہ ایک بھیڑیا پہاڑ سے اُتر کر حضرت کے نزدیک آیا۔ آپ نے سواری روک لی۔ بھیڑیے نے اپنے ہاتھ قربوس زین پر رکھے اور گردن دراز کی۔ آپ نے بھی کان اس کی طرف بڑھائے۔ تھوڑی دیر کچھ سُنتے رہے۔ پھر فرمایا جاؤ میں نے کر دیا۔ وہ چلا گیا۔ میں نے عرض کی فدا ہوں حضرت پر یہ عجیب ماجرا دیکھنے میں آیا۔ فرمایا ہاں یہ بھیڑیا کہنے لگا کہ میری مادّہ پر اس پہاڑ میں بچّہ جننے کا شدید وقت ہے۔ حضرت دعا کریں یہ مشکل آسان ہو۔ نیز میری نسل سے کوئی بھیڑیا آپ کے شیعوں سے کسی پر مسلّط ہونے پائے۔ میں نے دعا کی وہ چلا گیا۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے کتاب الدلالات سے تتمّہ حدیث اس طرح نقل کیا ہے کہ ابو حمزہ نے حضرت صادقؑ سے روایت کی کہ آپ اپنے علاقہ سے کوئی ایک مہینے بعد واپس آنے لگے تو گرگ مع اپنی مادّہ اور بچّہ کے سرِ راہ حضرت کے حاضر ہوا اور اپنی زبان میں کچھ کہنے لگے۔ آپنے بھی انہی کی زبان میں جواب دیا اور فرمانے لگے کہ اس بھیڑیے کے یہاں نر بچّہ پیدا ہوا۔ یہ مجھ کو اور تم کو دُعا دیتے تھے۔ میں نے بھی ان کو دعاء خیر دی۔ اور کہدیا کہ میرے اہل بیت و دوستوں اور شیعوں کو نہ ستانا۔ انہوں نے قبول کیا اور ضامن ہوئے۔ باپ بیٹے کے راوی مشترک ہونے

کیفیت عذاب قابیل ابن آدمؑ

نیز بصائر میں سدیر صیرفی سے منقول ہے کہ حضرت محمد باقرؑ نے فرمایا کہ مجھے

اہل مدینہ سے ایک شخص کا حال معلوم ہے کہ طبقات زمین کو طے کرتا ہوا ان لوگوں کے پاس پہنچا جن کا حال حق تعالیٰ نے قرآن میں بیان کیا ہے ومن قوم موسیٰ امۃ یھدون بالحق وبہ یعدلون۔ کہ امت موسیٰؑ سے کچھ لوگ ہیں جنہوں نے حق کی طرف راہ پائی اور اسی سے عدل و انصاف کرتے ہیں۔ ان کے درمیان کچھ نزاع ہے۔ اس نے وہاں پہنچکر اصلاح کردی اور اپنے مقام پر واپس آگیا کسی کو اس کا علم تک نہوا۔ وہ اس آمد و رفت میں دریا، فرات سے گزرا اور اس کا پانی نوش کیا۔ اور اے ابوالفضل وہ تیرے دروازے پر گیا اور دستک دی اور ایک مرد کے پاس سے گزرا جو لباس خشن کرباس کا پہنے تھا اور دس کس ان پر مقرر تھے کہ شدت گرما کے روز اس کو سورج کے سامنے رکھتے تھے اور ہر وقت آگ اس کے گرد روشن رکھتے تھے اور سردی میں ٹھنڈا پانی اس پر ڈال کر عذاب کرتے تھے۔ ان دس کس سے کوئی مرجاتا تو قریے والے اس کی عوض ایک اور آدمی ان میں شامل کردیتے۔ پس باوجود موت کے دس کی تعداد میں کمی نہیں ہونے دیتے۔ اس نے اس شخص کے پاس جاکر کہا اے مرد تیرا کیا قصہ ہے۔ کہا اگر تو عالم (امام معصوم) ہے تو خود میرے حال سے بخوبی واقف ہوگا۔ وہ ابن آدم قابیل قاتل برادر خورد ہابیل ہے۔ محمد بن مسلم نے کہا مراد اس شخص سفر طے کرنیوالے سے یہاں خود ذات مجموعہ صفات امام محمد باقر صلوات اللہ علیہ ہے۔

شیعوں کو عجائبات عالم کا دکھانا

جابر بن زید جعفی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوجعفر سے اس آیہ شریفہ کی بابت دریافت کیا وکذالک نری ابراھیم ملکوت السمٰوات والارض۔ اور اس طرح دکھاتے ہیں ہم ابراہیمؑ کو ملکوت آسمانوں اور زمینوں کے۔ حضرتؑ نے دست مبارک سے میری طرف اشارہ کیا کہ سر اٹھا اور اوپر کی طرف نگاہ کریں نے

دیکھا تو سقف خانہ پھٹنے لگی۔ پھر وہاں ایک سوراخ نظر آیا اس میں دیکھا تو ایک نور روشن دکھائی دیا جس سے میری نظر خیرہ ہوگئی۔ فرمایا ابراہیمؑ نے ملکوت سماوات میں ایسا ہی کچھ دیکھا تھا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تھوڑی دیر زمین پر دیکھ کر نظر اٹھاؤ۔ ایسا کیا تو مکان کی چھت بدستور مسلّم تھی۔ کوئی رخنہ یا چھید اس میں نہ تھا۔ پس میرا ہاتھ پکڑے ہوئے باہر تشریف لائے اور ایک جامہ مجھ کو پہنا کر فرمایا ذرا اپنی آنکھیں بند کرلو۔ آنکھیں بند کر کے کھولیں تو تاریکی تھی کہ کوئی شے دکھائی نہ دیتی تھی۔ فرمایا اس وقت تو ظلمات میں ہے جہاں سکندر ذوالقرنین پہنچا تھا۔ پس ایک قدم آگے بڑھایا اور فرمایا اس وقت تو چشمۂ حیات پر ہے جس سے خضر نے پانی پیا۔ اس سے آگے چل کر ہمنے ملکوت سماوات وارضین کی سیر کی۔ بعد ازاں فرمایا اب آنکھیں بند کرلو اور میرا ہاتھ پکڑ کر قدرے حرکت کی۔ اب جو دیکھتے ہیں تو ہم اپنے کو حضرت کے دولت خانے میں پاتے ہیں جہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ پس وہ لباس عاریت مجھسے اُتروالیا۔ میں نے عرض کی جعلت فداک۔ کتنا عرصہ ہم کو اس شغل میں گزرا ہوگا۔ فرمایا تین گھنٹے۔

دل کے راز پر آگاہی

فیض ابن نظیر نے کہا۔ میں امام محمد باقرؑ کی خدمت میں داخل ہوا اور چاہتا تھا کہ نماز شب کی بابت دریافت کروں کہ سفر میں جبکہ محمل میں سوار ہوں کس طرح پڑھوں۔ حضرت نے بلا اس کے کہ میں ابتدا کروں فرمایا۔ رسول اللہؐ تہجد کی نماز ناقہ پر سوار ہوئے پڑھ لیتے تھے چاہے جدھر کو وہ چلی جائے۔

دیگر۔ دلائل حمیری میں مالک جہنی سے روایت ہوئی ہے اس نے کہا میں حاضر خدمت تھا۔ روئے مبارک پر نظر کر کے دل میں کہنے لگا۔ خدا نے حضرت کو عظمت بخشی اور کریم کیا ہے اور اپنی خلقت پر حجت گردانا۔ میری طرف متوجہ ہوئے

اور فرمایا یا مالک الامر اعظم مما تذہب الیہ۔ اس بارے میں جو کچھ تیرا مسلک ہے امر اس سے عظیم تر و بزرگ تر ہے۔

شفا بیماراں

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوجعفرؑ کو معلوم ہوا کہ محمد بن مسلم بیمار ہے۔ ایک شربت اپنے غلام کے ہاتھ بھیجا اور کہہ دیا کہ اپنے سامنے اس کو پلوا دینا اور کہنا کہ یہ پیکر ہمارے پاس چلا آئے۔ محمد کہتے ہیں کہ میں یہ پیغام آپ کا سُن کر تعجب میں تھا کہ ہل تو سکتا ہی نہیں وہاں کیسے چلا جاؤں گا مگر جونہی کہ وہ شربت اس کے شکم میں پہنچا تو ایسا ہو گیا جیسا کہ کوئی قید سے چھوڑا دے۔ فی الفور درِ دولت پر حاضر ہوا اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ آواز آئی تندرست ہو گیا۔ اندر چلے آؤ۔ خدمت میں پہنچکر سلام بجالایا اور رو رو کر سر مبارک کو اور ہاتھوں کو بوسہ دیا۔

حبابۂ والبیّہ

بحار میں عیون المعجزات سے نقل ہوا ہے کہ حبابہ رحمہا اللہ نے زمانہ امامت جناب باقرؑ ادراک کیا تو حاضر خدمت آنحضرت ہوئی۔ آپ نے فرمایا ما الذی ابطائک یا حبابہ۔ اے حبابہ تم ہمارے پاس دیر کر کے کیوں آئیں۔ کون شے تم کو مانع ہوئی۔ عرض کی میری عمر دراز ہوئی سر سفید ہو گیا اور افکار و آلام نے مجھے گھیر لیا ہے۔ حضرت نے فرمایا ذرا میرے قریب آؤ۔ پاس گئیں تو دستِ مبارک اپنا اس کی مانگ پر رکھ کر کچھ دُعا پڑھی کہ سننے والوں کی اچھی طرح سمجھ میں نہ آئی بمجرد اس کے اس کے سر کے بال تمام سیاہ ہو گئے اور وہ نئے سرے سے جوان ہو گئی۔ یہ حالت اپنی دیکھ کر حبابہ بہت مسرور ہوئی اور اس کی خوشی سے حضرت بھی مسرور ہوئے۔ یہ روایت عیون کی ہے لیکن مناقب میں ابن شہر آشوب و خرائج والجرائح سے معلوم ہوتا ہے کہ سفیدی مغرق۔ اس سے مراد مرض برص ہے جو اس مقام پر عارض ہوا تھا۔ یہاں حضرت نے بجائے ادعیہ (میرے

قریب آؤ) کے ادنیٰ (مجھے دکھاؤ) فرمایا - نیز ارشاد کیا کہ آئینہ لاؤ - اس میں دیکھا تو مفرق سر کے بال سیاہ ہو گئے تھے - بہرکیف دونوں صورتیں معجزے کی ہیں بروایت اوّل حبابہ نے کہا تم اظلّہ (عالم ارواح) میں کیا شے تھے - فرمایا اے حبابہ خلق آدم سے پہلے ہم نور تھے - تسبیح حق سبحانہ کرتے اور ملائکہ ہماری تسبیح سے تسبیح خواں تھے - جب حق تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا تو اس نور کو اس میں داخل فرمایا - بروایت کشی علیہ الرحمہ یہ معجزہ حبابہ کے حق میں حضرت ابو عبداللہ الحسین الشہید نے دکھایا تھا کہ سفیدی برص کی جاتی رہی تھی - اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت نے فرمایا - اے حبابہ ملّت ابراہیم پر اس امّت سے بجز ہمارے اور ہمارے شیعوں کے اور کوئی نہیں - سب اس سے علیحدہ ہیں - ممکن ہے کہ پہلی بار مرض برص نے اس نے بدعا ابو عبداللہ الحسینؑ نجات پائی ہو بعد ازاں طول زماں و مرور ایام سے بعہد جناب باقر دوبارہ یہ مرض عارض ہوا ہو یا اس وقت عین مفرق راس میں نہیں کسی اور مقام پر یہ عارضہ ہوا ہو اس سے بدعا حضرت شفایاب ہوئی ہو - واللہ یعلم -

وادی ضجنان[1]

ابو عبداللہ جعفر صادقؑ سے نقل ہے کہ فرمایا میں راہ مکّہ میں اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ جا رہا تھا - ہم دونوں دو ساندنیوں پر سوار تھے - وادی ضجنان میں پہنچے تو ایک مرد ہمارے پیچھے دوڑتا آیا جسکی گردن میں زنجیر پڑی تھی اور اس کے پیچھے سے گھسٹتی آ رہی تھی - نزدیک آیا تو کہنے لگا یا ابن رسول اللہ مجھ کو پانی پلاؤ تم کو خدا پانی پلائے - اس کے پیچھے

---

[1] ضجنان بضاد معجمہ بعدہٗ جیم بروزن سکران کوہے است نزدیک مکّہ معظمہ و کوہے دیگر ببادیہ غیر منصرف آمدہ ۱۲ منتہی الارب -

پیچھے ایک اور مرد آیا اور عرض کی یا ابن رسول اللہ اسے پانی نہ دینا خدا اس کو کبھی سیراب نہ کرے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھ سے کہا اے جعفر تم نے اس کو پہچانا۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا یہ معاویہ بن ابی سفیان ہے لعنت خدا ہو اس کے اوپر۔

مُردہ گدھا زندہ ہوگیا

مفضل بن عمر نے کہا۔ حضرت ابو جعفر مکہ مدینہ کے درمیان سفر کر رہے تھے کہ ایک مقام پر پہنچے جہاں کچھ آدمی جمع تھے کسی حاجی مسافر کا گدھا مر گیا تھا اور سامان بکھرا پڑا تھا وہ رو رہا تھا حضرت کو دیکھ کر چلایا کہ یا ابن رسول اللہ میرا حمار مر گیا ہے اور میں اس جگہ مجبور و منقطع رہ گیا۔ آپ اہل بیت رسالت سے ہیں دُعا کیجئے کہ زندہ ہو جائے۔ حضرت عؑ نے دُعا کی اور گدھا زندہ ہوگیا۔

دشمن آپ کے کلام کو جب آپ نہیں چاہتے تھے سُن اور سمجھ نہیں سکتے تھے

خرائج میں ہے کہ ایک روز آنحضرت مجمع اصحاب خاص میں بیٹھے خاص خاص احادیث کا تذکرہ فرما رہے تھے کہ ایک مرد نصر بن فراش نام وہاں داخل ہوا ان لوگوں کو اس کا اس وقت وہاں آنا ناگوار ہوا۔ مگر حضرت نے اپنا سلسلۂ کلام بدستور جاری رکھا حتیٰ کہ وہ اُٹھ کر چلا گیا۔ حاضرین نے عرض کی اس مردود نے یہ تمام باتیں سُنیں جو اس مردود کے کان تک نہیں پہنچنی چاہییں تھیں وہ بڑا خبیث یعنی ہم لوگوں کا سخت دشمن ہے۔ فرمایا اس نے کچھ نہیں سُنا۔ تم اس سے ملو تو پوچھنا کہ کیا سُنا اس کو ایک لفظ بھی یاد نہیں نکلیگا۔ ایک شخص حضار مجلس سے جا کر اس سے ملا اور ان احادیث کی بابت ذکر کیا جن کا ذکر اسکے سامنے مجلس اقدس میں آیا تھا کہ اعادہ کرو اس نے بحلف کہا کہ مجھ کو ان باتوں سے قلیل و کثیر کچھ یاد نہیں۔

آنکھوں والے بلا مرضی حضرت آپکو دیکھ نہ سکتے تھے اور اندھے دیکھ سکتے تھے

ابو بصیر کہتے ہیں کہ میں حضرت کے ساتھ مسجد (مسجد الحرام یا مسجد مدینہ) میں داخل ہوا آدمی اس وقت اندر جاتے اور باہر آرہے تھے۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا ان سے دریافت کرو کہ آیا مجھ کو اس وقت دیکھ رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھنا شروع کیا۔ تم نے ابو جعفرؑ کو کہیں دیکھا ہے جس سے پوچھتا وہ انکار کرتا۔ حال آنکہ حضرت انکے سامنے کھڑے تھے۔ حتیٰ کہ ابو ہارون نابینا وہاں آیا آپ نے اشارہ کیا کہ اس سے دریافت کرو۔ میں نے اس سے پوچھا۔ تم نے ابو جعفرؑ کو کہیں دیکھا ہے۔ بولا یہ سامنے تو کھڑے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا تم کو کیونکر معلوم ہوا۔ کہا وہ نور ساطع ہیں بینا اور نابینا کو یکساں نظر آتے ہیں صلوات اللہ علیہ وعلیٰ آبائہ الطاہرین وابنائہ المطہرین۔

بقیہ کلام میمنت انجام آنجنابؑ از ہر قسم

پارۂ از پند و نصائح بالغہ کہ بمحبان و شیعیان خود فرمودند

شیطان و نفس امّارہ کے دھوکے میں نہ آؤ

کشف الغمہ میں ہے کہ کچھ لوگ بنی ہاشم وغیرہم سے پیش گاہ میں جمع تھے۔ فرمایا۔ اے شیعیان آلِ محمدؐ خوف و اتقاء خدا کو برپا رکھو اور گروہ درمیانہ بنو یرجع الیکم الغالی ویلحق بکم التالی۔ کہ غالی تمہاری طرف واپس آئے اور تالی تم سے جا ملے۔ عرض کی غالی کون ہے فرمایا جو ہمارے حق میں وہ

باتیں کہے جن کو ہم اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔پس اس نے غلو کیا اور حد سے گزر گیا۔کہا تالی کے معنی بھی ارشاد ہوں۔فرمایا وہ جو کہ اپنے لئے بھلائی طلب کرے ہم بھی اسکے لئے بہی خواہ ہوں۔قسم خدا کی کہ ہمارے اور خدا کے درمیان کوئی قرابت نہیں نہ اس جلّ شانہ پر ہماری کوئی حجت ہے فقط طاعت و بندگی کرکے اس سے تقرب حاصل کرتے ہیں۔پس تم سے جو کوئی مطیع خدا اور اسکی اطاعت کا عامل ہوگا اس کو ہم اہلِ بیتؑ کی محبت نفع بخشے گی اور جو کوئی اس کی معصیت کرے گا اس سے کچھ فائدہ نہ اٹھائے گا۔پس تین مرتبہ فرمایا ویحکم لا تغترّوا وائے ہو تمہارے اوپر شیطان و نفس امّارہ کے فریب میں نہ آؤ۔

مومنین کے درمیان باہمی یگانگت کی حد

ایک دن اصحاب انجاب سے فرمایا آیا ہو سکتا ہے کہ تم سے ایک اپنے صاحب کی آستین میں ہاتھ ڈالے اور جو درہم و دینار اس میں پائے نکال لے۔کہا نہیں۔فرمایا تو تم باہم برادران مومن نہیں جیسا کہ خیال کرتے ہو بروایتے حجاج بن ارطاۃ سے فرمایا کہ تم میں ایک دوسرے کی غمخواری و مواسات کی کیا صورت ہے۔کہا اچھی ہے فرمایا کوئی اپنے برادرِ مومن کے کیسے میں ہاتھ ڈالکر بقدر حاجت اس سے نکال سکتا ہے۔عرض کی ایسا تو نہیں۔فرمایا لو فعلتم لما احتجتم۔ایسا کرتے تو البتہ کسی بات کے محتاج نہوتے۔

ناپائداری دُنیا

جابر جعفی سے فرمایا اے جابر دُنیا کیا چیز ہے اور کیا ہو سکتی ہے وہ مثل ایک سواری کے ہے جس پر تو سوار ہوا یا ایک کپڑا ہے جسے پہنا۔یا ایک عورت ہے جس سے ہم بستری کی۔اے جابر مومن بقاءِ دُنیا پر مطمئن نہیں ہوتا اور قدوم آخرت کو دل سے نہیں بھلاتا۔انکے کان فتنہ کو سُن کر ذکرِ خدا کی سماعت سے بہرے نہیں ہوتے اور ان کی آنکھیں زیب و زینت دُنیا کو

دیکھ کر نورِ خدا کے دیکھنے سے نابینا نہیں بنتیں۔ پس وہ ابرار لوگوں کے ثواب پر پہنچتے ہیں۔ بتحقیق کہ متقی لوگ اہلِ دُنیا سے مؤنت میں کمتر ہیں اور معونت میں زیادہ۔ بھول جائے تو یاد دلاتے ہیں۔ یاد رکھے تو اعانت کرتے ہیں۔ حق خدا کے قائل ہیں اور اسپر قائم۔ قطع کیا انھوں نے اپنی محبّت کو اپنے رب کی محبّت سے اور نظر کی اللہ اور اس کی محبّت کی طرف چشم دل سے۔ اور متوحش رہتے ہیں دُنیا سے بوجہ طاعت خدا کے۔ اور جان گئے ہیں کہ وہ نظر کردہ خدا ہیں اپنے حال میں پس تو دُنیا کو ایک فرودگاہ جان جس میں منزل گزیں ہوا پھر وہاں سے کوچ کر گیا۔ یا کوئی کمال کہ خواب میں حاصل کیا۔ آنکھ کھُلی تو کچھ بھی نہ تھا۔ حکم خدا کی تعمیل بجا لا جس کی تعمیل اس سُبحانہ نے تجھ سے چاہی ہے۔ صاحب کشف الغمہ کہتے ہیں کہ قول امامؑ فانزل الدّنیا بمنزلٍ نزلت بہ وارتحلت عنہ مثل قول رسول خدا کے ہے انما مثلی ومثل الدّنیا کراکبٍ قال تحت شجرۃٍ ساعۃً ثم فارقھا ومضٰے۔ میری اور دُنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کسی مسافر نے ایک درخت کے سائے میں لیٹ کر قیلولہ کیا۔ پھر اُٹھا اور چلا گیا۔ منبع دونوں کلاموں کا ایک ہے۔ اور یہ پسر اسی والد کا ولد ہے۔ جس سے یہ کلام ظاہر ہوا۔

نیز حضرتؑ نے فرمایا کہ اعمال میں دشوار و شدید عمل تین ہیں۔ برادرانِ مومن کے ساتھ مال میں مواسات و غمخواری کرنا۔ اور اپنے نفس سے اوروں کا انصاف دینا اور یادِ خدا کو ہر حال میں قائم رکھنا۔

نیز۔ آپ کا ارشاد ہے۔ جو کوئی صورت خوب و زیبا رکھتا ہو۔ اور حسب اس کا عیب دار نہ ہو اور متواضع و منکسر المزاج ہو تو بروز قیامت خالصان خاصان خدا سے شمار ہوگا۔

نصائح و پند بفرزند ارجمند

حضرت جعفر صادقؑ سے فرمایا اے فرزند اللہ تعالےٰ

نے تین اشیاء کو تین چیزوں میں مخفی کیا ہے۔ اپنی رضامندی کو اپنی اطاعت میں پنہاں کیا۔ پس کسی طاعتِ خدا کو حقیر نجانو۔ کیا معلوم کہ اس کی رضامندی اسی طاعت میں ہو اور اپنے غیظ و غضب کو معصیت میں پوشیدہ فرمایا۔ پس کسی عصیان کو حقیر نگنو شاید کہ اس کی ناراضگی اس میں ہو۔ اور اپنے دوستوں کو دیگر خلائق میں ملے جلے رکھا۔ پس کسی مخلوق خدا کی اہانت نکرو شائد کہ وہی دوست خدا ہو۔

صلاح دُنیا دو باتوں میں ہے

ابو عثمان جاحظ نے کہا امام محمد باقرؑ نے دُنیا کے تمام کاروبار کی صلاح کو دو قسموں میں جمع کر دیا جہاں کہ فرمایا صلاح شأن المعاش والتعاشر ملاء مکیال ثلثان فطنة و ثلث تغافل۔ کہ امر معاش اور باہمی میل جول کی اصلاح بقدر پُری ایک پیمانہ کے ہے جس میں دو ثلث فطنت و دانائی ہے اور ایک ثلث غفلت و چشم پوشی۔ واقعی تحصیل معاش و تمدّن میں جیسے فہم و فراست و فطنت و ذکاوت درکار ہے۔ اسی طرح بعض مواقع پر دیدہ و دانستہ غافل بن کر چشم پوشی کرنی پڑتی ہے ورنہ حسب دلخواہ کام نہیں چلتا۔

نیز اپنے پسر کو پند و نصیحت کے مقام پر فرمایا جس وقت اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی نعمت بخشے تو الحمد للہ کہہ۔ کسی امر سے ایذا اُٹھائے اور محزوں ہو تو لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہکر اس کو دفع کر۔ رزق کی بہم رسی میں توقف ہو تو استغفر اللہ۔ کہکر اس کو طلب فرما۔

نیز آپ کا ارشاد ہے:۔

اعرف المحبة فی قلب اخیک بما لہ فی قلبک — کہ آدمی اپنے دوست برادر مومن کی دلی محبت کو اس طرح پہچان سکتا ہے کہ دیکھے اس کی محبت میرے دل میں کتنی ہے۔

فرمایا آنحضرت نے :-

سلاحُ اللئام قبیح الکلام - کہ نالائقوں کا ہتھیار انکی بدکلامی ہی جو اوروں سے کرتے ہیں

نیز فرمایا :-

الغنی والفقر یبقولے والعزّ یجولان فی قلب المومن فاذا وصلا الی مکان فیہ التوکل استوطناہ — تونگری اور فقیری - بقولے تونگری وعزّت دونوں مومن کے دل میں چکّر لگاتے رہتے ہیں جبکہ اس جگہ پہنچتے ہیں جہاں کہ توکل ہے ٹھہر جاتے ہیں اور اس کو اپنا وطن بنا لیتے ہیں -

دیگر - الصّواعق تصیب المومن وغیرہ ولا تصیب ذاکر اللہ عزّ وجلّ — بجلی مومن وغیر مومن سب پر گرتی ہے نہیں پڑتی تو اس شخص پر جو یادِ خدا میں مصروف ہو -

دیگر - ما من عبادۃ افضل من عفّۃ بطن وفرج - — کوئی عبادت نہیں کہ فرج کی اور شکم کی طہارت اور پاکدامنی سے اس کی فضیلت زیادہ ہو -

دیگر - بئس الاخ یرعاک غنیًّا ویقطعک فقیرًا - — بُرا ہے تیرا وہ دوست یا بھائی کہ غنا و تونگری میں تیری رعایت رکھے اور فقیری میں تجھ سے جُدا ہو جائے -

دیگر - توقّی الصّرعۃ خیر من سؤال الرّجعۃ - — پچھاڑے جانے سے اپنے تئیں بچانا - دوبارہ کُشتی کی درخواست کرنے سے بہتر ہے - یعنی کسی بلا کے نزول سے پیشتر اپنی حفاظت کرنا اس سے بہتر ہے کہ بعد کو اس کے تدارک کی فکر کی جائے -

کسی نے دریافت کیا کہ آدمیوں میں کسکی قدر عظیم و بزرگ ہے -

قال من لا یری الدّنیا لنفسہ قدرًا - — فرمایا جو اپنے نزدیک اپنے نفس کے لئے دُنیا کی کچھ قدر نہ جانے -

اسی مدعا میں فرمایا :-

كان لی اخ فی عینی عظیم وکان الذی عظمه فی عینی صغر الدنیا فی عینیه ـ

میرا ایک برادر مومن میری نظر میں بزرگ و برتر تھا اور جس امر نے اس کو میرے نزدیک برتر کیا تھا وہ یہ تھا کہ دنیا اس کی نظر میں حقیر و ذلیل تھی۔

دیگر۔ شیعتنا من اطاع اللہ۔

ہمارا پیرو و شیعہ وہ ہے۔ جو اطاعتِ خدا بجا لائے۔

دیگر۔ ما دخل قلب احدٍ شئ من الکبر الّا نقص من عقله مثل ما دخله من ذالک قلّ ذالک اوکثر۔

کسی شخص کے دل میں کوئی حصّہ کبر و غرور کا داخل نہیں ہوتا۔ الّا یہ کہ اسی قدر اس کی عقل کم ہو جاتی ہے جتنا کہ تکبّر داخل ہوا۔ کمتر ہو یہ تکبّر خواہ زیادہ ہو۔

دیگر۔ عالم ینتفع بعلمه افضل من الف عابدٍ ـ

ایک عالم جس کے علم سے لوگ فائدہ اُٹھائیں ایک ہزار عابد سے بہتر ہے۔

دیگر۔ آپ نے فرمایا۔ واللہ لموت عالمٍ احبّ الیٰ ابلیس من موت سبعین عابداً ـ

قسم خدا کی ایک عالم کا مرنا شیطان کے نزدیک ستّر عابدوں کے مرنے سے محبوب تر ہے۔

دیگر۔ اشدّ الاعمال ثلٰثة ذکر اللہ علیٰ کلّ حالٍ وانصافك من نفسك ومواساة الاخ فی المال ـ

سخت و دشوار ترین اعمال تین ہیں۔ خدا کو یاد رکھنا ہر حالت میں۔ اور اپنے نفس سے اوروں کا انصاف دینا اور برادر مومن کے ساتھ مال میں مواسات و غمخواری کرنا۔

دیگر۔ حضرت کا ارشاد ہے

شیعتنا ثلٰثة اصنافٍ صنف یأکلون الناس بنا و صنفٌ کالزجاج ینهشم صنف

ہمارے شیعہ تین قسم ہیں ایک وہ ہیں کہ لوگوں کو ہماری وجہ سے کھاتے ہیں۔ یعنی ان سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور ایک قسم وہ ہیں کہ مثل شیشہ

كالذهب الاحمر كلما ادخل النار ازداد جودةً۔ | کے چکنا چور ہوتے ہیں اور ایک مثل زر خالص کے ہیں کہ جسقدر اسکو آگ میں تپاؤ کھر انکلتا آتا ہے۔

دیگر۔ ایّاکم والخصومة فانّها تفسد القلب وتورث النّفاق | خبردار کسی کے ساتھ خصومت نکرنا۔ کیونکہ وہ دل کو خراب کرتی ہے اور نفاق و دشمنی پیدا کرتی ہے۔

صاحب کشف الغمہ اس مقام پر کہتے ہیں کہ درست و راست کہا آنحضرتؑ نے کیونکہ مراد اس خصومت سے مذہب و عقائد کے بارے میں لڑائی جھگڑا کرنا ہے پس یہ متخاصمین یا تو قوّت کلام میں متساوی ہونگے تو ان کے قلوب فاسد ہو جائینگے اور ہمیشہ ایک دوسرے سے سوال و جواب کرتے اور لڑتے جھگڑتے رہیں گے یا ایک دوسرے سے قوّت میں کم ہوگا تو وہ ضعیف نفاق (پوشیدہ دشمنی) کا محتاج ہوگا تاکہ قوی پر اپنا ضعف ظاہر ہونے دے۔ پھر کہتے ہیں کہ اگر یہاں ہر طرح کی خصومت و دشمنی مراد لی جائے تب بھی جائز ہے بسبب محتمل ہونے اس کے معنوں کے۔

نیز آپ کا ارشاد ہے

لا تجالسوا اصحاب الخصومات فانهم الذين يخوضون فی آیات الله۔ | اہل خصومت و لڑنے جھگڑنے والوں کے ساتھ نشست برخاست رکھو تحقیق کہ وہ آیات خداوندی میں غور و خوض کرتے ہیں یعنی ان میں عیب نکالنے کے درپے ہوتے ہیں۔

دیگر۔ من اعطی الخلق والرّفق فقد اعطی الخیر والرّاحة و حسن حاله فی دنیا و آخرته ومن حرم الخلق والرفق کان ذلك سبيلا الی كلّ شرّ الّا من عصمه الله۔ | جس شخص کو خوش خلقی و نرم کلامی عطا کی گئی ہے اس کو نیکی و راحت مل گئی اور دنیا و آخرت میں اس کا حال درست ہوا اور جو اخلاق و رفق سے محروم رہا تو یہ امر اس کے لئے ہر بدی کی طرف راہ نما ہوگا۔ الّا وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ بچاوے اور محفوظ رکھے۔

پھر ارشاد کیا:-

ما اغرورقت عین بمائها الا
حرم الله وجه صاحبها علی
النار فان سئلت علی الخدین
لم یرهق وجهه قتر ولا ذلة
وما من شئ الا له جزاء الا
الدمعة فان الله یکفر بها
بحور الخطایا - ولو ان باکیا
بکی فی امة لحرم الله تلك
الامة علی النار ط

کوئی آنکھ آبدیدہ نہیں ہوتی یعنی خوفِ خدا
سے پر اشک نہیں ہوتی الا یہ کہ حق تعالیٰ اس کے
صاحب پر آتشِ جہنم کو حرام کرتا ہے- اگر وہ
اشک بہ کر رخساروں پر آ گئے تو وہ افلاس و
ذلت سے محفوظ ہو گیا- ہر ایک شے کا ایک بدلا
ہوتا ہے- الا اشک بتحقیق اللہ تعالیٰ اس سے
دریائے معاصی کا کفارہ کرتا ہے- اگر کوئی
گریہ کرنے والا گریہ کر کے ایک امت کی مغفرت
کی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس تمام امت کو آتش
دوزخ سے نجات دے گا-

دیگر - ما من عبادة افضل من
عفة بطن او فرج وما من شئ
احب الی الله عز وجل من ان
یسئل وما یدفع القضاء الا
الدعاء وان اسرع الخیر
ثوابا البر وان اسرع الشر
عقوبة البغی وکفی بالمرء عیبا
ان یبصر من الناس ما یعمی عنه
نفسه وان یامر الناس بما لا
یستطیع التحول عنه وان
یؤذی الجلیس بما لا یعنیه -

کوئی عبادت بندے کے لئے شکم و فرج کی
پرہیزگاری سے بڑھ کر نہیں- اور کوئی شے خدا
کے نزدیک اس سے زیادہ محبوب نہیں کہ
اس جل شانہٗ سے سوال کیا جائے اور قضاءِ
الٰہی کو کوئی شے دفع نہیں کر سکتی سوائے دعا کے
اور جس عمل خیر کا بہت جلد نیک بدلا ملتا ہے
وہ دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنا ہے اور جس
میں سب سے پہلے عذاب ہوتا ہے وہ بغاوت ہے
اور کافی ہے آدمی میں یہ عیب کہ اوروں کے
عیبوں کو دیکھے اور اپنے عیبوں سے نابینا ہو
اور لوگوں کو اس امر کے ترک کرنے کا حکم کرے

جس کو خود نہ چھوڑ سکے۔ اور بڑے عیب کی بات ہے کہ ہم نشیں کو اس امر میں ایذا دے جس میں خود اس کو کچھ فائدہ نہو۔

وقال لابنه یا بُنیّ ایّاك والکسل والضّجر فانّهما مفتاح کلّ شرّ فانّك ان کسلت لم تؤدّ حقّا وان ضجرت لم تصبر علی حقّ۔

اور اپنے فرزند ارجمند کو نصیحت کی کہ اے پسرک خبردار تو کسالت اور غیظ وغضب کے پاس نجانا بتحقیق کہ یہ دونو عادتیں ہر ایک بدی کی کُنجی ہیں کسالت کرے گا تو کوئی حق ادا نکر سکیگا غصّہ میں کسی حقّ الامر پر صبر نکریگا۔

دیگر فرمایا۔ الایمان ثابت فی القلب والیقین خطرات فیمرّ الیقین بالقلب کانّه زبر الحدید ویخرج منه کانّه خرقة بالیّه

ایمان دل کے اندر گڑا ہوا ہے اور یقین اِدھر اُدھر گھومتا رہتا ہے جس وقت وہ دل کے پاس سے گزرتا ہے تو گویا وہ پارۂ آہن ہے جب وہاں سے باہر آتا ہے تو مثل خرقہ کہنہ وبوسیدہ کے ہو جاتا ہے۔

اور فرمایا انّ الله یلقی فی قلوب شیعتنا الرّعب فاذا قام قائمنا وظهر مهدیّنا کان الرّجل اجری من لیث وامضی من سنانٍ۔

بتحقیق کہ اللہ تعالیٰ ہمارے شیعوں کے دلوں میں رعب ڈالتا ہے جس وقت ہمارا قائم قائم ہوگا اور ہمارا مہدی ظاہر ہوگا تو ان سے ایک ایک کا دل شیر سے زیادہ جری اور سنان سے زیادہ ڈرانیوالا ہوگا۔

نیز ارشاد کیا:۔

ادّب الله محمّداً احسن الادب فقال خذ العفو وأمر بالعرف واعرض

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ کو عمدہ ادب سے تادیب کیا چنانچہ فرمایا کہ عفو بخشش کا طریقہ اختیار کر اور نیک کام کا

عن الجاهلين فلما وعى قال ما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا۔

امر فرمایا اور جاہلوں سے اعراض و چشم پوشی کر۔ جب آنحضرتؐ نے اس کو بگوش دل سن کر قبول کیا تو حق تعالیٰ نے امت کو حکم دیا کہ جو بات رسول تمہارے پاس لائے اس کو لے لو یعنی جو تم کو حکم کرے اسکو مانو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔

نیز فرمایا:۔

واعلم ان الساعات یذهب عمرك وانك لا تنال نعمة الا بفراق اخرى فایاك والامل الطویل فكم من مؤمل املا لا یبلغه وجامع مال لا یاكله ومانع ما سوف یتركه ولعله من باطل جمعه ومن اصابه حراما وورثه احتمل اصره وباء بوزره ذالك هو الخسران المبین۔

اور تو جان لے کہ یہ ساعتیں تیری عمر کو تمام کر رہی ہیں۔ اور البتہ تو ایک نعمت حاصل نہیں کرتا الا دوسری نعمت کے چھوڑنے سے۔ پس خبردار کہ طول امل کے مرض میں مبتلا نہونا کیونکہ بہت سے ایسے ہیں کہ کسی امر کی امید کرتے ہیں اور اس کو نہیں پہنچتے اور مال کو جمع کرتے ہیں اور اس کو نہیں کھاتے۔ اور ان اشیاء کو روکتے ہیں جس کو چھوڑ جاتے ہیں شائد کہ اسکو ناجائز طریقہ سے جمع کیا اور بحرام حاصل کیا اور وارثوں کو دے گیا اور اس کا بار اپنے ذمہ لیا اور بوجھ میں دیا۔ اور یہ ظاہری خسارہ ہے۔

پارہ از کلام نظمیہ آں جنابؑ

کشف الغمہ میں کتاب محمد ابن احمد علقمی سے نقل کیا ہے کہ ایک مرد نے راہ مکہ میں ایک مرد کو دیکھا کہا تو کون ہے کہا مرد عربی ہوں۔ کہا واضح کہو کہا قرشی ہوں

کہا اس سے بھی واضح تر کہو۔ کہا ہاشمی ہوں۔ اس سے زیادہ وضاحت کا سوال کیا تو کہا علوی ہوں۔ کہا کہاں سے آئے۔ فرمایا اللہ کے پاس سے۔ پوچھا کہاں کا ارادہ ہے کہا خدا کے پاس جانے کا۔ کیا زاد راہ ہے کہا تقویٰ و پرہیزگاری خدا پھر یہ اشعار پڑھے ؎

فنحن علے الحوض رُوّادہ نذود و نسعد رواده

ہم حوض کوثر پر اس کے زاد پہنچانیوالے ہیں اسکو بوسہ پہنچا کر اسپر آنیوالوں کی امداد و اعانت کرتے ہیں

فما فاز من فاز الا بنا وما خاب من حُبنا زاده

پس جسکو کامیابی ہوئی ہی ہماری وجہ سے ہوئی ہی اور ہماری محبت جسکی توشہ راہ ہی وہ خائب و خاسر نہیں ہوا

فمن سرّنا نال منا السُّرور ومن سائنا ساء میلاده

جسنے ہم کو مسرور کیا ہماری وجہ سے سرور دالم پر پہنچا جسنے ہم کو رنج دیا اسکی ولادت صحیح طور سے نہیں ہوئی

ومن کان غاصبنا حقنا فیوم القیامۃ معاده

جسنے دُنیا میں ہمارا حق ہمسے غصب کیا ہماری اور اس کی وعدہ گاہ روز قیامت ہے۔

کلامِ آنجناب در تفسیر آیاتِ قرآنی

پیشتر گزرا کہ جس طرح اور علوم دینیہ وفنون یقینیہ مسلمانوں میں آنحضرت صلوات اللہ علیہ سے رائج ہوئے۔ ویسے ہی علم تفسیر کا بزرگ حصہ شیعہ سُنّی نے آنجناب سے اخذ کیا۔ یہاں مشتے نمونہ از خروارے تھوڑا سا اس سے ذکر ہوتا ہے۔

احتجاج وغیرہ میں ہے کہ عمرو بن عبید بصری محمد بن علیؑ باقر کی خدمت میں حاضر ہوا اور مقصود اس کا سوال کرنا اور آپ کا امتحان کرنا تھا۔ عرض کی فدا ہوں حضرت بر آیہ شریفہ اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

کانتا رتقا ففتقناھما - کیا نہیں دیکھتے وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا کہ
کہ آسمان اور زمینیں رتق تھیں ہم نے ان کو فتق کیا" میں رتق وفتق کے
کیا معنی - یہ آسمانوں اور زمینوں کا رتق وفتق کیسا ہے کیا مراد اس سے ہے۔
حضرت نے فرمایا آسمانوں کا رتق یہ کہ ایک قطرہ باراں ان سے نہیں گرتا تھا
اور زمینوں کا یہ کہ ان سے روئیدگی ونبات نہیں اُگتی تھی - ففتقناھما - اللہ
تعالیٰ کہتا ہے کہ ہم نے ان کو فتق کیا - فتق آسمان یہ کہ ان سے پانی برسنے لگا
اور زمین کا یہ کہ اس سے روئیدگی اُگنے لگی -
بروایتے فرمایا آسمانوں سے قطرہ نہ پڑتا تھا اور زمینوں سے کچھ پیدا نہوتا
تھا یہ ان کا رتق تھا - اللہ تعالیٰ نے توبہ آدم کو قبول کیا تو زمین کو امر کیا اس
میں سے نہریں پھوٹ نکلیں - درخت اُگنے لگے - اور میوے پختہ ہونے لگے
آسمان پر ابر آئے اور ان سے ترشح ہونے لگا یہ ان کا فتق ہوا - عمرو کو راہ سخن
نملی چلا گیا - دوبارہ پھر آیا اور پوچھا - جعلت فداک حق تعالیٰ فرماتا ہے۔
ومن یحلل علیہ غضبی فقد ھوی - جس پر میرا غصہ اُترا وہ ہلاک ہوا -
اس میں غضب خدا کے کیا معنی ہیں - حضرت ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا -
غضب خدا اس کا عتاب ہے - اے عمر جس نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی
شے متغیر کر دیتی ہے جیسے آدمی کو غیظ وغضب متغیر کر دیتا ہے تو وہ کافر ہو گیا یعنی
اے عمر کوئی صورت پیدا ہو اور جس حال پر کہ ہو وہ اس سے دوسری حالت میں
بدل جاوے تو یہ صفت مخلوق کی ہے پس جس نے گمان کیا کہ اللہ تعالےٰ
غضب اور رضا کی حالت میں ایک کیفیت سے دوسری میں بدل جاتا ہے تو
اس نے اس سُبحانہ کو بصفت مخلوق متصف کیا -
دیگر - محمد بن مسلم نے حضرت ابوجعفرؑ سے آیہ شریفہ ومن کان فی ھذہٖ

اعمیٰ فهو فی الاٰخرة اعمیٰ - جو اس میں یعنی دُنیا میں نابینا ہے وہ آخرت میں نابینا ہو گا" کی بابت دریافت کیا - فرمایا جس کو خلق آسمان و زمین و اختلاف لیل و نہار و دوران فلک باشمس و قمر وغیرہ آیات عجیبہ عالم دیکھ کر یہ راستہ نہ ملے کہ انکے سوا ایک اور امر عظیم ہے جو ان سب سے عظیم تر ہے - وہ آخرت میں بھی نابینا ہو گا کیونکہ اس نے ان آنکھوں سے دیکھی ہوئی چیزوں سے ایک اور ہستی پر استدلال نہیں کیا پس وہ آخرت میں اندھا اور زیادہ گمراہ ہو گا -

دیگر - محمد بن مسلم مذکور نے آیہ شریفہ ونفخت فیہ من روحی کا سوال کیا کہ یہ نفخ روح کس طرح پر ہے - فرمایا - روح مانند ریح (ہوا) متحرک ہے اور اس کا نام روح ریح ہی سے مشتق ہو کر رکھا گیا ہے - اس کا اخراج ریح سے اس لئے ہوا کہ روح و ریح میں باہمی مجانست ہے - اور حق تعالیٰ نے اپنی طرف اس کو اس لئے مضاف کیا کہ اس کو بہ نسبت باقی ارواح کے برگزیدہ کیا جیسا کہ ایک گھر اور گھروں سے چنا اور برگزیدہ کیا تو اس کو اپنی جانب مضاف کیا اور کہا بیتی میرا گھر اور ایک رسول کو رسولوں سے منتخب کیا اور کہا خلیلی میرا خلیل وغیرہ وغیرہ حالانکہ روح - بیت - خلیل سب مخلوق - مصنوع خدا و مربوب اسکے ہیں -

تفسیر اہل الذکر محمد بن مسلم ثقفی و جابر بن عبداللہ جعفی سے نقل ہے کہ آپ سے آیہ شریفہ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون کہ سوال کرو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے" کی بابت سوال کیا گیا کہ اہل ذکر کون ہیں - فرمایا اہل ذکر ہم ہیں مناقب میں ہے کہ ابوزرعہ رازی نے کہا راست کہا خدا تعالیٰ نے - مجھ کو اپنی جان کی قسم ہے کہ حضرت ابو جعفر اکبر علماء ہیں - اور شیخ ابو جعفر طوسی نے کہا حق تعالیٰ نے اپنے رسول کا نام ذکر رکھا - چنانچہ ارشاد فرماتا ہے قد انزل اللہ الیکم ذکراً رسولاً - تحقیق کہ

نازل کیا اللہ نے تم پر ذکر کو جو رسول ہے۔ پس ذکر رسول خدا ہیں اور اہل الذکر انکے اہل بیت ہیں۔ یہی مروی ہے ابو جعفر محمد باقر اور جعفر صادق و علی رضا سے۔ قولہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ کہ ہم نے نازل کیا تمہارے اوپر ذکر کو اور ہم ہیں اسکے حافظ و نگہبان۔ سلمان صہرشتی نے کہا مراد ذکر سے قرآن شریف ہے۔ تفسیر یوسف قطان و وکیع بن الجراح و اسمٰعیل بن سدی و سفیان ثوری میں ہے کہ حارث ہمدانی نے امیر المؤمنین علی بن ابیطالب سے اس آیہ کی نسبت دریافت کیا۔ حضرت ؑ نے فرمایا خدا کی قسم ہم اہل الذکر ہیں ہم اہل علم اور معدن تاویل و واقف تنزیل قرآن ہیں۔

دیگر۔ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ محمد باقر ؑ نے قول حق سبحانہ اولئك یجزون الغرفۃ بما صبروا کی تفسیر میں فرمایا کہ غرفہ سے مراد یہاں جنت ہے۔ اور صبروا۔ یعنی صبر کیا انہوں نے اوپر فقر اور درویشی کے دار دنیا میں علیٰ ہذا قول حق تعالیٰ وجزٰھم بما صبروا جنۃً وحریرا میں بھی۔ مراد صبر ہے اوپر فقر و فاقہ اور اس کے تکالیف کے۔

دیگر۔ مناقب میں حدیث نافع بن ارزق سے نقل ہوا ہے کہ جناب باقر ؑ سے بہت سے مسائل دریافت کئے گئے۔ منجملہ ان کے دریافت کرنا چاہا قول خدا تعالیٰ۔ واسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا اجعلنا من دون الرحمان اٰلھۃ یعبدون سے (ترجمہ) اور سوال کر تو ان لوگوں سے جو رسول ہیں ہمارے تجھ سے پہلے کے۔ آیا مقرر کیا ہے ہم نے انکے لئے کوئی معبود سوائے اللہ جل شانہٗ کے جس کی وہ عبادت کریں۔ پس سوال کیا کہ محمد مصطفےٰ اکن رسولوں سے پوچھ سکتے ہیں حالانکہ سب سے پچھلے رسول عیسیٰ ابن مریم اور آنحضرت کے درمیان پانسو برس کا فاصلہ تھا۔ پس حضرت نے آیہ شریفہ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ

لیلاً الخ کو تلاوت کیا۔ یعنی پاک ہے وہ خدا جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو ایک رات میں۔ بعد ازاں فرمایا کہ حضرت رسول خدا کا اجتماع دیگر انبیاء علیہم السّلام کے ساتھ شب معراج کو ہوا۔ آپ نے ان کے ساتھ بجماعت نماز پڑھی اور ان سے ہی دریافت کرنے پر مامور ہوئے۔

دیگر۔ نیز مناقب میں ہے کہ قول خدا تعالیٰ وکذٰلک جعلناکم اُمّۃً وسطاً لتکونوا شھداء علی النّاس۔ یعنی اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت وسط تاکہ ہو تم شاہد لوگوں پر" کی تفسیر میں فرمایا۔ امت وسط سے مراد ہم اہل بیت رسالت ہیں اور شہداء خدا ہیں اسکی خلقت پر اور حجتہاء خدا ہیں اسکی زمین پر اور حمران بن اعین نے آنحضرتؑ سے نقل کیا کہ فرمایا آیہ شریفہ جعلناکم اُمّۃً وسطاً میں وسط سے مراد امۃ عدل ہے۔ اور شہداء علی النّاس سے سوائے اماموں اور رسولوں کے کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جائز نہیں کہ حق تعالیٰ عام امت سے لوگوں پر شہادت لے حال آنکہ اس میں وہ امت بھی شامل ہے جس سے دنیا میں ایک پارۂ بقل پر شہادت لینی روا نہیں۔

نیز۔ آنحضرت کا ارشاد ہے کہ قول حق سبحانہ تعالیٰ نقلاً عن ابراہیمؑ ربّنا انّی اسکنت من ذرّیتی بوادٍ الخ میں بقیہ اس ذرّیت و عترت کے ہم ہیں جناب ابراہیمؑ نے ہمارے لئے دعا کی تھی۔

نیز مناقب میں ہے کہ آیہ شریفہ واسبغ علیکم نعمۃً ظاھرۃً وباطنۃً کی تفسیر میں ارشاد ہوا کہ نعمت ظاہرہ سے مراد رسول خدا ہیں معہ اسکے جو کچھ معرفتِ خدا اور اسکی وحدانیت سے وہ خدا کی طرف سے لائے۔ اور نعمت باطنہ ہم اہل بیتؑ کی ولایت ہے اور ہمارا عقد محبّت و مودت۔ اور محمد بن مسلم نے حضرت موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے نقل کیا کہ نعمت ظاہرہ سے امام ظاہر اور

باطنہ سے امام غائب مراد ہے۔

دیگر۔ بحار میں ہے کہ کچھ لوگ آنحضرتؑ کے پاس آئے اور علامت امامت کے خواستگار ہوئے۔ آپ نے انکے اسماء اور انکے آباؤ اجداد کے اسماء سے خبر دی اور فرمایا کہ تم اس لئے یہاں آئے ہو کہ مجھ سے اس آیہ شریفہ کی بابت دریافت کرو۔ شجرۃ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء توتی اکلھا کل حین باذن ربھا۔ کہ وہ ایک درخت ہے کہ اس کی جڑ قائم ہے اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہیں۔ ہر وقت اپنے پروردگار کی اذن و اجازت سے اپنا طعام دیتا رہتا ہے۔ عرض کی راست کہا حضرتؑ نے ہمارا یہی ارادہ تھا۔ فرمایا تو وہ شجرہ اس صفت کا کہ اس کی شاخیں آسمان تک پہنچی ہیں ہم ہیں۔ ہم اپنے شیعوں سے جس کو چاہتے ہیں جس قدر چاہتے اپنے علم سے عطا کرتے ہیں۔

دیگر۔ حمران بن اعین سے فرمایا تو نے آیہ معقبات من بین یدیہ و من خلفہ پڑھا ہے۔ کہا ہاں۔ فرمایا تم اہل عرب ہو معقبات سامنے ہوتے ہیں! عرض کی پھر کس طرح پڑھیں۔ فرمایا کہو لہ معقبات من خلفہ و رقیب من بین یدیہ یحفظونہ بامر اللہ۔ اسکے لئے پیچھے رہنے والی چیزیں پیچھے ہیں اور رقیب و نگہبان آگے ہیں بحکم خدا اس کی حفاظت کرتی ہیں۔

دیگر۔ تفسیر عیاشی میں آیہ شریفہ و اوحی الی ھذا القرآن لانذرکم بہ کی تفسیر میں ہے اور جو آل محمد صلوات اللہ علیہم سے درجہ امامت کو پہنچا۔ اس کو انذار بالقرآن کا حق حاصل ہوا جیسا کہ حضرت رسولخدا اس سے انذار خلائق فرماتے تھے۔ اور اہل تفسیر نے کہا فضل تین طرح پر ہے ایک خدا کا فضل بموجب قول خدا لولا فضل اللہ علیکم و رحمتہ اگر نہوتا تم پر فضل خدا کا اور رحمت اس کی۔ اور ایک فضل رسولِ خدا کا۔ قل بفضل اللہ و رحمتہ۔ ابن عباس

نے کہا فضل رسولِ خدا ہیں اور رحمت امیر المومنین۔ اور فضل اوصیاء
آنحضرتؐ اور حضرت محمد باقر علیہ السّلام نے آیہ ام یحسدون النّاس
علیٰ ما آتاھم اللہ من فضلہ کی تفسیر میں فرمایا کہ لفظ ناس سے جو اس آیہ
میں ہے ہم مقصود ہیں اور ہم پر لوگ حسد کرتے ہیں بوجہ اس فضیلت کے
کہ خدا نے ہم کو عطا کی۔ اور یہ آیہ ہمارے حق میں نازل ہوئی۔

نیز آنحضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مومن کو بدن صحیح ولسان فصیح
وقلب صریح عطا کیا اور ان سے ہر ایک کو اپنی ذات اور اپنی نبی اور اپنی خلیفوں کے
لئے ایک خدمت کی تکلیف دی۔ بدن کو مکلّف کیا کہ اس کے اور ان کے لئے
جسمانی خدمت بجالائے۔ اور لسان کے لئے مقرّر کیا کہ اس سبحانہ کی اور ان کی
شہادت دے۔ اور قلب کو کہا کہ اسکے اور انکے ذکر سے طمانیت حاصل کرے
پس جو کوئی زبان سے شہادت دے اور اعضا و جوارح سے خدمت بجالائے
اور جنان وقلب سے اطمینان حاصل کرے۔ ادخلہ اللہ الجنان۔ اللہ
تعالیٰ اس کو داخل جنّت کرے گا۔

دعاہائے آں جناب

آپ کا ارشاد ہے کہ خدا کے نزدیک کوئی شے اس سے محبوب تر نہیں کہ دستِ
حاجت اس کے آگے دراز ہو اور سوال کریں و لا یدفع القضاء الا الدعاء
قضاء الٰہی کو بجز دُعا کے کوئی شے دفع نہیں کر سکتی۔ یعنی اگر قضائے محتوم ربّانی
جس کا کوئی روکنے رد کرنے والا نہیں کسی وقت صورت پذیر ہونے سے باز
رہتی ہے تو بوسیلہ دُعا باز رہتی ہے کہ بالحاح وزاری جناب باری میں مانگی جائے

پس لازم ہے کہ مومن کسی صورت میں دعا سے غافل و ذاہل نہو۔ آپ کا قول تھا کہ مومن کو چاہیئے کہ دعا کرنے سے اصلاً ملول و دلتنگ نہو کیونکہ خداتعالیٰ کے نزدیک دعا کی بڑی قدر و قیمت ہے۔

نیز۔ آنحضرت ؑ سے سوال کیا گیا کہ قرآن پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے یا دعا مانگنے کی۔ فرمایا دعا کی فضیلت زیادہ ہے۔ پھر اس آیہ شریفہ کی تلاوت کی قل مایعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم یعنی کہدے ان سے اے محمد کہ میرے پروردگار کے نزدیک تمہاری کچھ وقعت نہیں۔ اگر تمہاری دعا و عبادت نہو۔ مؤلف کہتا ہے کہ دعا بدرگاہ کبریا کرنے کی قرآن و حدیث میں بہت تاکید ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین۔ یعنی دعا کرو مجھ سے میں قبول کروں گا۔ ہرآئینہ جو لوگ استکبار کرتے ہیں میری عبادت سے یعنی مجھ سے دعا مانگنے سے وہ ذلت و خواری کے ساتھ جہنم میں داخل ہونگے۔ اس آیہ شریفہ میں دعا کرنے پر قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے اور دعا کرنے کو عبادت و ترک دعا کو غرور و نخوت سے تعبیر کیا ہے اور خواری کے ساتھ جہنم میں داخل کرنے کی وعید اور دھمکی دی گئی ہے اور حضرت امیرالمومنین کا ارشاد ہے کہ ایسا ہو نہیں سکتا کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے دعا کا دروازہ کھولے اور اس کی قبولیت کا دروازہ بند رکھے۔

نیز۔ آپ نے فرمایا کہ دعا کرنے والا درگاہِ خدا میں قبولیت سے محروم نہیں رہتا۔ جناب صادق ؑ نے قبولیت دعا کے بارے میں فرمایا کہ جو دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے ضرور کھل جاتا ہے پس جو بندہ الحاح و زاری سے درگاہِ خدا میں دعا مانگتا ہے البتہ اس کی دعا قبول ہوتی ہے بموجب ان ترغیبات کے لازم ہے کہ مومنین دعا مانگنے میں غفلت روا نرکھیں اور بخشوع و خضوع مشغول

دُعا رہیں۔

یہاں چند ادعیہ مختصرہ جناب ابو جعفر محمد باقرؑ کی کہ معمول بہ آنجناب تھیں اور اُن کی تعلیم فرماتے تھے ذکر ہوتی ہیں

کتاب عدۃ الدّاعی شیخ ابن فہد حلّی میں ہے کہ محمد بن حمزہ علوی نے آنحضرتؑ سے التماس کی کہ ایسی دُعا مجکو تعلیم کریں جس سے مشکلیں حل ہوں اور مصائب دفع ہوں۔ فرمایا یہ دُعا پڑھا کرو یا من یکفی من کل شئ ولا یکفی منہ شئ واکفنی ما اھمّنی۔ امید ہے کہ اس سے مشکلیں حل ہوں اور تکلیفیں دور ہوں۔

دعا، دفع امراض

ابو حمزہ ثمالی نے کہا میرے درد زانو ہو گیا تھا۔ اس سے بہت تکلیف اُٹھاتا رہا۔ آخر آنحضرتؑ کی خدمت میں اس کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ نماز سے فارغ ہو کر یہ دُعا پڑھا کرو۔ یا اجود من اعطی یا خیر من سئل یا ارحم من استرحم ارحم ضعفی وقلّۃ حیلتی واعفنی من وجعی۔ ابو حمزہ کہتے ہیں کہ میں نے کچھ عرصہ یہ دُعا پڑھی حق تعالیٰ نے مجھے درد سے نجات دی۔

دیگر۔ ارشاد فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر المؤمنینؑ بیمار ہوئے حضرت رسالت پناہ ان کی عیادت کو تشریف لائے اور یہ دُعا دفع مرض کے لئے آپ کو تلقین فرمائی۔ اللّٰھمّ انّی اسئلک تعجیل عافیتک او صبراً علیٰ بلیتک او خروجاً الی رحمتک حضرت نے اسکو پڑھا اور شفا پائی۔

دعا وقت برآمدن از خانہ

ابو حمزہ کہتے ہیں کہ جناب ابو جعفر محمد باقرؑ ایک مرتبہ دولت خانہ سے باہر آئے تو دیکھا میں نے کہ لبہاء مبارک جنبش کر رہے ہیں۔ عرض کی حضور اس وقت کیا پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا میں ایک دعا پڑھتا ہوا کہ جو کوئی گھر سے نکلنے کے وقت د

اس کو پڑھے حق تعالیٰ اس کی تمام حاجتیں دنیا و آخرت کی بر لاوے۔ ابو حمزہ کہا۔ مجھ کو بھی وہ دعا تعلیم کیجئے۔ فرمایا نعم جس وقت گھر سے نکلے کہے بسم اللہ و باللہ وحسبی اللہ وتوکلت علی اللہ اللھم انی اسئلک خیرا موری کلھا واعوذ بک من خزی الدنیا وعذاب الاخرۃ۔

تخم ریزی کے وقت کی دعا

کشف الغمہ میں نقل کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جب کوئی چاہے کہ زمین میں تخم ڈالے تو اس بیج کی ایک مٹھی بھر لے اور قبلہ رو ہو کر یہ دعا پڑھے۔ افرأیتم ما تحرثون ءانتم تزرعونہ ام نحن الزارعون پھر کہے لا بل اللہ الزارع لا فلاں۔ نہیں۔ بلکہ زراعت کرنے والا اللہ ہے نہ کہ فلاں بن فلاں اس جگہ کسان کا اور اس کے باپ کا نام لے۔ پھر کہے اللھم صل علی محمد وال محمد واجعلہ مبارکا وارزقہ السلامۃ والسرور والعافیۃ والغبطۃ یہ کہکر تخم ریزی شروع کرے۔ پہلے ہاتھ میں کا بیج ڈالے پھر باقی تخم جو اس کے پاس ہے زمین پر گرائے۔

دعا بوقت سواری دابہ

نقل ہے کہ حضرت ابو جعفرؑ بوقت سواری حمار یا اسپ وغیرہ یہ دعا پڑھتے تھے الحمد للہ الذی ھدانا للاسلام وعلمنا القرآن ومن علینا بمحمد صلی اللہ علیہ والہ والحمد للہ الذی سخر لنا ھذہ وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون والحمد للہ رب العالمین۔

مناجات آنحضرت

جناب صادقؑ نے فرمایا کہ میرے باپ محمد باقرؑ راتوں کو بہنگام گریہ و زاری بجناب باری اس دعا کا تکرار فرماتے تھے۔ امرتنی فلم ائتمر ونھیتنی فلم انزجر فھا انا ذا عبدک

بین یدیک وا عتذر - تونے مجھے امر کیا میں اس پر کاربند نہوا اور نہی کی باز نہ آیا - اب اس وقت تیرا بندہ اور تیرے آگے ہوں کچھ عذر خواہی نہیں کر سکتا - کہتے ہیں کہ بوقت وفات مرض الموت میں یہ کلمات زیادہ تر ورد زبان تھے - مراد اس سے تعلیم دیگراں تھی کہ ہنگام ناگزیر اسکا ورد رکھیں - خالد بن رتیم نے کہا حضرت کا قول تھا کہ کوئی آنکھ خوف خدا میں پر از اشک نہوگی الا یہ کہ حق تعالیٰ اس کے چہرے پر آتش جہنم کو حرام کرے گا اور جو آنسو بہکر اس کے دو رخساروں پر آ گئے ولا یرھق وجھہ قتر ولا ذلۃ اسکے منہ پر ذلّت کی گرد نہ بیٹھے گی - پھر فرمایا کوئی شے نہیں جس کی جزا نہو الّا دو قطرے آنسوؤں کے کہ خوف خدا میں نکلے ہوں حق تعالیٰ ان سے دریائے معاصی کا کفّارہ کرتا ہے - اور اگر کوئی گریہ کرنے والا خدا کے سامنے ایک امّت کے لئے گریہ کرے تو حق تعالیٰ اس تمام امّت کو آتش جہنّم سے آزاد کرے گا

نیز منقول ہے کہ آپ (احیاناً) کبھی ہنستے تو اسکے کفّارہ کیلئے کہتے - اللّٰھمّ لا تمقتنی - خداوندا تو مجھ کو دشمن نہ رکھنا -

کشف الغمہ میں آنحضرتؑ سے منقول ہے کہ ایک بار میرے پدر عالی قدر کی سواری کا خچر گم ہو گیا تھا - فرمایا اگر حق تعالیٰ اس کو میری طرف واپس کر دے تو ہر آئینہ میں ایسی محامد سے اس کی حمد کروں گا کہ وہ سبحانہ راضی ہو جائے - تھوڑی دیر نگزری تھی کہ خچر معہ زین و لگام واپس آ گیا - آپ اس پر سوار ہوئے اور کپڑے سمیٹ کر درست ہو بیٹھے تو سر مبارک آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا الحمد للہ - اور اس سے زیادہ کوئی کلمہ زبان پر نہ لائے - پھر فرمایا میں نے کلمہ الحمد للہ میں انواع و اقسام محامد خدائے عزّ و جل سے کوئی بات باقی نہیں چھوڑی کیونکہ کسی طرح کی حمد نہیں جو کلمہ حمد میں نہو - صاحب

کشف الغمہ کہتے ہیں راست کہا آنحضرتؐ نے اور وہ اپنے عہد سے بری ہو

بتحقیق کہ الف لام الحمد للہ میں استغراق جنس کا ہے جس سے ظاہر ہے کہ

جملہ اقسام حمد کی خدا کے لئے ثابت ہیں اور وہ سُبحانہ اپنی حمد میں منفرد و یکتا ہے

کما مرّ سابقاً

ادعیہ و اعمال خواب

کتاب مکارم الاخلاق میں نقل ہے کہ جناب ابوجعفرؑ نے فرمایا کہ جس کسی کو سوتے میں ڈر لگتا ہو چاہیے کہ قبل خواب سورۂ قل اعوذ برب الناس۔ قل اعوذ برب الفلق و آیۃ الکرسی پڑھے۔ نیز آپ نے فرمایا کہ جب آدمی دہنی کروٹ پر سونے کے لئے لیٹے تو یہ دُعا پڑھے۔ بسم اللہ انی اسلمت نفسی الیک و وجھت وجھی الیک و فوضت امری الیک و الجأت ظھری الیک لا ملجأ ولا منجا منک الا الیک اٰمنت بکتابک الذی و نبیک الذی ارسلت پس تینتیس ۳۳ مرتبہ کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر

سانپ بچھو سے محفوظ رہنے کی دعا

حضرت کا ارشاد ہے کہ جو سونے سے پہلے ان کلمات کو کہے میں ضامن ہوں کہ اس کو صبح تک سانپ بچھو وغیرہ گزندہ جانوروں سے ضرر نہ پہنچے گا۔ اعوذ بکلمات اللہ التامات التی لا یجاوزھن بر ولا فاجر من شر ما ذرا و من شر ما برأ و من شر کل دابۃ ھو اخذ بناصیتھا۔ ان ربی علیٰ صراط مستقیم۔

فائدہ۔ اوقات قبولیت دُعا

لت فرمایا حضرت باقرؑ نے کہ طلب کرو اجابت دعا کو بجا قشعریرۂ بدن جبکہ خوفِ خدا سے بال جلد پر کھڑے ہوں اور اس وقت جبکہ گریہ گلوگیر ہو۔ اور وقت نزول باران رحمت کے اور جس وقت کہ آفتاب آسمان کے وسط میں ہو یعنی ٹھیک دوپہر میں اور ابتداء زوال

شمس میں بتحقیق کہ وہ ایک ساعت ہے جبکہ دروازے آسمانوں کے کھل جاتے ہیں اس وقت قبول دعا کی درگاہِ ایزدی سے امید کی جاتی ہے اور فرمایا کہ تضرّع وزاری کرنا اور نماز بجالانا خدا کے نزدیک بڑا درجہ رکھتے ہیں جو ہیں کہ بندے کے آنسو رواں ہوتے ہیں وہیں رحمتِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے پس غنیمت جانو اس ساعت میں سوال کرنے کو۔ اور طلبگارِ حاجت ہو اور زیادہ نہ جانو اس شے کو جسکو تم طلب کرتے ہو کیونکہ خدا کے نزدیک کوئی شے بڑی نہیں۔ نہ اپنی حاجتوں سے کسی حاجت کو حقیر جانو کہ اس سے اس کی طلب سے باز رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکے بندوں سے وہی محبوب تر ہے جو اس سے زیادہ سوال کرنیوالا ہے۔

مرویّات آنحضرت صلوات اللہ علیہ

حلیۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ امام محمد باقر کی اسناد جابر بن عبداللہ۔ ابوسعید خدری عبداللہ بن عباس۔ ابوہریرہ۔ انس بن مالک و امام حسن عؑ و امام حسین عؑ سے ہے۔ مگر ہمارے نزدیک آپ کا سلسلہ اسناد وہی معروف سلسلہ ہے جس کو عام و خاص نے سلسلۃ الذہب سے تعبیر کیا ہے اور جس کی نسبت کہا گیا ہے لو قرئ ھٰذا الاسناد علی مجنون لافاق۔ اگر یہ اسناد مجنون کے آگے بھی پڑھی جائیں تو البتہ اس کے مرض میں افاقہ ہو جائے۔ اور آنحضرت کا قول اس بارے میں مشہور ہے فرماتے تھے اذا حدّثتکم بالحدیث ولم اسندہ فسندی فیہ ابی عن جدّہ رسول اللہ عن جبرئیل عن اللہ تعالیٰ۔ کہ اگر میں کوئی حدیث بلاسند بیان کروں تو میری سند میرے باپ سے ہے جنہوں نے بواسطہ اپنے

آبار طاہرین حسین بن علی و علی بن ابی طالب علیہم السّلام رسول اللہ سے
انہوں نے جبرئیل سے انہوں نے خدائے جلیل سے اس کو روایت کیا
ہے۔ بہرکیف اس مقام پر چند احادیث مرویّہ آنحضرت ع حلیۃ الاولیاء سے
نقل ہوتی ہیں ازانجملہ آپ نے جابر بن عبداللہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ
نے نفاس والی عورت کو حکم دیا کہ نہا کر احرام حج باندھ لو۔ بروایت دیگر یہ
حکم آپ نے اسماء بنت عمیس کو دیا تھا۔

دیگر باسناد خود فرمایا کہ رسول اللہ صلعم اپنے خطبہ میں فرماتے تھے نحمد اللہ
عزّ وجلّ ونثنی علیہ بما ھولہ اھل۔ پھر فرماتے جس کو خدا ہدایت کرے
اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ سبحانہ گمراہ کرے کوئی راہِ راست
نہیں دکھا سکتا۔ بتحقیق کہ راست ترین حدیث کتاب خدا ہے اور بہترین ہدایت
ہدی محمد صلے اللہ علیہ و آلہ۔ اور بدترین امور محدثات ہیں کیونکہ محدثہ بدعت
و ضلالت ہے اور تمام ضلالت جہنّم میں لیجانے والی اور فرماتے تھے میں اور
ساعت مثل ان دو انگلیوں کے ساتھ ساتھ مبعوث ہوئے اور جب ساعت
(قیامت کا) ذکر کرتے تو رخسارہ ہائے مبارک سُرخ ہو جاتے اور آواز بلند اور
غیظ و غضب شدید ظاہر ہو جاتا اور ایسا معلوم ہوتا کہ گویا کہ وہ ایک لشکر کی
طرف سے خوف دلانے والے ہیں جو صبح شام تم پر آنے والا ہے۔

پھر فرماتے جو کوئی اپنے پیچھے مال چھوڑے اس کے اہل و عیال کے لئے
ہے اور جو ضیاع یا قرضہ چھوڑ جائے وہ میرے اوپر کیونکہ میں ولی مومناں ہوں۔

دیگر۔ فرمایا کہ حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا جس کو حق تعالی معاصی کی ذلت
سے تقویٰ و پرہیزگاری کی عزّت کی طرف منتقل کرتا ہے تو بغیر مال کے اس کو
غنی کرتا ہے اور بے کُنبے قبیلہ کے عزّت و آبرو بخشتا ہے اور بغیر کسی انیس کے

اس کو مانوس کرتا ہے - جو خدا سے خوف کرتا ہے - حق تعالیٰ ہر شے پر اس کا خوف و رعب ڈالتا ہے اور جو خوف خدا دل سے اُٹھا دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو ہر شے سے خائف و ترساں کرتا ہے جو تھوڑی رزق پر خدا سے راضی ہوتا ہے حق تعالیٰ اس کے تھوڑے سے عمل پر راضی ہوتا ہے - اور جو طلب معاش میں شرم و حیا کو اُٹھا دیتا ہے اس کا بوجھ ہلکا ہوتا ہے اور دل آرام سے اور عیال خوش رہتے ہیں اور جو طلب دُنیا میں زہد کرتا ہے - اللہ تعالیٰ حکمت کو اس کے دل پر ثابت کرتا ہے اور زبان کو اس سے گویا کرتا ہے اور دُنیا سے دار القرار کی طرف سلامتی سے نکالتا ہے

دیگر - حضرت رسول خداؐ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا حق تعالے نے الواح میں حضرت موسیٰؑ کو جو امور تلقین کئے ایک ان میں سے یہ تھا کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر متالف کی طرح تیری نگہبانی کروں اور تیری عمر کو بہلا دوں اور تجھ کو دُنیا میں دیر تک زندہ رکھوں عمدہ زندگی کے ساتھ اور آخرت کو تیرے لئے دُنیا سے بہتر کروں -

ولادت و وفات ابن آدم کا نقشہ

نیز آنحضرت نے روایت کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ابن آدم جس غرض سے اس کو حق تعالیٰ نے پیدا کیا ہے غافل و ذاہل ہے تحقیق کہ وہ معبود کہ اسکے سوا کوئی دوسرا شایان عبادت نہیں - جب آدمی کے پیدا کرنیکا ارادہ کرتا ہے تو ایک فرشتے کو کہتا ہے کہ اس کی روزی رزق و مدت عمر کو لکھے اور تحریر کرے کہ وہ شقی ہے یا سعید - لکھ کر وہ فرشتہ چلا جاتا ہے اور بجائے خود ایک اور فرشتہ کو بھیجتا ہے جو اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے تا اینکہ سن بلوغ کو پہنچے - اس وقت دو فرشتے (کراماً کاتبین) اسکے پاس آتے ہیں جو اس کے حسنات اور سیئات لکھتے رہتے ہیں - اس کی موت آئی ہے تو وہ

فرشتے آسمان کو پرواز کر جاتے ہیں اور ملک الموت حاضر ہوتا ہے تاکہ اسکی روح قبض کرے۔ قبر میں داخل ہوتا ہے تو روح پھر جسم میں داخل کی جاتی ہے۔ بعد ازاں فرشتۂ موت چلا جاتا ہے اور فرشتگان قبر (منکر نکیر) آتے اور سوال جواب کر کے اس کا امتحان لیتے ہیں۔ پھر چلے جاتے ہیں۔ فردا ر قیامت پھر نکیرین نازل ہوں گے اور نامۂ عمل جو زندگی دُنیا میں لکھتے رہے ہیں کھولکر اس کے گلے میں لٹکا دینگے اور اس کے آگے پیچھے سائق و شہید کے نام سے چلیں گے تا اینکہ ہنگامۂ محشر میں اس کو پہنچادیں۔ پس حق تعالیٰ اس سے خطاب کرے گا کہ ہر آئینہ تیرے اوپر پردۂ غفلت پڑا ہوا تھا یہ حالات یاد نتھے۔ اب وہ پردہ تجھ سے اُٹھا دیا گیا ہے فکشفنا عنک غطاءک۔ پھر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے لترکبنّ طبقاً عن طبق ای حال بعد حال۔ تم ایک حال سے دوسرے میں تبدیل ہو گے۔ بعد ازاں رسول اللہؐ نے فرمایا۔ انّ قدّامک امراً عظیماً فاستعینوا باللہ العظیم بتحقیق کہ تمہارے آگے ایک امر عظیم ہے۔ پس اللہ بزرگ و برتر ہے اس سے امداد طلب کرو۔

کلمہ طیّبہ لا الٰہ الاّ اللہ کی فضیلت

نیز آنحضرتؐ نے بسند خود فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ نے فرمایا کہ جبرئیل نے جانب ربّ جلیل سے مجھ سے فرمایا کہ ارشاد کیا خدائے بزرگ و برتر نے کہ میں ہوں اللہ کوئی معبود میرے سوا نہیں پس عبادت کرو میری اس طرح پر کہ شہادت لا الٰہ الّا اللہ کو باخلاص زبان پر جاری کرو۔ بتحقیق جو یہ کلمہ باخلاص کہے وہ میرے حصن حصین میں داخل ہوا اور جو میرے حصن میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے امن میں ہوا صاحب

حلیۃ الاولیاء، حافظ ابونعیم اصفہانی بعد نقل روایت کہتے ہیں کہ یہ حدیث
بروایۃ ائمہ طاہرین مشہور ہے کہ انہوں نے اپنے آبا طیبین سے اس کو
نقل کیا ہے۔ ہمارے بعض بزرگان محدثین جب اس کو بایں اسناد روایت
کرتے تو کہتے کہ یہ وہ سند ہے کہ اگر مجنون کے سامنے پڑھی جائے تو البتہ
افاقہ پائے۔ صاحب کشف الغمہ نقل حدیث کے بعد کہتے ہیں کہ یہ روایت
امام رضاؑ سے آنحضرتؑ کے آباء طاہرین سے اور سند سے بھی مروی ہے
جس کو ہم اس موقعہ پر پہنچکر بیان کرینگے۔ حقیر مؤلف کہتا ہے کہ جناب امام
رضاؑ کہ اثناء سفر مرو خراسان میں کہ حسب الطلب مامون ۲۰۰ھ میں اس طرف
تشریف فرما ہوئے۔ جس شان و شکوہ سے اس کو روایت کیا اس کا قدرے
بیان کتاب لمعۃ الضیا تاریخ امام رضاؑ مؤلفہ خاکسار میں گزرا کہ حافظ ابوزرعہ
رازی امام المحدثین و محمد بن اسلم طوسی نے مع بے شمار محدثوں کے شہر کے چوک
میں حاضر ہو کر بکمال الحاح و ابرام آپ سے التماس روایت حدیث کیا۔
اس وقت آپ نے اس حدیث کو نقل کیا اس موقعہ پر چوبیس ۲۴ ہزار قلمدان سوائے
دواتوں کے اسکے لکھنے کے لئے حاضر کئے گئے تھے۔ کشف الغمہ میں ہے کہ
صاحب حلیۃ الاولیاء نے کہا کہ راوی کہتا ہے کہ احمد بن رزین نے کہا میں نے
امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ اخلاص کے معنی ارشاد ہوں۔ فرمایا کہ مراد
اخلاص سے طاعتِ خدا ہے۔

نقش نگیں آنجناب

ابو عبداللہ جعفر صادقؑ کا قول ہے کہ ہمارے باپ کا
نقش کلمۂ طیبہ "العزۃ للہ جمیعاً" تھا اور حفص بن
غیاث نے کہا کہ نقش خاتم محمد بن علی وکان خیر محمدٍ رأیتہ (اور وہ حضرت
اہل بیت رسالت سے بہتر تھے جس کو میں نے دیکھا ہے) العزۃ للہ جمیعاً"

تھا۔ اور امام رضاؑ سے نقل ہوا ہے کہ ہمارے جدّ مظلوم امام حسینؑ کا نقش نگین "ان اللہ بالغ امرہ" تھا۔ اور علی بن الحسینؑ اپنے باپ کی انگوٹھی پہنتے تھے اور محمد بن علی الباقرؑ اپنے باپ کی انگشتری زیب انگشت فرماتے تھے۔

نیز جناب رضا علیہ السّلام نے بواسطہ اپنے آباء طاہرینؑ کے روایت کی ہے کہ نقش خاتم محمد بن علی بن الحسینؑ یہ کلمات شریفہ تھے۔ ظنی باللہ حسن وبالنبی المؤتمن وبالوصی ذی المنن وبالحسین والحسنؑ (میرا گمان خدا کی جانب نیک ہے اور اسکے نبی صاحب امانت کے اور وصی صاحب منتوں اور احسانوں کے۔ اور دلبر[illegible] امام حسن و حسینؑ کے) کہتے ہیں کہ نقش ان کلمات متبرکہ کا نگین انگشتری میں موجب خلاصی از عقوبات دنیا و آخرت ہے صاحب انگشتری کے لئے۔

اور کتاب جنات الخلود میں لکھا ہے کہ انگشتری حضرت باقرؑ کی عقیق کی تھی اور نقش اس کا املی باللہ (میری امید خدا سے ہے) تھا۔ وبقولے العزۃ للہ۔ عزۃ خدا کے لئے ہے۔ وبقولے ان اللہ بالغ امرہ۔ بیشک اللہ اپنے کام پورا کرنے والا ہے۔ لکھا ہے کہ نقش ان کلمات کا باعث توسعہ رزق و فراوانی معیشت ہے۔

نیز۔ آنحضرتؑ کا قول تھا من کان نقش خاتمہ آیۃ من کتاب اللہ غفر اللہ جس کی انگوٹھی کا نقش کوئی آیۂ کلام مجید ہو۔ خدا تعالیٰ اس کے گناہ بخشدیگا۔

نیز آپ نے فرمایا رأیت نقش خاتم القاسم وربک فکبر لہٗ میں نے دیکھا کہ نقش نگین جناب قاسم (بن محمد بن ابی بکرؓ پدر زوجۂ آنحضرت) وربک فکبر تھا۔

شمائل فرخندہ آنحضرت

مشہور ہے کان اسمر ربع القامۃ تھے وہ حضر گندم گوں متوسط القامت

مناقب میں ہے کان دقیق البشرۃ جعد الشعر له خال علی خدہ و خال
احمر علی جسدہ کہ تھے وہ جناب باریک پیشانی یعنی پیشانی نورانی زیادہ فراخ
و بے مو تھی اور بال آپ کے گھونگر یالے تھے۔ ایک خال اسود رخسارہ انور پر
و خالات سُرخ جسمِ اطہر پر تھے ضامر الکشح حسن الصوت مطرق الرأس
لاغر تہیگاہ یعنی باریک میاں خوش آواز اکثر سر فرو افگندہ و خاموش رہتے تھے
وکان علیه السلام اصدق الناس لهجةً و احسنهم لهجة و ابنهم بهجة
تھے وہ حضرت کلام میں تمام آدمیوں سے زیادہ صادق و راست گو بشاشت و
کشادہ روئی میں نہایت خوشنما۔ ہر ایک کے ساتھ نیکی و احسان بذل کرنیوالے۔
جنات الخلود میں ہے آپ قوی ہیکل گول چہرہ تھے۔ ریش مقدس سیاہ
ابرو پیوستہ فراخ چشم کشیدہ و صافی دماغ روئے مبارک اس قدر ترو تازہ رہتے
کہ گویا روغن کی مالش کی ہے۔ دندانِ مبارک درشت و مضبوط ہنستے تو مثل
درخوشاب نمایاں ہوتے۔ یا دانہ تگرک آبدار معلوم ہوتے۔ ضحک آپ کا کبھی
حد قہقہہ تک نہ پہنچتا۔ تاہم اسکے بعد کہتے اللھم لا تمقتنی خداوندا تو
مجھ کو دشمن نہ رکھنا۔ اکثر اوقات خوفِ خدا سے روتے اور صدائے گریہ بلند
فرماتے۔ آپ منکسر و متواضع ترین خلائق تھے۔ ہر ایک جلیل آپ کے روبرو
حقیر و ذلیل دکھائی دیتا۔ سب کا علم آپ کے علم کے سامنے قطرہ پیش دریا معلوم
ہوتا۔ اپنے جد امجد امیر المؤمنین علیؑ بن ابیطالب کی طرح ہمیشہ چشمہائے علم و
حکمت پہلوہائے مبارک سے جوش زن رہتے تھے فصلوات اللہ علیہ
وعلی آبائه الطیبین و ابنائه الطاہرین۔

وفات آں برگزیدہ کائنات

اب اس خیر وبرکت مجسم کے دُنیا سے رخصت ہونے اور جہانِ فانی کو وداع کر کے عالمِ جاودانی کی طرف تشریف لیجانے کا بیان ہوتا ہے واضح رہے کہ وفات جناب باقرؑ بنابر مشہور ماہ ذی الحجہ ۱۱۴ھ میں ہے۔ مگر بعض نے ربیع الاوّل میں اوروں نے ربیع الثانی میں بیان کی ہے اور شیخ شہید و دیگر علماؒ کے نزدیک روز وفات دوشنبہ ہفتم ذی الحجہ ہے۔ نیز مشہور ہے کہ سن شریف بوقت وفات ستاون ۵۷ سال کا تھا مثل سنّ پدر بزرگوار وجدّ عالی مقدار آنحضرتؑ کے تین سال قبل معرکہ کربلا کے پیدا ہوئے ۳۵ سال اپنے والد والاقدر کے ساتھ رہے۔ اُنیس ۱۹ سال اس کے بعد زمانہ امامت خالصہ آنحضرت کا ہے۔ کما مرّ سابقًا۔

نور الابصار میں کتاب درر الاصداف سے نقل کیا ہے کہ مات مسمومًا کابیہ۔ کہ آنحضرتؑ کو انکے باپ صلوات اللہ علیہما کی طرح زہر دیا گیا۔ شیخ صدوق محمد ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ آپ ابراہیم بن الولید کے زہر سے شہید ہوئے۔ بعض نے ہشام کا نام لیا ہے۔ راقم کے نزدیک دونوں قول درست ہیں۔ ابراہیم نے بامر و اشارے ہشام زہر دیا وہی باعث شہادت ہوا۔ صاحب جنات الخلود لکھتے ہیں کہ طعام میں زہر دیا گیا جس سے بیمار ہوگئے اور بیماری آپ کی شدید ہوئی حتّیٰ کہ چند روز بعد رحلت کی۔ بیشتر گزرا کہ ہشام نے شام سے ایک زین بنوا کر بھیجا تھا اُس کی کاٹھی کی لکڑی میں زہر اس طرح پیوست کیا تھا کہ آپ سوار ہوں تو وہ زہر بدن اقدس میں سرایت کرے اور

ہلاکت کا باعث ہو۔ ممکن ہے کہ اسی کی تکمیل کے لئے پھر کھانے میں بھی زہر دیا گیا ہو۔

علم ہنگام ناگزیر

ابو عبداللہ جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ آپ نے کہا میرے باپ ایک بار سخت بیمار ہوئے بحدیکہ جان کے لالے پڑ گئے۔ گھر کے لوگ سرہانے بیٹھے رو رہے تھے کہ یکایک آپ نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا میں اس بیماری سے نمروں گا۔ بتحقیق کہ دو شخصوں نے آکر مجھ سے بیان کیا کہ اس مرض میں تیری موت نہیں۔ پس شفایاب ہو گئے اور عرصۂ دراز تک صحیح و سالم زندہ رہے۔ ایک بار جبکہ ظاہرا کوئی بیماری شدید نہ دکھائی دیتی تھی۔ فرمانے لگے اے فرزند جن دو شخصوں نے مجھ سے اس بیماری میں خبر دی تھی اب وہ پھر آئے اور کہا تم فلاں روز مر جاؤ گے۔ پس جس روز کی خبر دی تھی اسی دن وفات پائی۔

مضمون خواب

کشی علیہ الرحمہ نے زرارہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ابو جعفرؑ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ گویا ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہوں۔ لوگ ہر طرف سے اس پر چڑھتے ہیں۔ جب بہت ہو گئے تو پہاڑ آسمان کی طرف بلند ہونے لگا اور آدمی ہر طرف سے گرتے تھے یہاں تک کہ چند آدمی باقی رہ گئے۔ پانچ بار ایسا ہوا کہ لوگ گرتے اور پھر اس پر چڑھنے کا قصد کرتے اور گر کر تھوڑے سے رہ جاتے اور قیس بن عبداللہ بن عجلان اس عصابۂ قلیلہ میں تھا۔ اس واقعہ کی تعبیر گویا وہ حضرت اپنی رحلت سے گرتے تھے۔ چنانچہ اس کے بعد صرف پانچ روز زندہ رہ کر رہ گرائے عالم باقی ہوئے۔

دیگر۔ حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ ایک شخص مدینہ سے چند میل کے فاصلے

رہتا تھا۔ ایک روز اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہتا ہے کہ جاؤ ابوجعفر محمد باقرؑ کے جنازے کی نماز پڑھو تحقیق کہ ملائکہ جنت البقیع میں ان کو غسل دے رہے ہیں۔ وہ شخص مدینہ آیا تو دیکھا کہ واقعی حضرت وفات پا چکے ہیں اور لوگ ان کو غسل دینے میں مصروف ہیں۔

وصایائے آنحضرتؑ

جناب صادقؑ فرماتے ہیں کہ روز وفات میں اپنے والد کی خدمت بابرکت حاضر تھا غسل و کفن کی اور دفن کے لئے قبر میں اُترنے کی وصیت فرما رہے تھے عرض کی فدا ہوں حضرت پر جب سے طبع اقدس ناساز ہے میں نے آج سے بہتر کبھی حالت نہیں پائی۔ ظاہرا کوئی نشانِ مرض نظر نہیں آتا۔ پھر کس لئے یہ کلمات ارشاد فرماتے ہیں۔ فرمایا اے پسر تم نے نہیں سُنا کہ میرے باپ نے پسِ دیوار سے مجھ کو آواز دی۔ یا محمدؐ تعالَ عجّل۔ اے محمد آؤ اور جلد آؤ۔ اب میں البتہ سفرِ آخرت پر جانے والا ہوں۔ بروایتے فرمایا اہل مدینہ سے کچھ لوگوں کو بلاؤ میں نے بُلایا۔ حاضر ہوئے تو فرمایا اے جعفر میں عالم بقا کو رحلت کروں تو مجھے غسل دینا۔ اور تین پارچوں میں کفن کرنا جن میں ایک چادر حبرہ[1] جس میں آپ نماز جمعہ بجا لاتے تھے اور ایک قمیص جس کو پہنتے اور ایک اور کپڑا اور عمامہ سر سے لپیٹنا وہ کفن میں محسوب نہیں صرف بدن سے لپیٹنے کی چیز ہے اور زمین کو میرے لئے شق کرنا بجائے کھودنے کے۔ کیونکہ تن آوری میرے واسطے زمین مدینہ میں لحد (بغلی قبر) اچھی نہیں اور چار انگشت (کشادہ) قبر کو زمین سے بلند کرنا اور پانی اسکے اوپر چھڑکنا۔ حضرت صادقؑ فرماتے ہیں کہ وصیت ختم ہوئی اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوئے تو میں نے

[1] حبرہ مثل عتبہ برد یمانی ۱۲

عرض کی اے پدر حضور فرما دیتے میں بجان و دل اس کی تعمیل کو حاضر تھا۔ اس میں لوگوں کو بلانے اور گواہ کرنے کی کون ضرورت تھی۔ فرمایا میں نے اس لئے ان کو گواہ کیا کہ سب جان لیں کہ تم میرے وصی ہو اور امر امامت میں تمہارے ساتھ کوئی نزاع نکرنے پائے۔

دندانِ شکستہ کی حفاظت

کلینی علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ ایک دانت امام باقرؑ کا جدا ہوگیا تھا اس کو ہاتھ پر رکھ کر کہا الحمد للہ پھر اپنے فرزند ارجمند جناب صادق کو دیکر فرمایا اے جعفر مجھ کو دفن کرو تو یہ دانت میری ہمراہ دفن کرنا۔ کچھ عرصہ بعد دوسرا دانت گر گیا تو اس کو بھی کفِ دست پر رکھ کر بدستور کلمہ الحمد للہ کا تکرار فرمایا اور جناب صادق کے حوالے کیا کہ اس کو میرے ساتھ دفن کیجو۔

اِخبار از قربِ ہنگام موت

آنحضرت صادق کا ارشاد ہے کہ شب وفات خدمت میں اپنے والد والا قدر کے حاضر ہوا تو وہ جناب مصروف مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات تھے مجھے دیکھ کر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ پرے ہو جاؤ میں پیچھے ہٹ گیا۔ فارغ ہوئے تو نزدیک گیا۔ فرمایا اے پسر میں آج دنیا سے رخصت ہوتا ہوں یہ وہی شب ہے جس میں حضرت رسولِ خدا نے رحلت کی تھی۔ نیز آپ نے فرمایا کہ شب وفات آنحضرت نے مجھ سے فرمایا کہ میرے باپ علی بن الحسینؑ میرے پاس آئے اور ایک پیالہ شربت کا دیا کہ اس کو پی لو۔ میں نے پی لیا۔ پس اے پسر آج روز وعدہ ہے میں ضرور فوت ہونگا۔

آبِ وضو کا بدلوانا

قطب راوندی نے خرائج میں روایت کیا ہے کہ جناب صادقؑ نے فرمایا کہ شب وفات جب کہ

شدّتِ مرض میں حال آپ کا دگرگوں تھا میں نے حسب معمول پانی وضو کے لئے حاضر کیا بغیر اس کے کہ اس کی طرف نگاہ کریں۔ دومرتبہ فرمایا اس کا پانی گرادو۔ ہم نے خیال کیا کہ بُخار کی شدّت میں ایسا فرماتے ہیں۔ پانی کو گرایا تو معلوم ہوا کہ چوہا اس میں گر کر مر گیا تھا اور آپ کو بنور امامت یہ امر دریافت ہو گیا تھا مشہور ہے کہ آپ کو پیرہن میں جس میں نماز پڑھتے تھے۔ حسب وصیت آنحضرت کفن دیا گیا حال آنکہ پارچہ دوختہ خصوصاً آستین دار ہیں کفن میّت مکروہ ہے سو ممکن ہے کہ حضرات ائمہ اس حکم سے مستثنیٰ ہوں یا علی الخصوص وہ جامہ دوختہ جس میں نماز پڑھی جاتی رہی ہو عموماً روا ہو۔

قبر مقدّس بالاتفاق مدینہ[ل] منوّرہ میں ہے۔ قبرستان جنّت البقیع میں اپنے پدر والاقدر زین العابدین و جدّ نامور حسن مجتبیٰ سبط اکبر خیر المرسلین کے پہلو میں دفن ہوئے۔ صلوات اللہ علیہ۔

ل مدینہ میں قبر ہے اور محل انتقال بھی مدینہ منورہ حجرہ مقدّسہ آنحضرت کا ہی مگر وفیات الاعیان میں جو بذیل حالات آنحضرت لکھا ہے وتوفّی بالحمیمۃ ونقل الی المدینۃ و دفن بالبقیع کہ حمیمہ میں وفات پائی اور لاش مدینہ میں لاکر جنّت البقیع میں دفن کیا۔ قطعاً خلاف روایت و درایت ہے اور اس مورّخ سُنّیہ کے آنحضرت کے حالات سے نابلد ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ کیونکہ حمیمہ بضم اوّل و فتح ثانی خود اسکے بیان کی موافق ایک قریہ ہے قریات شام سے نواح دمشق میں کہ علی بن عبد اللہ عباس کی ملک سے اور قبل خلافت عباسیوں کا ملجا و مسکن تھا۔ چنانچہ ابو العباس سفّاح جب کوفہ گیا اور وہاں اسکے ساتھ بیعت ہوئی تو وہ اس وقت اسی حمیمہ سے وہاں گیا تھا۔ نیز ابن خلکان نے لکھا ہے کہ علی مذکور کو عبد الملک بن مروان نے اس حمیمہ کی طرف جلا وطن کیا۔ اسکے دو پوتے ابو العباس و

(باقی حاشیہ دیکھو صفحہ ۱۸۳ پر)

جلاء العیون میں ہے کہ حضرت محمد باقر علیہ السلام نے دار البقا کو رحلت کی تو جناب صادق ع نے فرمایا کہ اس مکان میں جہاں قبض روح مبارک ہوا تھا ہر شب کو چراغ روشن کرتے تھے۔

اخراجات پس از مرگ

زرارہ کہتے ہیں کہ ابو جعفر محمد باقر نے آٹھ سو درم کی وصیّت کی کہ آپ کے تعزیہ و ماتم میں خرچ کئے جائیں اور اس کو وہ حضرت سنّت رسول اللہ جانتے تھے۔ کیونکہ حضرت رسول خدا نے فرمایا تھا اتخذ والآل جعفر طعاماً فقد شغلوا۔ کہ آل جعفر کے لئے (بوقت شہادت جعفر طیّار رض) کھانا تیار کرو کیونکہ وہ مشغول ندبہ و ماتم ہیں۔ یعنی اہل بیت کو اس وقت میں اسکے مرنے ہی کا غم ہو اور کسی خرچ کی فکر نہو۔

زنان نائحات

کافی وغیرہ میں منقول ہے کہ حضرت نے فرمایا اے جعفر ہمارے لئے کچھ زنان نوحہ کنندہ مقرّر کرو کہ موسم حج میں بمقام منی حاضر ہو کر سات سال تک میرے ماتم کو تازہ اور میری مظلومیّت پر گریہ و بکا کریں۔ اس امر سے کہ مظلومیت پر گریہ و ماتم کریں خاص کرمنا سے مقام میں یہی مراد ہے کہ ظالموں کا ظلم جنہوں نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۲) منصور پسران محمد بن علی وہاں پیدا ہوئے تھے بہرکیف حضرت محمد باقر جیسا کہ معلوم ہے ہنگام مرض الموت میں یقیناً مدینہ میں تشریف رکھتے تھے ان کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ اپنا وطن اور جوار جد امجد رسول اللہ چھوڑ کر دیار شام میں جائے اور ہشام کے جبر سے اسکے طلبیدہ جو گئے تھے۔ تو زندہ و سلامت وطن واپس آنے کی تصریح روایات میں موجود ہے جن میں حمیمہ جانے کا کہیں مذکور نہیں ۱۲ منہ عفی عنہ

جبر و تعدّی سے شہید کیا عالم پر ظاہر ہو۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین وسیعلم الّذی ظلموا ایّ منقلب ینقلبون۔

ثواب زیارت

امام رضا علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ہر ایک امام کا ایک عہد ہے انکے دوستوں اور شیعوں کی گردنوں پر تمامی اس عہد کی یہ ہے کہ انکے حقوق ادا کئے جائیں اور خوبی ادا کی یہ ہے کہ ان کی وفات پر ان کی قبور کی زیارت بجالائیں۔

پس جو کوئی بطوع و رغبت ان کی قبروں کی زیارت کرے اور تصدیق کرے انکے حقوق کی جن میں انہوں نے رغبت دلائی ہے تو صاحب قبر روزِ قیامت اس کے شفاعت خواہ ہونگے

(مرثیہ جناب باقرؑ) مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ زید ابن علی نے آپ کے عزا میں یہ مرثیہ کہا ؎

باقر العلم فی ملحد	امام الوریٰ طیّب المولد
فمن لی سویٰ جعفر بعدہ	امام الوریٰ الاحد الامجد
ابا جعفر الخیر انت الامام	وانت المرجّی لبلوی غد

شگافندۂ علم (امام باقرؑ) نے لحد میں آرام لیا۔ جو پیشوائے خلائق ہیں اور طاہر و پاکیزہ ولادت میرے لئے انکے بعد سوائے امام جعفر کے کون ہے جو کہ دُنیا کے امام و یکتا و بزرگ و برتر ہیں۔ اے ابو جعفر نکوئی کے تم امام و پیشوا ہو اور فردا ر قیامت کی مصائب و نوائب میں تم ہی امیدگاہ مخلوقات ہو۔

ازواج

بنابر مشہور دو نکاحی بی بیاں سوائے کنیزان خاصہ کے۔ اوّل ام فروہ بنت

قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ بحار میں ہے کہ آپ نے جناب قاسم سے انکی دختر ام فروہ کی اپنے لئے خواستگاری کی قاسم نے کہا اے فرزند یہ کام تمہارے باپ زین العابدین کا ہے۔ ان سے کہو۔ پس بامر امام زین العابدین ام فروہ کے ساتھ آپ کا نکاح ہو گیا چنانچہ جناب صادق ؑ و عبد اللہ انکے شکم سے پیدا ہوئے اور کشف الغمہ میں جو حافظ عبد العزیز جنابذی کا قول نقل ہوا ہے کہ امّ فروہ بنت قاسم امّ عبد اللہ بنت الحسن بن علی بن ابی طالب کی والدہ تھیں سراسر غلط ہے۔ کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ ام فروہ زوجہ امام حسن ؑ ہوں یہ ہر طرح سے باطل ہے۔

دوم ازواج آنجناب سے ام حکیم بنت اسید بن المغیرۃ الثقفیہ ہیں کہ مادر ابراہیم و عبید اللہ تھیں اور ایک کنیز ام ولد لیلیٰ نام جسکے بطن سے علی و زینب پیدا ہوئے تھے مگر کافی میں امّ علی ایک اور منکوحہ بتائی گئی ہے جو طریقہ خوارج[1]

---

[1] بحار میں نقلاً عن الکافی ابو الجارود سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا میں حضرت ابو جعفر کی خدمت میں داخل ہوا تو اپنے نیچے کے فرش پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ فرمایا جس کو ہاتھوں سے ٹٹولتا ہے اونی قالین ہے۔ عرض کی آپ کو اس فرش سے کیا نسبت فرمایا یہ میری زوجہ امّ علی کے سامان سے ہے۔ سال آئندہ جو پھر حاضر ہوا تو پھر ہاتھ پھیرتا تھا حضرت نے فرمایا گویا تو دیکھتا ہے کہ تیرے تلے کیا بچھا ہے۔ عرض کی نہیں۔ اندھا ویسے ہی ہر چیز پر ہاتھ پھیرا کرتا ہے۔ فرمایا وہ قالین میری زوجہ امّ علی کا مال تھا کہ خارجی مذہب رکھتی تھی۔ میں نے ایک رات شام سے صبح تک اس کو سمجھایا کہ اپنے عقیدۂ فاسدہ سے تائب ہو کر دوستاران و شیعیان امیر المومنین علی بن ابی طالب سے ہو جائے مگر وہ نمانی۔ لاجرم میں نے طلاق دیا ۱۲ منہ عفی عنہ

پرتھی۔ آپ نے اس کو ہر چند فہمائش کی کہ یہ روش ناپسندیدہ ترک کر کے محبان امیر المومنینؑ میں شامل ہو جائے۔ وہ بدبخت اپنے عقیدے سے نہ پھری لاجرم اس کو طلاق دیا۔

نیز کافی میں عبد الاعلیٰ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے امّ فروہ کو طواف کعبہ میں ایک ایسی چادر اوڑھے دیکھا جس میں کوئی ان کو پہچان نہ سکے۔ انہوں نے دستِ چپ سے استلام حجر اسود کیا۔ ایک شخص نے انکو ٹوکا جو خود بھی طواف کر رہا تھا۔ اور کہا اے امۃ اللہ (کنیز خدا) تم نے ادا ءِ سنّت میں خطا کی یعنی استلام حجر دہنے ہاتھ سے چاہیئے تھا بائیں سے کیا۔ انہوں نے کہا نحن الاغنیاء عن علمک۔ کہ ہم کو تیرے علم کی حاجت نہیں۔

اور کشف الغمہ میں ہے کہ حکم بن عینیہ نے کہا۔ ہمارا ایک عورت کے پاس سے گزر ہوا جس نے بحالت احرام مُنہ پر کپڑا ڈال رکھا تھا۔ میں نے کہا یہ پارچہ چہرہ پر سے اُٹھاؤ۔ بولیں میں نے اپنے شوہر محمد بن علیؑ کے فتوے کی موافق ایسا کیا ہے۔

اولاد

اولاد موافق مشہور کل سات ہیں۔ پانچ پسر و دو دختر۔ اوّل و افضل ان سے جعفر صادق الامام ہیں۔ وکان یکنی بہ یعنی اسی اسم گرامی سے کنیت ابو جعفر مقرّر کی تھی۔ ان کا حال خیر مآل بہ بسط و تفصیل یہ احقر ایک جلد کامل باسم کشف الحقائق میں اس سے پہلے لکھ چکا ہے۔ دوم عبد اللہ معروف بہ افطح۔ یہ دونوں ایک ماں امّ فروہ

---

[1] لفظ افطح کی تحقیق اور یہ بات کہ اولاد جناب صادقؑ سے ایک شخص عبد اللہ معروف

بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر کے بطن سے۔ سویم ابراہیم۔ چہارم عبید اللہ
از شکم ام حلیم بنت اسید بن مغیرہ ثقفیہ۔ انہوں نے زمانہ طفلی میں رحلت
کی۔ پنجم و ششم علی و زینب ایک کنیز ام ولد سے اور ام سلمہ دختر ثانیہ
ایک اور امّ ولد کے شکم سے۔ اور کہا گیا ہے کہ دختر صرف ایک ہی تھی۔
زینب نام۔ انہی کی کنیت امّ سلمہ تھی۔ بنابریں عدد اولاد چھ ہونگے نہ
سات۔ نیز ممکن ہے کہ امّ علی خارجیہ کو غلطی سے یا تحقیر سے امّ ولد کنیز
کہا گیا ہو۔ واللہ لعیلم۔

ان میں سوائے جعفر صادق ع کسی سے اولاد نہیں ہے یعنی نسل آپ کی
صرف جناب صادق سے جاری ہوئی۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ ارشاد میں
کہتے ہیں کہ اولاد حضرت سے سوائے امام جعفر صادق کسی کے لئے امامت
کا دعویٰ نہیں کیا گیا۔ عبد اللہ برادر آنجناب معروف بفضل و صلاح تھے۔ مروی
ہے کہ ایک بار عبد اللہ مذکور بنی امیہ سے ایک مرد کے پاس گئے تھے۔ اس
نے ارادہ انکے قتل کا کیا۔ انہوں نے کہا او تقتلنی اکن للہ علیک
عیناً و اترکنی اکن لک علی اللہ عوناً۔ میرے قتل سے باز رہ میں خدا
کی طرف سے تیرا نگہبان ہونگا اور زندہ رہنے دے کہ خدا کے سامنے تیرا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۶) افطح تھے جنہوں نے ناحق ناروا دعویٰ امامت بمقابلہ موسےٰ
کاظم کیا۔ حتیٰ کہ فرقہ افطحیہ ان سے باقی رہا۔ بیشتر کتاب کشف الحقائق میں مذکور ہوئے
یہاں اولاد محمد باقر میں یہ دوسرے عبد اللہ افطح ہیں ممکن ہے کہ دونوں افطح (چھدری
ٹانگوں والے) ہوں۔ یا راویوں کو عبد اللہ کے نام سے وہم ہوا۔ عبد اللہ پسر باقر ع پر
عبد اللہ جعفری ع کا اطلاق کر گئے ۱۲ منہ عفی عنہ

معین ومددگار رہونگا۔ مدعا یہ کہ میں خدا کے آگے تیرا شفاعت خواہ ہونگا وہ سُبحانہ میری شفاعت قبول کرے گا۔ اموی نے کہا لست ھناک تیرا یہ رُتبہ نہیں اور کچھ عرصہ تک ان کے قتل سے باز رہا۔ پھر شربت میں زہر ملوا کر ان کو شہید کیا۔

بعضے از اعزّہ واقارب آنجناب

قریب ترین اقربا، بعد اولاد برادران آنحضرتؑ اعنی پسران امام زین العابدینؑ ہیں جن کا حال بیشتر جلاء العینین میں بحیثیت اولاد آنجناب گزرا یہاں بحیثیت برادران امام محمد باقرؑ مکرر بتفاوت یسیر مذکور ہوتے ہیں واضح رہے کہ یہ حضرات سب کے سب صاحب فخر وفضیلت گزرے ہیں سوائے ایک رُتبہ خلافت وامامت کے کہ موہوب من اللہ والرّسول مخصوص جناب باقرؑ تھا۔ کوئی دوسرا اس میں آپ کا سہیم وشریک نہ ہوسکتا تھا۔ دیگر بہت سے فضائل دین ودُنیا میں ممتاز تھے۔ از انجملہ

عبداللہ بن علیؑ ابن الحسینؑ

متولّی صدقات رسول اللہ وصدقات امیرالمؤمنین فقیہ فاضل صاحب حسن و جمال معروف بہ عبدالناہر تھے۔ کما مرّ فی تاریخ علی بن الحسینؑ۔ بواسطہ اپنے آباء طاہرین اخبار واحادیث رسول ربّ العالمین امیرالمؤمنین سے روایت کرتے تھے چنانچہ ابراہیم بن محمد بن داؤد بن عبداللہ جعفری نے باسناد خود نقل کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ بخیل اور بڑا بخیل وہ شخص ہے جسکے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ درود وصلوات سے مجھے یاد نکرے۔

نیز عبداللہ بن سمعان نے کہا کہ میں نے جناب عبداللہ بن علی بن الحسینؑ

سے ملاقات کی۔ انہوں نے اپنے باپ علی بن الحسینؑ اور انہوں نے اپنے پدر عالی قدر حسین بن علیؑ سے روایت کی کہ امیر المومنین علی بن ابیطالب سارق کا پہلی چوری میں دہنا ہاتھ قطع کرتے تھے اور دوسری میں بایاں پاؤں تیسری بار چوری کرتا تو اس کو حبس دوام کی سزا دیتے تھے۔

عمر بن علی بن الحسینؑ

معروف بہ عمر اشرف جلیل القدر فاضل تھے عرصہ تک متولیِ صدقات خاتم المرسلین و صدقات امیر المومنین رہے حسین بن زیاد نے کہا میں نے اپنے عمو عمر بن علیؑ بن الحسینؑ کو دیکھا کہ باغمار صدقات امیر المومنینؑ کی بہار فروخت کرتے تو مشتری سے شرط کر لیتے کہ خرموں کے پکنے پر دیوار ہائے باغ میں جابجا موریاں کھولدے تاکہ لوگ ان کی راہ سے باغ میں داخل ہوں اور حسب دلخواہ خرمے تناول کریں وہ کسی کو منع نکرے۔

قول مؤلف۔ سبحان اللہ کیا طریقے خیرات کے اس دودمان عالی میں جاری تھے۔ یہ رسم فیض رسانی کی ابتدا سے چلی آتی ہو گی۔ اور یقیناً فرائض تولیت میں داخل ہو گی۔ لاجرم خریدار بھی ان دست بردوں اور بے تعداد یغماؤں کا اندازہ لگا کر ایک معقول حصّہ قیمت بہار کا کم کر لیتے یعنی بلحاظ اس عام خیرات کی شرط کے بہت جزوی قیمت اثمار کی ادا کرتے ہونگے مگر ان کو اس کی کیا پرواہ تھی یہاں تو بہار کی فروخت بھی شاید اس لحاظ سے ہوتی ہو کہ اصل درختان کی حفاظت رہے ایسا نہو کہ مفت خورے درخت تک نہ اکھاڑ لیجائیں نہیں تو گھروں کے قیمتی و ضروری سامان راہِ خدا میں لٹا دینے والے باغ کے اثمار کی کب پروا کرنے والے تھے۔
پہلے کشف الحقائق میں جناب صادق کے باغ عین الزیاد کی کیفیت گزری

کہ اس کی بہار کی قیمت پانچہزار دینار کی رقم ہوتی تھی مگر مذکورہ عام فیاضی کی وجہ سے کُل چار سو دینار حضرتؑ کے پلے پڑتا تھا۔ دیوار باغ میں جابجا شگاف دیگر دروازے کھولنے کا وہاں بھی مذکور ہے۔ مگر طریقہ خُرما کھلانے کا بطور مہذّبانہ ضیافت کے وہاں مزید ذکر ہوا ہے کہ سو سو آدمی بلوائے جاتے اور دس دس علیحدہ علیحدہ بٹھائے جاتے اور فی کس ایک ایک مُد (بحساب ہندوستان تین پاؤ) خُرما خوانوں میں ڈالکر آگے رکھے جاتے۔ بعد کو حسب ضرورت اور دیا جاتا۔ یہ دور جاری رہتا جبتک کہ تمام اشخاص اس گرد نواح کے نہ کھالیتے۔ جو نہ آسکتے ان کا حصّہ گھر پر بھیجا جاتا۔ بعد ازاں مکان پر آکر سلسلۂ تقسیم جاری رہتا حتّیٰ کہ تمام اخراجات داد دہش کے بعد بقدر چار سو دینار مالک کے لئے بچتا۔ اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمد و آل محمد ظاہراً ہندوستان میں خاصکر ہمارے ان اطراف میں جو آنبوں کے باغوں میں دعوت کی رسم چلی آتی ہے یہ اسی عام فیاضی کا بقیۃ الاثر ہے ورنہ ہندوؤں میں اس سیر چشمی کا نشان نہیں ملتا۔

زید شہید رضی اللہ عنہ

ایک بھائی آپ کے جناب زید بن علی ابن الحسین ہیں۔ انکے قتل ہونیکی کیفیت کہ ہشام بن عبد الملک کے عہد سلطنت میں اسکے حکم سے یوسف بن عمر ثقفی والیٔ کوفہ نے شہید کیا۔ چونکہ واقعہ جناب صادقؑ کی عہد امامت کا تھا۔ کشف الحقائق میں مذکور ہوا۔ اور پیدائش و غیرہ کے ابتدائی حالات و دیگر فضائل و کمالات حضرت علی بن الحسین کی تاریخ جلاء العینین میں ذکر ہوئے۔ بقیہ مناقب اس حیثیت سے کہ جناب باقرؑ کے بھائی ہیں یہاں درج ہوتے ہیں۔

کشف الغمہ میں خالد موسیٰ ابن زہیر سے نقل ہے کہ ہم حضرت علی ابن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت نے اپنے ایک بچے زید نام کو اپنے پاس طلب کیا۔ وہ آتے ہوئے مُنہ کے بل گرا اور پیشانی میں چوٹ کھائی۔ امام زین العابدین اس کے چہرے سے خون پونچھتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اعیذك باللہ ان تکون زیدن المصلوب بالکناسۃ۔ پناہ ڈھونڈتا ہوں میں تیرے لئے خدا سے کہ تو وہ زید ہو جسکو کناسہ کوفہ میں دار پر کھینچیں گے۔ من نظر الیٰ عورتہ متعمداً اصلی اللہ وجھہ النار۔ جو عمداً اس کی شرمگاہ کی طرف نگاہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو بروز قیامت آتش جہنّم میں جُھلسے گا۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ زید بن علی۔ ابو جعفر محمد باقرؑ کے بعد اپنے باقی بھائیوں میں منتخب و افضل تھے ان سب سے زیادہ عابد۔ زاہد۔ پرہیزگار۔ فقیہ۔ سخی و شجاع تھے تلوار ہاتھ میں لیکر جہاد کو اُٹھ کھڑے ہوئے تاکہ شرائط امر بالمعروف و نہی عن المنکر بجا لائیں اور اپنے جدامجد حسین مظلومؑ کے خون ناحق کا بدلہ لیں۔

متوکل بن ہارون راہ خراسان میں یحییٰ بن زیدؓ سے۔ جبکہ بعد شہادت زید وہ اس طرف کو جا رہے تھے ملا۔ اور ان سے جناب زید کی بابت بہت سے سوالات کئے۔ اس روایت کا ذکر ابتدائی پہلے کشف الحقائق میں گزرا بقیہ یہاں وارد کرتے ہیں۔ یحییٰ نے متوکّل کے جواب میں کہا اے بندۂ خدا میں اپنے پدر زید کی زہد و عبادت کا تھوڑا سا حال تجھ سے بیان کرتا ہوں۔ وہ رات دن میں خدا معلوم کس قدر نمازیں پڑھتے تھے۔ رات کو تھوڑی دیر آرام کرتے پھر اُٹھ کھڑے ہو جاتے اور نمازیں پڑھتے اور حق تعالیٰ سے دُعا کرتے اور اس قدر گریہ و زاری کرتے کہ مسلسل اشک دیدۂ حق بیں سے رواں رہتے

طلوع صبح اول پر سجدہ میں جاتے اس سے اٹھ کر نافلہ و فریضہ صبح بجالاتے تا اینکہ صبح روشن ہو جاتی تو تعقیبات کے لئے بیٹھتے۔ حتیٰ کہ دن چڑھ جاتا۔ پس اپنی ضروریات کے لئے اُٹھتے۔ تا اینکہ قریب بزوال پھر مصلّے پر آجاتے اور نماز کے وقت تک تسبیح و تمجید الٰہی میں مشغول رہتے۔ بعدازاں کھڑے ہو کر نماز پیشیں اسکے شرائط و آداب کے ساتھ بجالاتے بعدازاں نماز دیگر پڑھ کر اسکے تعقیبات ادا کرتے اور سجدۂ شکر میں جُھک جاتے۔ غروب آفتاب پر نماز مغربین ادا فرماتے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کی کیا زید صائم الدہر تھے۔ یحییٰ نے کہا نہیں سال میں تین ماہ۔ ہر مہینے میں تین روزے۔ کہا معالم دین میں آپ فتویٰ دیتے تھے! کہا مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کبھی انہوں نے فتویٰ دیا ہو۔ پھر صحیفہ کاملہ مجموعہ دعاہائ علی بن الحسین نکال کر دکھایا کہ ان دعاؤں کا ورد رکھتے تھے۔

مدح زید از زبان جناب باقرؑ

بحار میں جابر جعفی سے نقل کیا ہے کہ میں جناب ابو جعفرؑ کی خدمت میں حاضر تھا کہ معروف بن خربوذ مکی وہاں آئے۔ حضرت نے فرمایا۔ اے معروف کوئی عمدہ شعر یاد ہو تو پڑھو۔ انہوں نے پڑھا ؎

لعمرك ما انّ ابو مالك　　بوانٍ ولا بضعيفٍ قواهٗ
ولا بالدّ الدى قوله　　بعادى الحكيم اذا مانهاهٗ
ولكنّه سيّدٌ بارعٌ　　كريم الطّباع حلوٌ نشاهٗ
اذا اسُدتهٗ سُدت مطواعةٍ　　ومهما وكلت اليه كفاهٗ

قسم تیری جان کی۔ ابو مالک نوحہ و زاری نہیں کرتا ایک سست و ضعیف القویٰ آدمی کے لئے نہ اسکے لئے جو اپنی بات پر ضد و ہٹ کرے اور اس حکیم و دانا کا

جو اس سے باز رکھنا چاہے دشمن ہو جائے لیکن وہ سیّد و سردار عقیل و کریم الطبع جس کا پیٹ پیچھا شیریں و عمدہ ہو۔ تو اس کا بیش رو ہو تو ایک تابعدار اطاعت گزار کا بیش رو ہو گا۔ جو کام اسکے سپرد کرے وہ اس کا کفایت کرنیوالا ہو گا۔

معروف نے یہ اشعار ختم کئے تو ابو جعفرؑ نے دستِ مبارک اپنا شانۂ زید پر رکھا اور فرمایا هٰذه صفتك يا ابا الحسين۔ اے ابو الحسین (کنیت زید) یہ سب تمہارے اوصاف ہیں۔

گریہ جناب باقرؑ از ذکر شہادت زید شہید رضؔ

محمد بن مسلم کی روایت ہے کہ میں نے زید بن علی کے پاس جاکر کہا کہ کچھ لوگوں کا یہ گمان ہے کہ تم صاحب الامر (یعنی امام وقت) ہو۔ کہا نہیں ہیں فقط عترت طاہرہ سے ایک مرد ہوں۔ عرض کی والی امر امامت اور کون کون ہونگے۔ کہا سات وصی اور ہونے والے ہیں جن میں ایک مہدی اس اُمّت کے ہونگے۔ ابنِ مسلم کہتے ہیں اس کے بعد مجھ کو حضرت محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا تو یہ ماجریٰ آپ کے روبرو بیان کیا۔ آپ نے دو مرتبہ فرمایا صدق اخی صدق اخی۔ میرے بھائی نے راست کہا۔ ہمارے بعد سات اشخاص اور متکفّل امرِ امامت ہوں گے جن میں ایک مہدیؑ ہے۔ یہ کہہ کر حضرت گریاں ہوئے اور فرمایا اے پسرِ مسلم گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کو کناسہ کوفہ میں دار پر کھینچا ہے تحقیق کہ مجھ کو میرے باپ نے اپنے پدر بزرگوار حسین بن علی سے خبر دی کہ رسول اللہ نے انکے شانے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے حسین تمہاری پُشت سے ایک مرد پیدا ہو گا جسے بظلم و ستم قتل کریں گے۔ روز قیامت مع اپنے اصحاب کے بحساب

داخل جنت ہوگا۔

دیگر۔ کشف الغمہ میں جابر جعفی سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں نے ابو جعفر محمد باقرؑ سے سُنا کہ فرماتے تھے۔ لا یخرج احدٌ علیٰ ھشام الاقتلہ کوئی ہشام پر خروج نکریگا مگر یہ کہ مارا جائیگا۔ میں نے یہ مقولہ حضرتؑ کا زید سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا میں نے ہشام کو دیکھا کہ اس کے سامنے حضرت رسول خداؐ کی مذمت ہوتی رہی۔ اس نے نہ زبان سے انکار کیا نہ اسکے چہرے پر ذرا بل آیا۔ قسم خدا کی اگر میرے ساتھ ایک شخص بھی دوسرا ہوگا تو میں ضرور اس پر چڑھائی کرونگا۔

ایک اور سبب خروج زید کا

قتیبی نے عیون الاخبار میں نقل کیا ہے کہ ہشام بن الملک نے زید سے کہا مافعل اخوک البقرہ (باقر کو بگاڑ کر بقرہ کہا جس کے معنی گائے کے ہیں) کا کیا حال ہے۔ زید نے کہا رسول اللہ نے ان کا نام بشہادت جابر انصاری باقر علوم رکھا ہے تو بقرہ کہتا ہے تو اس وقت تو ٹھیک رسول اللہ کا مخالف و مدمقابل ہے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ بھی ایک سبب زید کے خروج کا تھا منجملہ دیگر اسباب کے۔

روایت نازلی

مناقب میں ہے کہ سعید بن جبیر نے محمد بن خالد سے پوچھا کہ اہلِ عراق کے دلوں میں زید بن علی کی کس قدر محبت ہوگی۔ اس نے کہا میں عراقیوں کا نہیں ایک شخص نازلی نام کا تجھ سے حال بیان کرتا ہوں۔ اس نے مدینہ میں مجھ سے نقل کیا کہ میں مکہ مدینہ کے سفر میں ایک بار زید کے ساتھ تھا۔ وہ نماز ہائے فریضہ ادا کرتے اور دو فرضوں کے درمیان نفل نمازیں پڑھتے۔ رات کو بھی مشغول تسبیح و عبادت

رہتے اور اس آیہ شریفہ کا تکرار کرتے وجاءت[1] سکرۃ الموت بالحق ذٰلك ما کنت منه تحید۔ ایک رات ہمارے ساتھ نماز پڑھی اور قریب آدھی رات گئے تک آیہ مذکورہ کی تلاوت کرتے رہے۔ میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آسمان کی طرف مُنہ اُٹھائے کہتے ہیں۔ خداوندا دُنیا کی آگ میں جلنا عذاب آخرت سے آسان تر ہے۔ پس صدائے گریہ گلوگیر ہوئی۔ میں اُٹھ کر نزدیک گیا کہ یا ابن رسول اللہ آج رات بھر آپ بیچین رہے۔ کیا باعث ہے۔ فرمایا ویحك ای نازلی۔ میں نے آج رات کو جبکہ سجدے میں تھا۔ دیکھا کچھ لوگ میرے سامنے ایسے لباس میں آئے کہ آنکھوں نے ویسا نہ دیکھا تھا اور مجھ کو گھیر لیا۔ اس میں سے انکے کبیر و بزرگ نے کہا یہ وہی ہے اوروں نے کہا ہاں وہی۔ اس نے کہا بشارت ہو تجھ کو اے زید تو مقتول ہو گا پھر دار پر کھینچا جائے گا پس آگ میں جلایا جائیگا اسکے بعد آگ کبھی تجھ کو مس نہیں کریگی میں بیتابانہ اس خواب سے بیدار ہوا۔ قسم خدا کی اے نازلی۔ میری خواہش ہے کہ بار بار آگ میں جلایا جاؤں مگر اس امّت کا کام اصلاح پذیر ہو۔

دیگر۔ مناقب میں محمد بن بکیر سے روایت ہے کہ وہ زید رضؓ کی خدمت میں جبکہ وہ عراق جانیکا تہیہّ کر رہے تھے حاضر ہوا۔ صالح بن بشر بھی اس وقت آپ کے پاس حاضر تھا اس نے ان سے بہت سے سوالات کئے اور ان کے جواب سُنے۔ آخر میں زید نے کہا یا ابن بکیر اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وآلہ کو برگزیدہ کیا اور ہم کو ان کی ذرّیت بنایا۔ ہم نہوتے تو دُنیا و آخرت پیدا نہوتے۔ اے پسر بکیر ہم سے خدا کی شناخت ہوتی ہے اور ہماری وجہ سے

---

[1] آگئی بیخودی موت کی فی الحقیقت اور یہ وہ ہے کہ جس سے تو بھاگ نہیں سکتا تھا ۱۲

اس کی پرستش کی جاتی ہے۔ ہم ہی سنت خدا کے راستے ہیں۔ ہم ہی سے مصطفیٰ ہوئے ہم ہی سے مرتضیٰ۔ ہمارے ہی درمیان سے مہدی قائم اس امت کا ہوگا محمد نے کہا یا ابن رسول اللہ تم کو رسول اللہ سے پہنچا ہے کہ قائم آل محمد کا ظہور کس وقت ہوگا۔ کہا اے پسر بکیر تو ان کو ادراک نہیں کر سکتا۔ ابھی اور چھ نفر کفیل امر امامت و خلافت ہونے والے ہیں اسکے بعد ہمارے قائم کا ظہور ہوگا اور عالم کو عدل و قسط سے پُر کریگا درانحالیکہ وہ جور و ظلم سے بھر گیا ہوگا کہا کیا تم والی امر امامت نہیں ہو۔ کہا میں عترت رسول سے ہوں۔ ابن بکیر نے کہا جو کچھ تم کہتے ہو اپنی طرف سے کہتے ہو یا رسول اللہ سے تمہیں خبر ملی ہے زید نے کہا لو اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر۔ مجھ کو علم غیب حاصل ہوتا تو بہت کچھ نیکیاں بجالاتا۔ مگر یہ عہد ہے کہ رسول اللہ نے ہمارے ساتھ کیا ہے

پس ازاں زید نے یہ اشعار پڑھے ؎

نحن سادات قریش و قوام الحق فینا ۔۔۔ نحن انوار اللتی من قبل کون الخلق کنا

نحن منا المصطفیٰ المختار والمہدی منا ۔۔۔ فبنا قد عرف اللہ الخلق و بالحق اقمنا

سوف یصلاہ سعیر من تولی الیوم عنا

ہم سرداران قریش ہیں اور حق کا قیام ہمارے درمیان ہے۔ ہم وہ نور پیدا کردہ خدا ہیں کہ خلق عالم سے پہلے خلق ہو چکے تھے۔ محمد کہ برگزیدہ خدا صاحب اختیار خلق ہیں ہم سے ہیں اور مہدی ہادی خلائق ہم سے ہونگے۔ حق تعالیٰ کی شناخت ہماری بدولت حاصل ہوتی ہے اور دین حق ہم سے قائم ہوا۔ جو آج کے دن ہم سے روگرداں ہوا آخرکار آخرت میں آتش جہنم میں جلے گا۔

۵۱ مثل اسکے کہ ابن بکیر نے کہا کوئی حدیث جو آپ نے اپنے پدر بزرگوار سے سُنی ہو ارشاد فرمائیے

اطلاع جناب صادقؑ بر شہادت زید شہیدؓ

بحار میں امالی سے نقل کیا ہے کہ فضیل نے کہا کہ میں بروز خروج جناب زیدؓ کی
خدمت میں حاضر تھا فرمایا آج جو کوئی تم سے سفلہ ہائے شام کی لڑائی میں ہماری
اعانت کریگا میں بروز قیامت اس کا ہاتھ پکڑ کر باذنِ خدا داخل جنّت کروں گا
راوی کہتا ہے کہ ان کی شہادت کے بعد میں نے ایک شتر کرایہ کیا اور مدینہ
کو روانہ ہوا۔ وہاں پہنچا تو خدمت بابرکت امام جعفر صادقؑ میں داخل ہوا
آپ نے بلا اس کے کہ میں کچھ عرض کروں فرمایا ہمارے عمو کا کیا حال ہے
اس وقت گریہ میرے گلے میں بند ہوا۔ عرض کی وہ قتل ہوئے۔ فرمایا کیا واللہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۶) فرمایا ہاں انہوں نے بواسطہ اپنے پدربزرگوار وجد نامدار
کے رسول اللہؐ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا جس کو حق تعالیٰ کوئی نعمت عطا کرے الحمدللہ کہے
رزق ملنے میں دیر ہو تو استغفار کرے۔ کسی امر سے محزون و غمگین ہو تو لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہے۔
عرض کی کچھ اور ارشاد ہو فرمایا ہاں۔ آنحضرت نے بسند خود نقل کیا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا چار
شخص ہیں جن کا میں بروز قیامت شفاعت خواہ ہونگا میری ذرّیت کا اکرام کرنیوالا انکی حاجتوں کا
روا کرنے والا اور انکے کاروبار میں سعی و کوشش کرنے والا جبکہ وہ مضطر و لاچار ہوں اور ان کا
دوست رکھنے والا قلب و لسان سے۔ عرض کی کچھ اور فضائل اہلبیت کے جن سے حق تعالیٰ نے
انکو مخصوص کیا ہے ارشاد کیجئے۔ فرمایا ہاں ہمارے باپ نے اپنے باپ سے انہوں نے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے
کہ انہوں نے فرمایا جو ہم اہل بیت کو خالصۃً للہ دوست رکھے ہم اس کو اپنے ساتھ جنّت میں لیجائینگے۔ ای پسر
بکیر جو ہم سے تمسک کریگا درجات عالیہ قیامت میں ہمارے ساتھ ہوگا ۱۲ منہ

ان کو قتل کیا! میں نے کہا ہاں قتل کے بعد دار پر کھینچا۔ فرمایا تجھ کو قسم ہے خدا کی کیا درحقیقت ان کو دار پر کھینچا۔ کہا نعم۔ یہ سُن کر گریاں ہوئے اور اشک رخسارہ مبارک پر موتیوں کی لڑی کی طرح بہ رہے تھے۔ فرمایا اے فضیل تو نے میرے چچا کے ساتھ ہو کر شامیوں پر جہاد کیا۔ عرض کی ہاں کیا۔ فرمایا کتنے اشخاص ان سے قتل کئے۔ عرض کی چھ کس۔ فرمایا تجھے اس خونریزی میں شک تو نہیں۔ عرض کی شک ہوتا تو کیوں مارتا۔ فرمایا خدا مجھے ان کے خون میں تیرا شریک گردانے۔ قسم بخدا کہ زید شہید راہِ خدا ہیں جیسے کہ امیر المؤمنین ع اور انکے اصحاب شہید راہِ خدا تھے۔

احراق لاشہ زید رض

پیشتر بروایت مہزم بن ابو بردہ اسدی۔ جلاء العینین میں گزرا کہ حضرت ع کو زید کے مقتول و مصلوب ہونے کا حال اس کی زبانی معلوم ہوا تو ڈاڑھیں مار کر روئے اور عورات بھی پس پردہ سے گریاں ہوئیں۔ پھر فرمایا قسم بخدا کہ ایک مطالبہ ان کے ذمہ اور باقی ہے۔ مہزم حیران تھے کہ قتل کیا سولی پر چڑھایا اور کیا مطالبہ باقی ہوگا۔ تا اینکہ عرصہ دراز کے بعد دیکھا کہ ان ملاعین نے ان کو تختہ سے اُتارا اور آتش سوزاں میں جلا کر خاکستر کر دیا۔ اس وقت اس نے کہا یہ ایک اور ان کا مطالبہ زید کے ذمہ باقی تھا جو آج حاصل ہوا۔

دیگر۔ علی بن وشا نے نقل کیا کہ حضرت صادق ع نے فرمایا کہ احراق زید کے سات روز بعد اللہ تعالیٰ نے بنی امیہ کی ہلاکت کا اذن دیا۔ یعنی ایک ہفتہ گزرنے پر ان کی تباہی و بربادی کے آثار دکھائی دینے لگے تھے زید شہید ۲ صفر ۱۲۰ھ کو شہید ہوئے۔ ان کی لاش چار سال برابر مصلوب رہی لا ینکر احدٌ بلسانٍ ولا بیدٍ۔ اہل کوفہ و شام سے اس عمل زشت پر

کوئی دست وزباں سے انکار نکرتا تھا۔ ان کی عمر بیالیس سال کی ہوئی۔

گریہ وماتم رسول خداؐ و فاطمہ زہراؑ بر لاشۂ زید

عمدۃ الطالب میں ایک بزرگ سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا زید قتل ہوئے اور دار پر چڑھائے گئے تو میں نے اسی رات کو رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا کہ تختہ سے جس پر زید کو کھڑا کیا تھا تکیہ کئے کھڑے ہیں اور کہتے ہیں انّا للہ و انّا الیہ راجعون یہ لوگ میرے بیٹے کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں۔

اور ترجمہ فارسی تاریخ محمد بن جریر طبری میں موسیٰ بن حبیب سے روایت ہے کہ اس نے کہا مجھ سے ایک نیک بی بی نے نقل کیا کہ زید بن علی کے قتل ہونے کے تین دن بعد میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک گروہ عورات کا بلباس ہائے فاخرہ آسمان سے اُترا اور لاش زید کے گرد کھڑے ہو کر مُنہ پیٹتی اور گریہ وزاری کرتی تھیں۔ ان میں ایک بی بی سبز لباس پہن رہی تھیں کہنے لگیں اے زید تجھے ان لوگوں نے قتل کیا اور دار پر کھینچا۔ وہ البتہ تمہارے جدّ امجد کی شفاعت سے محروم ہیں۔ میں نے پوچھا یہ مخدومہ کون ہیں کسی نے کہا فاطمہ زہرا بنت رسول خدا صلّے اللہ علیہ وآلہ ہیں۔

زید کی نسل انکے تین معروف بیٹوں حسین ذی الدمعہ عیسیٰ موتم الاشبال ومحمد بن زید سے جاری ہوئی اور پھلی پھولی اور عالم میں بڑھی اور پھیلی۔ ان کو اولاد ائمہ علیہم السّلام میں جو شہرت و امتیاز حاصل ہوئی وہ کمتر کسی کو ہوئی محمد بن حنفیہؓ بن امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب بھی ہر چند شہرت میں بہت بڑھے ہوئے ہیں حتیّٰ کہ ایک مذہب کیسانی ان کی طرف منسوب باقی رہا۔ جیسا کہ زیدی مذہب زید سے منسوب رہا۔ تاہم جناب زید علوی و فاطمی ہونے کی خاص

فضیلت رکھتے ہیں جبکہ محمدؓ صرف علوی ہیں۔ علاوہ بر ایں زید شہید راہ خدا ہیں کہ اعداء دین کے ساتھ جنگ و جہاد کر کے گلگونہ شہادت سے سرخرو ہوئے

دیگر جعفر بن علی نقیؑ کی اولاد بھی فرط کثرت سے عالمگیر ہوئی حتیٰ کہ آج جہاں تہاں نقوی سادات دکھائی دیتے ہیں۔ الاخود جعفر نے اپنے برادر زادے جناب صاحب الامر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے مقابلے میں ناحق ناروا امامت کا دعویٰ کر کے اپنی شرافت کو بٹہ لگالیا۔

ایک زیدی سیّد کی دوسرے حسنی سیّد عالم علم نسب سے ملاقات

عمدۃ الطالب میں ابو التقی عبداللہ بن اسامہ زیدی سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں ایک سال عدنان بن مختار کے ساتھ حج کو گیا تھا۔ ایک رات ہم نے دیکھا کہ مسجد الحرام میں کچھ لوگ ایک مرد حسنی کے گرد جمع ہو رہے ہیں اور اسکی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ ہم نے دریافت کیا اس کا کیا نام ہے۔ کسی نے بتلایا کہ جعفر بن ابی البشر امام الحرم۔ سیّد عدنان نے مجھ سے کہا چلو اس کے پاس چلیں۔ قریب پہنچکر میں نے سلام کیا اور سر کو اسکے بوسہ دیا۔ چونکہ یہ شخص قصیر القامت تھا اس نے بجائے سر کے میرا سینہ چوما اور مجھ سے سوال کیا کہ تو کون ہے۔ میں نے کہا تمہارا ایک پسر عم باشندہ عراق ہوں۔ کہا سیّد علوی ہے۔ کہا ہاں۔

جعفر نے کہا۔ حسنی ہے یا حسینی۔ یا محمدّی یا عباسی۔ یا عمری۔ یعنی امیر المومنین علیؑ کی نسل حسنینؑ۔ محمد حنفیہؓ۔ عباس علمدارؓ۔ عمرؓ صرف پانچ کس سے جاری ہوئی ہے تو کس کی اولاد سے ہے۔

میں نے کہا حسینی ہوں۔

جعفر۔ حسین شہید کی نسل فقط علی بن الحسین ع سے چلی۔ پھر انکی چھ اشخاص
محمد باقر۔ عبداللہ باہر۔ زید شہید۔ عمر الاشرف۔ حسین اصغر۔ و علی اصغر سے
جاری ہوئی تو کس کی اولاد سے ہے۔

میں۔ زید شہید کی اولاد سے۔

جعفر۔ زید شہید کا سلسلۂ نسب تین اشخاص حسین ذی الدمعہ۔ عیسٰے
موتم الاشبال۔ و محمد بن زید معروف بہ محمد شہید سے رواں ہوا۔ تم ان سے
کس کی اولاد سے ہو۔

میں۔ حسین ذی الدمعہ کی نسل سے۔

جعفر۔ حسین ذی الدمعہ کی نسل یحییٰ بن حسین قعدد۔ و علی۔ سے جاری ہوئی
تم ان میں کسکی اولاد سے ہو۔

میں۔ یحییٰ بن حسین کی نسل سے۔

جعفر۔ یحییٰ بن ذی الدمعہ کا سلسلۂ نسب سات اشخاص۔ قاسم۔ حسن۔
حمزہ۔ محمد اصغر۔ عیسٰی۔ یحییٰ۔ عمر سے جاری ہوا۔ تم ان سے کسکی نسل سے ہو۔

میں۔ عمر بن یحییٰ کی نسل سے۔

جعفر۔ عمر بن یحییٰ کی اولاد دو شخص۔ احمد محدث و محمد ابو المنصور سے چلی۔
تم کس سے ہو۔

میں۔ احمد محدث سے۔

جعفر۔ احمد محدث کی اعقاب حسین نسابہ نقیب سے۔ اور حسین مذکور کا
سلسلۂ نسب دو مرد زید و یحییٰ سے جاری ہوا تم ان سے کسکی اولاد سے ہو۔

میں۔ یحییٰ بن الحسین نسابہ سے۔

جعفر۔ یحییٰ مذکور کی اولاد سے دو شخص ابو علی عمر۔ و ابو محمد حسن صاحب

اولاد واعقاب ہوئے تم ان سے کسکی نسل سے ہو۔

میں۔ ابو علی عمر بن یحییٰ کی اولاد سے۔

جعفر۔ ابو علی عمر بن یحییٰ کی نسل تین مرد کی پشت سے اجرا پائی۔ ابوالحسین محمد ابوطالب محمد۔ وابوالغنائم تو ان میں کسکی اولاد سے ہے۔

میں۔ ابوطالب محمد بن ابو علی عمر بن یحییٰ کی اولاد سے۔

جعفر۔ نے کہا تو تو ضرور عبداللہ بن اسامہ نسابہ ہے۔ میں نے کہا ہاں میں پسر اسامہ موصوف ہوں۔

صاحب عمدۃ الطالب اس کی نقل کے بعد کہتے ہیں کہ یہ حکایت اس مرد شریف کی حسن معرفت انساب سادات اور ان کے استحضار علم اعقاب والشال پر دلالت واضحہ رکھتی ہے۔

حسین بن علی بن الحسین

محدث۔ فاضل۔ جلیل القدر تھے۔ کتاب نصوص وغیرہ میں بسند صحیح ان سے نقل ہوا ہے کہ کہا ایک شخص نے میرے سامنے میرے باپ سے پوچھا کہ اوصیائے پیغمبر خدا کس قدر ہیں۔ انہوں نے ارشاد کیا کہ بارہ۔ اور دستِ مبارک اپنا اخ معظم محمد باقر ع کے دوش پر رکھ کر فرمایا۔ سبعۃ من صلب ھذا۔ سات ان میں سے ان کی نسل سے ہوں گے۔

حسین بن علی ع بن الحسین معروف بہ حسن اصغر

کنیت ابوعبداللہ فاضل و پرہیز گار تھے۔ ام ولد ساعدہ نام کے شکم سے پیدا ہوئے۔ انکی اولاد حجاز۔ عراق۔ شام و دیگر بلاد عجم میں بکثرت باقی رہی۔ ہکذا فی عمدۃ الطالب۔

نیز۔ عمدہ میں ہے کہ ۱۵۷ھ میں وفات پائی۔ عمر ستاون سال کی ہوئی

مگر اس صورت میں لازم ہے کہ ولادت سنہ ۱۰۰ھ میں ہوگئی تھی لیکن ایسا ہو نہیں سکتا کیونکہ وفات امام زین العابدین بنا بر مشہور و حسب تصریح خود صاحب عمدہ سنہ ۹۵ھ میں ہے۔ تو کیا حسین اصغر اپنے والد کی وفات کے پانچ سال[1] بعد پیدا ہوئے۔

علی بن علی بن الحسین معروف بہ علی اصغر کیونکہ آپ جملہ اولاد امام زین العابدین میں سب سے چھوٹے تھے۔ ان کی نسل صرف حسن افطس سے جاری ہوئی۔ یہاں تک برادران جناب باقرؑ ان میں بھی وہ چھ کس جن سے نسل انکے باپ کی رواں ہوئی مذکور ہوئے۔ آگے دیگر اقربا و رشتہ داران کا ذکر ہوتا ہے۔

زید بن الحسن المثنیٰ ابن الحسن المجتبیٰ

قطب راوندی نے خرائج میں اور اس کا ترجمہ فارسی مجلسی علیہ الرحمہ نے جلاء العیون میں وارد کیا ہے کہ ابو بصیر نے حضرت ابو عبداللہ جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؑ نے کہا زید بن الحسن میرے باپ کے ساتھ

---

[1] ایسے مسامحات صاحب عمدہ سے اکثر مقامات پر سرزد ہوئے ہیں جہاں محشیؔ نے ٹوکا ہے۔ ازانجملہ حسن مثنیٰ کی عمر ۳۵ سال۔ اور سنہ وفات ۹۷ ہجری لکھتے ہیں اور امام حسن مجتبےٰ ان کے باپ کی شہادت بلاخلاف سنہ ۵۰ھ ہجری میں ہے پس ۹۷ سے ۳۵ منہا کرنے سے سنہ ۶۲ رہتے ہیں تو ولادت حسن مثنیٰ سنہ ۶۲ھ میں بارہ سال ان کے والد کی وفات کے بعد لازم آتی ہے۔ لہذا محشیؔ مرزا محمد علی لکھنوی حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ اعداد سنین عمر میں تقدیم و تاخیر ہوئی در اصل ۵۳ سال ہیں ۳۵ لکھے گئے۔ حقیر جامع الاوراق کے نزدیک حسین اصغر کی عمر بھی ستاون نہیں غالباً چھتر سال کی ہوئی ہے یا کچھ کم و بیش۔ بہر کیف ولادت سنہ ۹۵ھ سے پہلے ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

اوقاف رسول کے بارے میں خصومت رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ میں اولاد حسنؑ سے ہوں اس لیئے اس کے لیئے اولیٰ واحق ہوں تم اولاد حسینؑ سے ہو تم کو اس کی تولیت نہیں پہنچتی۔ اس کو میری طرف رد کرو۔ میرے باپ نے اس سے انکار کیا تو وہ یہ قضیہ قاضی کے پاس لے گئے۔ پس زید اور وہ حضرت قاضی کے یہاں جایا کرتے تھے۔ ایک بار زید مذکور نے زید بن علی بن الحسین کو اثنار کلام میں کہا اُسکت یاابن السندیۃ۔ اے سندی کنیز کے بیٹے خاموش رہ۔ زید بولے اُف اب ہماری خصومت کی یہ نوبت پہنچی کہ اس کی وجہ سے ماؤں کا ذکر مجالس میں زبان پر آنے لگا۔ قسم خدا کی اب میں مرتے دم تک اس کے ساتھ کلام نہ کرونگا اور میرے پدر عالی قدر کے پاس آکر کہنے لگے۔ اے برادر میں نے تمہارے بھروسے پر کہ مجھ کو اکراہ نکرو گے اور خائب و خاسر نہ چھوڑو گے قسم کھالی ہے کہ زید بن الحسن سے ہم کلام نہوں گا اور نہ مخاصمت کروں گا۔ اور تمام کیفیت کہ قاضی کے مواجہ میں انہیں پیش آئی تھی بیان کر دی۔ حضرتؑ نے ان کا عذر قبول کیا اور ان کو معذور رکھا۔

زید بن حسنؑ نے یہ سُنا تو غنیمت جانا اور کہا محمد بن علی کے ساتھ معاملہ اچھا رہیگا اُن سے جس طرح چاہوں گا گفتگو کروں گا اور عتاب کرونگا یعنی وہ حلیم ہیں ان سے کچھ اندیشہ نہیں۔ پس صبح کو آنحضرتؑ کے پاس آکر کہا چلیئے ہمارے درمیان قاضی ہے وہاں چلیئے۔ آپ انکے ساتھ روانہ ہوئے راہ میں انہیں سمجھانے لگے کہ اے زید اس ناحق کوشی سے باز آؤ۔ دوستانِ خدا کے ساتھ خصومت خوب نہیں۔ پھر فرمایا۔ اے زید تمہارے پاس کارد ہے جس کو تم نے مجھ سے چھپایا ہے۔ اگر وہی چھُری شہادت دے کہ یہ حق میرا ہے

تمہارا نہیں۔ تو اس کی طلب سے باز رہو لے۔ کہا البتہ باز رہوں گا اور حلف
کیا اسپر۔ حضرت ؑ نے سکین کو مخاطب کر کے کہا اے کارد باذنِ خدا کلام کر
چھُری زید کے ہاتھ سے چھوٹ کر علیحدہ جا پڑی اور گویا ہوئی کہ اے زید
تو ظالم ہے۔ محمد تجھ سے زیادہ اولیٰ ہے اس امر کے لئے۔ تو اسکی طلب
سے باز نہ رہے گا تو ہر آئینہ تجھ کو قتل کرونگی۔ زید کو یہ سُن کر غش آگیا اور گر پڑے
آپ نے ہاتھ پکڑ کر اُٹھایا اور کھڑا کیا۔ اور فرمایا اے زید یہ پتھّر جس پر ہم
کھڑے ہیں گویا ہو اور جس کے حق میں گواہی دے تو قبول کرے گا۔ پس
پتھر کی وہ جانب جس پر زید کھڑے تھے لرزنے لگی۔ اور قریب تھا کہ پھٹ
جائے اور اس میں سے آواز آئی۔ زید تو ظالم ہے اور محمد بن علی اس کے
لئے اولیٰ ہے۔ اس سے باز آؤ ورنہ تم کو مار ڈالوں گا۔ زید غش کھا کر گرے
میرے باپ نے پھر اُٹھایا اور کہا اے زید اگر یہ شجر بول پڑے اور شہادت
دے تو مانے گا۔ کہا نعم۔ حضرت نے درخت کی جانب اشارہ کیا تو
تو وہ زمین کھودتا ہوا انکے قریب آکر بولا۔ یا زید انت ظالم و محمّد
احق بالامر منک۔ اس سے باز رہ ورنہ تجھے قتل کروں گا۔ زید بدستور
بیہوش ہو کر گر پڑے اور درخت اپنے مقام کو واپس گیا۔ زید کو حضرت
نے اُٹھایا اُسنے حلف کیا کہ آئندہ کبھی آپ سے تعرّض و خصومت نکروں گا
اور اسی روز شام کو عبدالملک کے پاس روانہ ہوئے۔ وہاں جاکر اس سے
کہا میں ایک ساحر کذّاب کے پاس سے آرہا ہوں۔ تجھ کو روا نہیں کہ اسے
بحالِ خود رہنے دے اور تمام قصّہ اس سے بیان کیا۔ عبدالملک نے عاملِ
مدینہ کو لکھا کہ محمد بن علی کو قید کر کے یہاں بھیجدو اور زید سے کہنے لگا اگر
بالفرض میں تجھ کو اس کو قتل کرنے کو کہوں تو تو قتل کرے گا۔ کہا ہاں

کروں گا۔ اُدھر عامل کے پاس خط پہنچا تو اس نے جواب میں لکھا کہ اے امیر المؤمنین۔ یہ میرا خط تمہاری مخالفت میں نہیں۔ میں تمہارے حکم کا رد کرنے والا نہیں۔ اِلّا اپنے خلوص سے تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ شخص جس کے مقدمے میں تم نے یہ لکھا ہے ورع و تقویٰ۔ زہد و عفت میں بےنظیر ہے۔ محراب عبادت میں کھڑا ہوتا ہے تو درندے پرندے جمع ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اس کی خوش الحانی داؤد نبی کی خوش الحانی سے کمتر درجہ کی نہیں علم میں وہ اعلم النّاس ہے تو عبادت میں سرآمد عباد و زہاد ہے اس سے متعرض ہونا میں امیر المؤمنین کے ملک و دولت و صحت و عافیّت کے حق میں اچھا نہیں جانتا۔ فانّ اللہ لا یغیّر ما بقوم حتی یغیر وا ما بانفسھم بتحقیق کہ حق تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جبتک کہ وہ آپ اپنی حالت نہیں بدلتے۔

یہ خط خلیفہ کو ملا تو زید بن الحسن کو بُلا کر دکھایا۔ اس نے کہا اس کو مال دے کر راضی کر لیا ہے۔ عبد الملک نے کہا کوئی اور بات گرفت کی تیرے خیال میں آتی ہو تو بیان کر۔ کہا ہاں ان کے پاس سلاح رسول اللہ صلعم شمشیر زرہ۔ خاتم۔ عصا و دیگر متروکات ہیں ان کے لئے لکھ بھیجو۔ دینے سے انکار کریں گے تو تجھ کو خاصہ حیلہ انکے قتل کا مل جائے گا۔ اس نے عامل کو لکھا کہ ابو جعفر محمد بن علی کو دس لاکھ درہم دے کر تمام متروکات رسول اللہ ان سے حاصل کرو۔ جناب صادقؑ فرماتے ہیں کہ عامل وہ خط لیکر میرے باپ کے پاس آیا اور آنحضرت کو پڑھوایا۔ آپ نے فرمایا مجھے چند یوم کی مہلت دے۔ پس کچھ اشیاء مہیّا کر کے عامل کو دیں اس نے ہشام کے پاس بھیجدیں خلیفہ بہت خوش ہوا اور زید کو بُلا کر دکھائیں۔ انہوں نے کہا قسم خدا کی رسول اللہ

نے ترکے سے ان میں ایک شے بھی نہیں۔ ہشام نے آپ کی خدمت میں
لکھا تم نے روپیہ لیا اور ہماری مطلوبہ شے نہ دی۔ حضرت نے فرمایا جو
میری رائے میں آیا تیرے پاس بھیجدیا تیرے مطلوب کی موافق ہو یا نہو
عبدالملک نے بظاہر اس کی تصدیق کی اور اہل شام کو جمع کر کے کہا یہ
اسباب و سامان رسول خدا ہیں کہ ہمارے پاس مدینہ سے آئے ہیں پھر زید
کو بلوا کر کہا اگر میں نے یہ نہ ٹھان لیا ہوتا کہ تم سے کسی کو قتل نکروں گا تو
البتہ تجھے قتل کرتا اور اس کو قید کر کے حضرت باقر کے پاس بھیجدیا کہ تمہارے
ابن عم کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ اس کو اچھی طرح ادب کرو۔ (یہ ظاہری
کارروائی تھی۔ در واقع اس کو ایک زہر آلود زین دیا تھا کہ حضرتؑ کو اس پر
سوار کرائے تاکہ زہر سرایت کر کے آپ کی ہلاکت کا باعث ہو۔) زید خدمت
میں حاضر ہوئے تو فرمایا ویحک زید۔ کیسا امر عظیم تم لیکر آئے ہو جس کو جاری
کیا چاہتے ہو۔ میں اس درخت تک کو جانتا ہوں جس کی لکڑی سے یہ کاٹھی
تراشی گئی ہے مگر مقدر یہی ہے لا مفرّ منہ۔ لیکن ویل و عذاب ہے اس کے لئے
جسکے ہاتھ پر یہ شرارت جاری ہو۔ پس وہ زین گھوڑے پر کسا گیا اور آپ
اس پر سوار ہوئے اُترے تو بدن مبارک اس کے اثر سے ورم کر آیا تھا۔
امر کیا کہ کفن حاضر کیا جائے۔ اور پارچہ سفید جو احرام حج میں استعمال کیا
تھا اس کو اس میں شامل کیا اور تین روز زندہ رہ کر عالم بقا کو سدہارے۔

گھوڑے کو زین زہر سے کسکر ہشام نے — بھجوا دیا اس امام دو عالم کے سامنے
ہر چند جانتے تھے امامت کی راہ سے — لیکن نہیں ہے چارہ قضائے الٰہ سے
پہنا کفن سوار ہوئے گھوڑے پر امام — پہنچا بدن میں آہ اثر زہر کا تمام

جناب صادقؑ فرماتے ہیں کہ وہ زین آل محمدؐ کے پاس موجود ہے۔ ایک مکان میں لٹکا رہتا ہے (تاکہ کوئی اس کو استعمال نکرنے پائے اور ہمیشہ پیش نظر رہتا ہے کہ بزمانہ رجعت ظالموں سے انتقام لیا جائے) اس کے بعد زید کچھ عرصہ زندہ رہے۔ بعدازاں ان کو جنون کا مرض عارض ہوگیا ہذیان بکتے تھے۔ نماز بھی چھوڑ دی تھی۔ ان کا یہی حال تھا حتیٰ کہ عالم باقی کو انتقال کیا۔ حقیر مؤلف کہتا ہے کہ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کتاب ارشاد میں زید مذکور کا بزمرہ اولاد امام حسنؑ ذکر کیا ہے اور ان لفظوں میں آپ کی مدح فرمائی ہے کان جلیل القدر کریم الطبع ظریف النفس کثیر البر مدحه الشعراء وقصده الناس من الآفاق لطلب فضله کہ زید جلیل القدر طبیعت کے سخی وکریم وخوش طبع تھے خلائق کے ساتھ نیکی واحسان سے سلوک کرتے شاعروں نے ان کی مدح کی اور لوگوں نے آفاق عالم سے ان کے فضل واحسان طلب کرنے کے لئے ان کی جانب سفر کئے اور اس معاملے کا کہ جس طرح وہ امام محمد باقرؑ کے ساتھ پیش آئے جناب شیخ نے اشارۃً بھی ذکر نہیں کیا غالباً آپ کی نظر ان احادیث پر رہی جن میں وارد ہوا ہے کہ ہم اہل بیت سے کوئی دنیا سے نہیں جاتا جبتک کہ امام زماں کی امامت کا

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۷۱) روایت میں عبدالملک بن مروان کا نام مذکور ہے مگر مجلسی علیہ الرحمہ بحار میں بعد نقل حدیث اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ عبدالملک کی جگہ غالباً ہشام بن عبدالملک تھا۔ راویوں یا کاتبوں سے سہواً ہشام کا ذکر چھوٹ گیا ہے مؤلف اوراق کہتا ہے کہ یہ بالکل درست ہے۔ کیونکہ عبدالملک کا زمانہ خلافت عہد امامت محمد باقرؑ سے خاص کر اسکے آخری وقت سے بہت بعید ہے ۱۲ منہ۔

قائل نہیں ہولیتا یا وہ روایت آپ کی مطمح نظر رہی کہ ایک مرتبہ جناب صادقؑ مجمع اصحاب میں تشریف رکھتے تھے کہ عبداللہ بن علی بن الحسینؑ آپ کے چچا نے آکر کچھ سخت کلامی کی جو اصحاب آنجناب کو ناگوار گزری۔ جب وہ چلے گئے تو بعض نے کہا ہمارا ارادہ ہوا کہ اُن کے ساتھ دست و گریباں ہو جائیں کیسی قبیح باتیں ان کی تھیں۔ حضرتؑ نے فرمایا مہ لا تدخلوا فیما بیننا۔ خاموش رہو اور ہمارے اپنے درمیانی معاملات میں دخل ندو۔

عبداللہ بن الحسن المثنیٰ معروف بہ عبداللہ محض

محض ان کو اس لئے کہتے تھے کہ خالص اولاد حسنین علیہما السّلام سے تھے۔ کیونکہ انکے والد حسن مثنیٰ بن الحسن اور والدہ فاطمہ بنت الحسین تھیں۔ عمدۃ الطالب میں ہے کہ عبداللہ مذکور اپنے زمانے میں شیخ بنی ہاشم شمار ہوتے تھے۔ ابتدائے خلافت عباسیہ میں ابو سلمہ خلال نے کہ صاحب اقتدار و اختیار تھا چاہا کہ امر خلافت کو اولاد علی و عباس کے شورے میں ڈالے کہ وہ اپنے درمیان سے کسی کو اس کے لئے انتخاب کرلیں۔ پھر سوچا کہ یوں اتفاق نہو گا تو چاہا کہ صرف اولاد علیؑ و فاطمہؑ صلوات اللہ علیہما سے ایک کو اس پر نصب کرے تو اس نے تین خط تین اشخاص جعفر بن محمد و عبداللہ بن الحسن مذکور و عمر بن علی بن الحسین کے نام لکھ کر ایک شیعہ کوفہ کے رہنے والے کو دئے کہ خفیہ لے جائے اور اس کا جواب لائے۔ کوفی مدینہ پہنچکر اوّل حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا رات کا وقت اور چراغ روشن تھا۔ حضرت نے وہ خط پڑھ کر چراغ پر رکھ دیا اور فرمایا ھذا ھو الجواب۔ اس کا یہی جواب ہے جو تو نے دیکھا۔ قاصد وہاں سے اُٹھ کر عبداللہ بن حسن کے پاس گیا۔ انہوں نے یہ دعوت قبول کی اور

سوار ہوکر جعفر بن محمد کے پاس آئے۔ حضرت نے فرمایا اے عموتم نے کیوں تکلیف کی مجھ کو وہیں بلوا بھیجا ہوتا کہا میرے آنے کی وجہ ایک عظیم وجلیل امر ہے۔ یہ خط ابو سلمہ کا ہے مجھ کو خلافت کے لئے دعوت کرتا ہے اور سب سے زیادہ اس کا مستحق جانتا ہے۔ ہمارے شیعہ خراسان کے رہنے والے اسکے پاس جمع ہیں۔ حضرت صادق ع نے فرمایا خراسانی تمہارے شیعہ کب سے ہوئے۔ کیا ابو مسلم کو خراسان تم نے ہی بھیجا تھا اور کیا سیاہ لباس کا ان کے لئے تمہارا ہی حکم تھا۔ کیا تم ان سے کسی کا نام ونسب بتلا سکتے ہو۔ یہ نہیں اور تم ان سے اور وہ تم سے واقف نہیں تو وہ تمہارے شیعہ کیونکر ہوئے۔ عبداللہ نے کہا ھٰذا الکلام منک لشئ تمہارا یہ کلام کسی وجہ پر مبنی ہے یعنی تم نہیں چاہتے کہ میں خلافت پاؤں حضرت نے فرمایا اللہ خوب جانتا ہے کہ میں دل سے چاہتا ہوں کہ ہر مومن مسلمان کو نصیحت کروں تم سے کیوں دریغ کرنے لگا۔ اے چچا یہ باطل باتیں تم کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ بتحقیق کہ یہ دولت جس کی تم کو خواہش ہے ان لوگوں (عباسیوں) کے لئے مقرر ہو چکی ہے۔ تمہارے اور کسی اولاد ابو طالب کے لئے نہیں۔ میرے پاس بھی قاصد ایسا ہی خط لایا ہے جیسا کہ تمہارے پاس لایا۔ پس عبداللہ اس کلام سے ناخوش ہوکر وہاں سے چلے گئے۔ لیکن عمر بن علی بن الحسین نے خط واپس کیا اور کہا میں اسکے کاتب کو نہیں پہچانتا کیا جواب دوں۔ انتہٰے

مؤلف اوراق کہتا ہے کہ ہم منصور دوانیقی عباسی کے عہد میں محمد و ابراہیم پسران عبداللہ بن الحسن کے بدعوائے خلافت خروج کرکے مارے جانے اور عبداللہ کے معہ باقی سادات بنی حسن ع مقید ہوکر عراق کو لیجائے جانیکی

کیفیت مفصل اس سے پہلے کتاب کشف الحقائق تاریخ جعفر صادقؑ میں لکھ چکے ہیں فلا نعیدھا - نیز بروایت ابن اثیر نقل ہو چکا کہ اس وقت جناب صادقؑ اس اسیر قافلہ کو جاتے دیکھ کر زار و قطار چوں ابر نو بہار رو رہے تھے اور اس واقعہ سے حضرت کو اس قدر صدمہ ہوا کہ عرصہ تک بیمار رہے حتیٰ کہ جان کے لالے پڑ گئے تھے - القصہ عبد اللہ نے منصور کے قید خانے میں رحمتِ خدا کی طرف انتقال کیا - عمدۃ الطالب میں ہے وتوفی عبد اللہ وھو ابن خمس وسبعین سنۃ ان کی عمر پچھتر برس کی ہوئی -

بحار میں مناقب بن شہر آشوب سے نقل ہے کہ جابر جعفی نے کہا کہ ایک مرتبہ میرا گزر مجلس عبد اللہ بن الحسن المثنےٰ میں ہوا - انہوں نے کہا محمد بن علی کو (یعنی امام باقرؑ) میرے اوپر کون سی فضیلت و فوقیت ہے وہ بھی علی و فاطمہ کی اولاد سے ہیں اور میں بھی - اس کے بعد میں خدمت میں اپنے امام و مولیٰ ابو جعفر علیہ السلام کی حاضر ہوا تو مجھے دیکھ کر خنداں ہوئے اور فرمایا اے جابر ذرا ٹھہرو - بتحقیق کہ پہلا داخل ہونے والا اس دروازے سے عبد اللہ بن الحسن ہوگے - میں بنظر انتظار در کی طرف دیکھنے لگا - اس میں عبد اللہ دامن کشاں وہاں داخل ہوئے - فرمایا اے عبد اللہ تم کہتے تھے محمد کو مجھ پر کیا فوقیت ہے - میں بھی محمد و علی سے وجود میں آیا وہ بھی - پھر جابر سے فرمایا کہ تم گڑھا کھود دو اور اس میں ہیزم خشک بھر کر آگ لگا دو جابر نے تعمیل ارشاد کی آگ روشن ہو گئی - تو عبد اللہ سے کہا اگر تمہارا دہ خیال درست ہے تو اس جلتی آگ میں کود پڑو تم کو ضرر نہ دے گی عبد اللہ بند ولا جواب ہو گئے - پس حضرت میری طرف دیکھ متبسم ہوئے اور فرمایا - اب یہ مبہوت و حیران رہ گئے -

جامع اوراق کہتا ہے کہ بنی اعمام کی عموماً یہی حالت ہے کہ اپنے چچازاد بھائیوں کی فضل و فوقیت کو دیکھ نہیں سکتے۔ بیشتر ان کی طرف سے ایذائیں پہنچتی ہیں اور انواع و اقسام کے آزار و آلام اٹھانے پڑتے ہیں حضرات ائمہؑ کے عموزادوں کے معاملات میں دخل دینے سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔ بنابریں میں نہیں چاہتا تھا کہ بروایت مذکورہ بالا و دیگر اس قسم کی روایات کو نقل کرتا ہے۔ الّا چونکہ وقائع نگار کا فرض ہے جو کوائف اس کو بذرائع معتبر پہنچیں قید تحریر میں لائے۔ اس روایت کو ابن شہر آشوب رح و مجلسی علیہ الرحمہ جیسے بزرگوں نے اپنی کتب و اسفار میں نقل کیا ہے لہٰذا اسکے نقل میں معذور ہے۔

قاسم بن محمد بن ابی بکر

پوتے ابوبکر بن ابی قحافہ خلیفۂ اوّل سُنّیان کے ان کا ذکر خیر اس سے پہلے تاریخ امام زین العابدین میں بھی گزرا کیونکہ آنحضرتؑ کے خالہ زاد بھائی اور اصحاب خاص سے تھے۔ یہاں بحیثیت اسکے کہ پدر ام فروہ یعنی امام باقرؑ کے خُسر ہوتے ہیں اور زمانۂ آنجناب سے ایک معقول حصّے کا ادراک کیا ہے۔ ان کا تذکرہ ضرور ہے جیساکہ بعض دیگر اشخاص کا بھی اس سلسلۂ مبارکہ میں باسباب مختلفہ مکرّر ذکر آیا ہے چنانچہ اولاد امام زین العابدین جلاء العینین میں بوجہ آنحضرت کی اولاد ہونے اور تاریخ امام باقرؑ میں ان کے بھائی ہونے سے تبکرار مذکور ہوئے ہیں۔ تاہم ہر دو مقامات میں تکرار حالات و حکایات سے حتی المقدور اعراض و احتراز رہا ہے اور ہر جگہ جُدا روایتیں مذکور ہوئی ہیں۔ الّا شاذ و نادر۔

الغرض قاسم بن محمدؒ جیسے شیعوں میں مقبول خلّص اصحاب زین العابدین سے مستقیم العقیدہ قائل امامت حضرات ائمہ معصومین سمجھے جاتے ہیں۔ ویسے ہی سُنّیوں

ہیں یہ از فقہاء سبعہ شمار ہوتے ہیں۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ وہ
اپنے زمانے میں سب سے افضل تھے۔ صحابہ رسول اللہؐ کی ایک بڑی جماعت سے

۱؎ فقہاء سبعہ (سات فقیہ) ایک زمانہ میں مدینہ منورہ میں ہوئے ہیں جن کا علم و فتویٰ اہل سنّت کے درمیان رائج رہا۔ تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ وہ فقہاء کے نام سے اس لئے مشہور ہوئے اور یہ لقب (سبعہ) اس واسطے ان سے مخصوص ہوا کہ صحابہ رضؓ کے بعد امر قضاء و فتویٰ ان کی طرف راجع ہو گیا تھا۔ ہر چند اس وقت علماء تابعین سے مثل سالم بن عبداللہ بن عمر خطاب وغیرہ دیگر اشخاص بھی موجود تھے مگر فتویٰ انہی سات شخصوں کا چلتا تھا۔ یہ قول ہے حافظ سلفی کا۔ اور بعض شعراء نے ان ساتوں کے نام ذیل کے دو شعروں میں جمع کئے ہیں ؎

الا کلّ من لا یقتدی بائمۃ — فقسمتہ ضیزیٰ عن الحقّ خارجہ
فخذھم عبید اللہ۔ عروۃ۔ قاسم — سعید۔ سلیمان۔ ابوبکر۔ وخارجہ

یعنی آگاہ رہو کہ جو ان سات اماموں کی پیروی نہ کریگا وہ بدقسمت و حق سے خارج ہے۔ انکے یہ نام ہیں۔ عبید اللہ۔ عروہ۔ قاسم۔ سعید۔ سلیمان۔ ابوبکر۔ خارجہ۔

وانا اقول سعید سے مراد شاعر کی سعید بن مسیب بن حزن قرشی مدنی ہے جن کا ذکر اس سے پہلے تاریخ علی بن الحسین میں بزمرہ اصحاب آنحضرت گزرا۔ دوسرے قاسم بن محمد بن ابی بکر۔ وہاں اور یہاں دونو جگہ مذکور ہیں۔ یہ دونو بزرگ جنکی نسبت احادیث شیعہ میں وارد ہوا ہے۔ کانا علی ھذا الامر۔ کہ وہ اس امر یعنی امامت ائمہ اثنا عشر کا اذعان رکھتے تھے۔ بباعث اس کے کہ امام وقت سید العابدینؑ سے متوسّل تھے اور ان سے اخذ احادیث کرتے تھے مقبولان شیعہ سے ہیں۔ باقی پانچ کس عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود۔ عبداللہ بن مسعود صحابی کے پوتے۔ عروہ بن زبیر از بطن اسما بنت ابوبکر

[illegible] سے روایت کی ہے
یحییٰ بن سعید کا قول تھا کہ جن جن علماء کا ہم نے ادراک کیا ان میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا کہ جس کو قاسم بن محمد پر ترجیح دے سکیں اور مالک بن انس کا قول ہے کہ قاسم فقہاء امت محمدیہ سے ایک تھے۔ اور محمد بن اسحٰق صاحب مغازی نے کہا کہ ایک شخص نے قاسم بن محمد سے پوچھا کہ تمہارا علم زیادہ ہے یا سالم بن عبداللہ بن عمر خطاب کا۔ کہا ذاک مبارک سالم۔ وہ برکت والا صحیح و سالم ہے ابن اسحاق نے کہا۔ انہوں نے کراہت کی اس سے کہ کہتے وہ مجھ سے زیادہ تر عالم ہے کہ ارتکاب کذب کا اندیشہ تھا۔ اور یہ بھی نہ کہا کہ میں اس سے زیادہ عالم ہوں کہ شائبہ تذکیہ نفس کا تھا۔ اس لئے ایک جملہ مدح کا خالی از تقابل کہہ دیا۔ وکان اعلمہا۔ حالانکہ قاسم و سالم میں درحقیقت قاسم ہی علم میں بڑھے ہوئے تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۳) خواہر عائشہ۔ سلیمان[۳] بن یسار مولیٰ آزاد کردہ میمونہ رضی زوجہ رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ ابوبکر[۴] بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام المخزومی۔ خارجہ[۵] بن زید بن ثابت انصاری چونکہ ان کا ارتباط آنحضرات صلوات اللہ علیہم سے ثابت نہیں لہٰذا ہمارے یہاں کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتے بلکہ بعض ان سے صریحاً دشمنان اہل بیت سے تھے۔ مثلاً عروہ بن زبیر کو جو دشمنی اپنی ننھیال سے ورثہ میں ملی تھی اس کا ذکر پہلے جلاء العینین تاریخ علی بن الحسین میں گزرا کہ وہ زہری کے ساتھ مسجد رسولِ خدا میں بیٹھا حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب کی مذمت کر رہا تھا۔ حضرت زین العابدین نے وہاں جا کر بخطاب فاصل دونوں کی زبانیں بند کیں ۱۲ منہ

عبداللہ بن محمد بن علی ابن ابیطالب

کنیت ابوہاشم۔ بیٹے محمد بن حنفیہؓ کے جن کا

ذکر خیر بیشتر تاریخ امام زین العابدین میں بزمرہ اقربائے آنحضرت گزرا۔ ماں اُم ولد نائلہ نام۔ ذی علم زبان آور و نجّاش تھے۔

کتاب مقاتل الطالبین میں ابو الفرج اصفہانی نے لکھا ہے کہ خراسان کے شیعوں کا گمان تھا کہ انہوں نے وصایت اپنے باپ محمد بن علی علیہ السلام سے ورثہ میں پائی۔ پس وہ امام تھے اور اپنے بعد محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو اپنا وصی و جانشیں کر گئے۔ محمد مذکور نے اپنا وصی ابراہیم امام کو کیا اور اس کا وصی ابو العباس سفاح پہلا خلیفہ عباسیوں کا ہوا۔ اور وصایت خلافت عباسیوں میں اس جہت سے آئی۔ الغرض ابوہاشم مذکور کو سلیمان بن عبدالملک اموی نے اپنے عہد سلطنت میں زہر دلوایا جس سے انہوں نے حُمیمہ ملک شام میں وفات پائی۔

لکھا ہے کہ ابوہاشم مدینہ سے سلیمان کے پاس شام میں اپنی کسی حاجت روائی کو آئے تھے۔ واپسی کا ارادہ کیا تو اسباب و سامان بار ہو گیا۔ خود سوار ہونے کو تھے کہ سلیمان نے بہانہ اس کے کہ دن کا کھانا ان کے ساتھ کھائے وداع کرنے میں تاخیر کی۔ گرمی کا موسم تھا۔ کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو دوپہر ہو گیا تھا ابوہاشم اپنے سامان کی طرف جو آگے چلدیا تھا۔ پیادہ پا روانہ ہوئے۔ راہ میں پیاس لگی۔ سلیمان نے پانی میں زہر ملوا کر پیچھے سے بھجوایا۔ جو شدّت عطش میں پی گئے۔ اس آب زہر آلود کے پیتے ہی سست ہو گئے اور درمیان راہ گر پڑے آدمی بھیجکر محمد بن علی بن عبداللہ عباس کو اور عبداللہ بن حارث بن نوفل کو بلوایا وہ حاضر ہو کر شرائط خدمت بجا لائے۔ حتیٰ کہ ابوہاشم نے وہیں وفات پائی اور

حمیمہ میں مدفون ہوئے۔ اور محمد بن علی مذکور کو اپنا وصی کر گئے۔

اصحاب اطیاب جناب محمد باقرؑ

جس طرح بعد وفات جناب ختمی مآبؐ ابتدا رخلافت خلیفہ اوّل میں دُنیائے اسلام اہل بیت علیہم السّلام سے پھر گئی تھی۔ بعد ازاں رفتہ رفتہ ادھر رجوع ہونے لگے۔ ایسے ہی بعد شہادت ابو عبد اللہ الحسین سیّد الشہدا حضرت علی بن الحسینؑ زین العابدینؑ گوشہ عزلت وانزوا میں بیٹھ کر مصروف عبادت و گریہ و بکا رہے۔ اور تعداد اصحاب آنجناب اس قدر کم تھی کہ انکا شمار انگلیوں پر ہو سکتا تھا۔ مگر حضرت محمد باقر کے عہد امامت میں یہ تعداد جلد جلد بڑھتی گئی تا اینکہ ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ کے زمانے میں ہزاروں پر ان کی نوبت پہنچی تھی۔ ہم یہاں اصحاب جناب باقر سے مشاہیر بزرگان کا حال بطریق اختصار و اجمال لکھتے ہیں۔ و باللہ التوفیق

جابر بن عبد اللہ بن عمرو خرام الانصاری

آپ اوّل و افضل اصحاب جناب باقرؑ سے ہیں اور صحابہ رسول خداؐ سے آخری شخص ہیں جنہوں نے مدینہ سکینہ میں وفات پائی۔

رجال ابن داؤد سے نقل ہوا ہے کہ جابر غزوۂ بدر اور اٹھارہ ۱۸ دیگر غزوات میں ہمراہِ رکاب رسالتمآب تھے۔ اور کشی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ عبد اللہ پدر جابر اُن بارہ اشخاص میں ہیں جو رسول اللہ کی پہلی بیعت میں شریک ہوئے شامل تھے اور ان ستّر اشخاص سے تھے جنہوں نے بروز عقبہ آنحضرتؐ سے بیعت کی لیکن جابر پچھلی ستّر اشخاص والی بیعت میں شامل تھے پہلی بارہ والی میں نہیں تھے۔

اور فضل بن شاذان علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ وہ سابقین صحابہ سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ کی وفات کے بعد امیر المؤمنین ع کی طرف رجوع کیا اور ابن عقدہ کہ اکابر محدثین سے ہے صاف کہتا ہے کہ وہ ان لوگوں سے ہیں جو اہل بیت رسالت پر منقطع تھے اور اس حبل المتین وعروۃ الوثقی سے متمسک رہے۔

حقیر جامع اوراق کہتا ہے کہ جابرؓ کی خدمت بابرکت محمد باقرؑ میں پہنچنے اور ان کو رسول اللہ کا سلام پہنچانے کا قصہ ہم اس سے پہلے اسی کتاب میں لکھ چکے۔ اس کے بعد جابر صبح شام آپ کے پاس حاضر ہوتے۔ اہل مدینہ اعتراض کرتے کہ جابر کو دیکھو باوجودیکہ وہ اصحاب رسول خداؐ سے ایک باقی رہ گئے ہیں۔ صبح وشام اس لڑکے کے پاس جاتے ہیں۔ اس کے بعد جب وہ حضرت اپنے پدر بزرگوار سے۔ نقل حدیث کرنے لگے۔ تو یہ لوگ کہتے کہ کس قدر جرأت رکھتے ہیں نقل حدیث میں۔ پس حضرتؑ رسول خدا سے روایت کرتے تو معترض ہوتے کہ ہم نے ایسا دروغ گو نہیں دیکھا کہ جس کو اس نے نہیں دیکھا اس سے نقل روایت کرتا ہے۔ حضرت نے یہ دیکھا تو بواسطہ جابر روایت کرنے لگے تو اس کو ان لوگوں نے قبول کیا اور تصدیق کی۔ راوی حدیث جناب صادقؑ کہتے ہیں وکان جابر واللہ یاتیہ ویتعلم منہ اور قسم خدا کی جابر آنحضرتؑ کے پاس تعلیم پانے آتے تھے نہ کہ ان کو تعلیم دینے۔

نیز کشی علیہ الرحمہ نے روایت کی ہے کہ زرارہ نے حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ حضور جابر سے نقل حدیث کرتے ہیں۔ ہم کو آپ کے ہوتے جابر سے کیا واسطہ۔ فرمایا جابر اس آیہ شریفہ کی تاویل سے آگاہ تھے۔ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد۔ تحقیق کہ وہ خدا جس نے تجھ پر قرآن لازم

لیا ہے البتہ تجھ کو جائے بازگشت پر واپس لائے گا۔ ممکن ہے کہ مراد حضرت کی اس آیہ سے استدلال لانے سے یہ ہو کہ جابر بن عبد اللہ رجعت پر عقیدہ رکھتے ہیں۔

دیگر۔ کشی میں ابو الزبیر سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ جابر عصا ٹیکتے کوچہ ہائے مدینہ میں پھرتے ہیں اور ان کی مجالس و محافل میں جاتے اور کہتے ہیں علیؑ خیر البشر فمن ابی فقد کفر کہ علیؑ بعد رسول اللہؐ بہترین انسان ہیں جو اس سے انکار کرے کافر ہے۔ اے گروہ انصار اپنی اولاد کو محبت علی بن ابی طالب پر تادیب و تربیت کرو جو اس کو قبول نہ کرے اسکی ماں کے حال میں نظر کر دیکھو وہ ضرور بچہ بحرام جنی ہے۔ سچ ہے ؎

محبت شہ مرداں مجوز بے پدرے	کہ دست غیر گرفتہ است پائے مادر او

بالجملہ جناب جابر خالص دوست و شیعہ امیر المؤمنین۔ و مخلص باقی اہل بیت طاہرین تھے۔ مشہور ہے کہ معرکہ کربلا کے بعد زیارت سید الشہداء و دیگر شہدا سب سے پہلے انھوں نے کی جیسا کہ شاعر کہتا ہے ؎

اوّل زائر جناب جابر ست	دل فدائے آنکہ اوّل زائر ست

یہ زیارت اس جناب کی کہ اتفاقاً عاشورۂ محرم سے چالیس دن کے بعد یعنی ۲۰ صفر کو واقع ہوئی آنحضرات عالیات کے نزدیک ایسی مقبول و منظور ہوئی اور اس قدر تاکید اس کی کی گئی کہ ثانی الحال زیارت اربعین علامات مومن سے ایک علامت قرار پائی۔ مجلسی علیہ الرحمہ زاد المعاد میں تاکید زیارت آنحضرت بروز اربعین کی چند وجہیں نقل کرتے اور ان کو بعید ظاہر کرنے کے بعد کہتے ہیں "وجہیکہ از احادیث ظاہر مے شود آن ست اوّل کسی کہ از صحابہ حضرت رسالت پناہ بزیارت آنحضرت مشرف شد جابر بن عبد اللہ انصاری بود در این

روز اربعین ... بکربلا رسید و آنحضرت را با شہدا زیارت کرد۔ چوں جابر از
اکابر صحابہ بود و اساس ایں امر عظیم را گزاشت مے تواند بود کہ سبب مزید
فیضان زیارت آنحضرت در ایں روز شدہ باشد،،

ایک بڑی اور بے نظیر فضیلت جناب جابرؓ کی یہ ہے کہ وہ جملہ چہاردہ معصوم سے نصف حضرات کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ یعنی سات بزرگوں کی صحبت سے کسب فیوض فرمایا۔ حضرت رسولِ خدا کے عہدِ نبوّت کا بڑا حصّہ انہوں نے ادراک کیا اور جملہ غزوات آنجنابؐ میں ہمراہ رکاب میمنت انتساب رہے جنگ خندق میں ایک بزغالہ و صاع بھر آرد جو سے سات سو گرسنہ اصحاب کو سیر کرنے کا رسول اللہؐ کا مشہور معجزہ انکے گھر میں ظاہر ہوا۔ زبرا بتول فلذہ کبد رسول کی ہمکلامی سے مشرف ہوئے۔ وہ حضرت امیر کبیر سے صدر خلافت ابوبکر میں جبکہ دُنیا آپ سے برگشتہ ہوگئی تھی۔ گو نہ کشیدگی رہی مگر بہت جلد رجوع بحق ہوکر آپ کے برگزیدہ اصحاب میں داخل اور جنگ صفین وغیرہ میں ہمراہ رکاب فیض انتساب رہے۔

آپ کے جان نثاروں میں داخل تھے۔ دو ریحانہ ہائے رسول سیّدا شباب اہل الجنۃ جناب حسنین علیہما السّلام سے وہ کبھی علیحدہ نہیں ہوئے۔ ہر چند معرکۂ کربلا میں جناب سیّد الشہداء کے ساتھ شریک نہیں ہو سکے۔ الا شدّتِ خلوص و حُسنِ عقیدت نے بے چین کر دیا۔ خبر شہادت سُنتے ہی چل کھڑے ہوئے اور روضۂ اقدس پر پُہنچکر زیارتِ شہدا کا شرف حاصل کیا اور ہمیشہ کے لئے زیارتِ اربعین کی بُنیاد رکھ گئے۔ امام زین العابدین سے اس قدر اخلاص بڑھا ہوا تھا کہ جب وہ جناب کثرتِ عبادت سے نحیف و زار ہو گئے تو زینب بنت امیر المؤمنین نے انہی کو منتخب کیا کہ آپ کو سمجھائیں۔ انہوں نے حق اخلاص کما ینبغی ادا کیا۔ چنانچہ تاریخ

الجناب میں اس کا ذکر بیشتر گزرا۔ امام محمد باقرؑ کی فیض صحبت سے بھی وہ خالی نہیں رہے رسول اللہ کا سلام آپ کو پہنچایا۔ غرض جابرؓ کی طولانی عمر کے کارنامے بینظیر ہیں فطوبیٰ لہ وحسن مآب۔

ابو حمزہ ثمالی

ثابت بن دینار نام کنیت سے مشہور ہوئے۔ آپ نے جیساکہ بیشتر کشف الحقائق میں ذکر ہوا امام زین العابدین کا زمانہ امامت ادراک کیا۔ محمد باقر و جعفر صادق کے راویان اخبار سے ہیں صدر امامت موسیٰ کاظم میں ۱۵۰ھ میں رہگرائے عالم باقی ہوئے۔ چار معصوموں کی خدمت سے مشرف ہونے سے ان کو سلمان ثانی کہتے ہیں۔ کیونکہ سلمان نے بھی حضرت رسالت پناہ امیر المؤمنین جناب حسنین کی خدمت گزاری کا شرف حاصل کیا تھا۔

مجالس المؤمنین میں ہے کہ تنہا شیعوں نے نہیں سُنّیوں نے بھی ان سے روایت حدیث کی اور ثقہ و معتبر جانا ہے۔ ان کے بیٹوں سے نوح منصور و حمزہ تین اشخاص زید شہید کے ساتھ قتل ہوئے۔

رجال نجاشی سے نقل کیا ہے کہ ابو حمزہ ثمالی کوفی ثقہ تھے۔ آل مہلب بن ابی صفرہ نے ان کی ولا کا دعویٰ کیا مگر وہ انکے موالی سے نہ تھے۔ روایت حدیث میں ہمارے علماء اخیار سے ہیں۔ ثقات و مقبولین سے شمار ہوتے ہیں۔ کتاب تفسیر۔ کتاب نوادر حدیث و کتاب زہد انکی تصانیف سے ہیں

ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ ثابت بن ابی صفیہ ابو حمزہ ثمالی مولیٰ مہلب بن ابی صفرہ ہے۔ انس و شعبی وغیرہ سے روایت کرتا ہے وکیع و ابو نعیم اور ایک جماعت نے اس سے روایت کی ہے۔ احمد بن حنبل و ابن معین نے کہا وہ کچھ چیز نہیں۔ ابو حاتم نے کہا لین الحدیث ہے

نسائی کا قول ہے کہ ثقہ نہیں۔ اور عبید اللہ بن موسیٰ سے نقل کیا کہ ایک روز میں ابو حمزہ کے پاس تھا کہ عبداللہ بن مبارک اس کے پاس آیا۔ اور حدیث سنتا اور لکھتا رہا تا اینکہ انہوں نے ایک حدیث عثمان کے بارے میں نقل کی اور اس کے اثنا میں مذمت عثمان کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر ابن مبارک اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور جس قدر ان کی روایات و احادیث سے لکھا تھا اس کو پھاڑ ڈالا اور وہاں سے چلا گیا سلیمان اس کو رافضیوں کی ایک قوم سے جانتا تھا۔ تمام ہوا کلام ذہبی ناصبی کا ذھب اللہ بنورہ۔ گو اس نے اپنی اہل نحلہ سے ابو حمزہ کی مذمت نقل کی۔ تاہم اس قدر تو اس سے ثابت ہوا کہ جناب ابو حمزہ فضلائے شیعہ و کملائے فن حدیث سے تھے۔ تب تو وکیع و ابو نعیم و عبداللہ بن مبارک جیسے بزرگان حدیث سُنیہ ان سے استفادہ کرنے کے لئے آتے تھے اور اخذ حدیث کرنیکے لئے انکے پاس حاضر ہوتے تھے۔ وھذا ھو المطلب۔

کشی علیہ الرحمہ نے ابو بصیر سے نقل کیا کہ اس نے کہا میں حضرت ابو عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے ابو حمزہ کا حال مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے کہا میں ان کو بیمار چھوڑ آیا تھا حضرت نے فرمایا جب تو واپس وطن جاوے تو میرا سلام اس کو پہنچائیو۔ اور کہنا کہ فلاں مہینے میں فلاں دن میں تیرا انتقال ہوگا۔ ابو بصیر کہتے ہیں میں نے عرض کی۔ فدا ہوں حضرت پر قسم خدا کی اس کو تم سے اُنس ہے اور وہ تمہارا دوست و شیعہ ہے۔ فرمایا راست کہتا ہے۔ جو ہمارے پاس اسکے لئے ہے وہ اس سے بہتر ہے۔ عرض کی تمہارے کون کون شیعہ تمہارے ساتھ جنت میں جائیں گے۔ کہا جو شخص خدا سے ڈرے اور طریقہ رسول اللہ صلعم چلے اور گناہوں سے پرہیز کرے۔ ایسا کرے گا تو روز قیامت ہمارے ساتھ ہمارے درجات میں ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ ہم

کوفہ کو واپس آئے تو اس کے تھوڑے عرصہ بعد ابو حمزہ نے رحمت خدا کی طرف انتقال کیا۔ کہتے ہیں کہ ابو حمزہ و زرارہ و محمد بن مسلم ایک ہی سال میں فوت ہوئے کوئی ایک سال بعد وفات حضرت ابو عبداللہؑ کے یا اس سے کچھ کم و زیاد۔ اور ابو حمزہ کوفی تھا۔ حضرت امام رضاؑ فرماتے تھے کہ ابو حمزہ اپنے زمانے میں ایسے تھے جیسے کہ سلمان اپنے عہد میں تھے۔ کیونکہ انہوں نے ائمہ علیہم السلام سے چار شخصوں علی بن الحسین و محمد بن علی و جعفر بن محمد کی خدمت کی اور کچھ زمانہ موسیٰ کاظم کا ادراک کیا۔

نیز کشی کہتے ہیں کہ ابو حمزہ اور ان کے دو بیٹے علی و حسین اور محمد ان کا بھائی سب ثقہ و فاضل ہیں۔

عبداللہ بن شریک العامری

خلاصۃ الرجال علامہ حلیؒ میں ہے کہ وہ علی بن الحسین زین العابدینؑ و محمد بن علی باقرؑ کے راویوں سے ہے۔ اور مختار کشی میں ہے کہ ایک روز محمد باقرؑ نے اس کے حق میں فرمایا کہ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب عبداللہ بن شریک عمامہ سیاہ سر پر رکھے ہوئے اور گیسو دو شانوں کے درمیان لٹکائے ہوئے حضرت قائم آل محمد کے ساتھ چار ہزار مرد جرار کے ساتھ میدان کارزار میں بشرائط جنگ و جہاد بجا لا رہا ہے۔ یہ اشارہ ہے طرف زمان رجعت کے کہ عقائد شیعہ امامیہ اثنا عشریہ سے ایک عقیدہ ہے کہ بوقت ظہور موفور السرور حضرت قائم آل محمد کچھ کملائے مومنین و دیگر منافقین و جاحدین سے کسی قدر اس زمانے میں زندہ کئے جائیں گے۔

نیز کشی رحؒ کی روایت ہے کہ عبداللہ بن شریک نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ امیرالمومنینؑ نے اہل جمل کو شکست دی تو حکم دیا کہ گریختہ کا تعاقب نکریں اور زخم خوردوں کو قتل نکریں جو اپنے گھر میں بیٹھ کر دروازہ بند کر لے وہ امن میں ہے

اور بروز صفین آپ نے بھاگے ہوؤں کا تعاقب کیا۔ مجروحوں کو قتل کرایا
ابان بن تغلب کہتا ہے کہ میں نے عبد اللہ بن شریک سے کہا کہ یہ دو مختلف سیرتیں حضرت امیرؑ سے ان دو موقعوں پر ظاہر ہوئیں۔ یہ کیا بات ہے عبد اللہ نے کہا جنگ جمل میں راس و رئیس فرقہ باغیہ طلحہ۔ زبیر مارے گئے تھے فتنہ دب گیا اور حق نے اپنے مرکز و مقام پر قرار لیا۔ بقیۃ السیف کا نیست و نابود کرنا ضرور نہ تھا۔ بخلاف صفین کے کہ سردار باغیہ طاغیہ معاویہ علیہ الہاویہ زندہ و سلامت تھا۔ وہاں مفروروں کو نہ روکنا مجروحوں کو باقی چھوڑنا اس مردود کی طاقت بڑھنے دینا تھا۔ لہذا ان کے قتل کا حکم دیا۔

ابو بصیر راویان اخبار ائمہ اطہار میں اس کنیت کے متعدد اشخاص گزرے ہیں جو اپنے جدا جدا ناموں اور علیحدہ قوم و قبیلوں سے شناخت کیے جاتے ہیں۔ تاہم ان میں اس قدر ابہام اور ایسا خلط مبحث واقع ہوا ہے۔ اور ایک کی روایت دوسرے سے اس کثرت سے منسوب کی گئی ہیں کہ بڑے بڑے علمار رجال و محدثین کو ان میں التباس و اشتباہ ہو گیا۔ جناب محمد مہدی بن سید حسن الموسوی الخوانساری نے اس بارہ میں ایک رسالہ عربی زبان میں تصنیف کیا درحقیقت اس میں داد تحقیق دی ہے۔ اس میں تحریر ہے کہ حسن بن داؤد رحمہ نے کہا کہ چار شخص اصحاب ائمہ اطیاب سے بکنیت ابو بصیر مکنّٰی ہیں اوّل ابو بصیر لیث بن البختری المرادی بقولے ابو محمد سے بھی کنیت کرتے تھے وہ راویان شیعہ سے ثقہ عظیم الشان تھے۔ جناب باقرؑ نے ان کے اور تین اپنے دیگر اصحاب کے حق میں فرمایا بشر المخبتین بالجنۃ کہ محسنوں کو جنت کی بشارت دو۔ وہ چار بشر بجنّہ یہ ہیں۔ بُرید برائے مہملہ مفتوحہ بن معاویہ عجلی۔ ابو بصیر لیث بن البختری المرادی مذکور۔ محمد بن مسلم ثقفی۔ زرارہ بن اعین۔ یہ چار دل نجبا و امینان

خدا سے ہیں۔ اسکے حلال وحرام پر وہ نہ ہوتے تو آثار نبوت منقطع و مندرس ہو جاتے۔ دوسرے ابوبصیر یحییٰ بن القاسم مکفوف بسر نافع۔ تیسرے ابوبصیر یوسف ابن حارث۔ چوتھے ابوبصیر عبداللہ بن محمد اسدی انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

ابوبصیر عبداللہ بن محمد الاسدی

کشی علیہ الرحمہ نے عبداللہ بن وضاح سے اور اس نے ابوبصیر سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا میں نے ابوعبداللہ جعفر صادقؑ سے ایک مسئلہ قرآن کا دریافت کیا۔ حضرت غضبناک ہوئے اور فرمایا میں ایک شخص ہوں جس کے پاس قریش وغیر قریش آتے رہتے ہیں۔ تم مجھ سے قرآن کے بارے میں سوال کرتے ہو پس میں آپکے آگے گڑگڑانے اور الحاح وزاری کرنے لگا تا اینکہ رضامند ہوئے۔ آپ کے پاس اس وقت اہل مدینہ سے ایک شخص بیٹھا تھا۔ اس سے مخاطب تھے میں مکان کے دروازے پر دلگیر ہو کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں بشیر الدہان وہاں آیا۔ اور سلام علیک کرکے میرے پاس بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ ان سے دریافت کرو کہ آنحضرتؑ کے بعد امام کون ہوگا۔ میں نے کہا اگر تم میرا حال دیکھتے کہ کس طرح جھڑکا گیا ہوں تو مجھے اس سوال کو نہ کہتے۔ حضرت ابوعبداللہ اس مدنی سے گفتگو قطع کرکے میری سمت مڑے اور کہا اے ابومحمد تم کو ہمارے کاموں میں دخل دینا لازم نہیں۔ تمہارا کام یہ ہے کہ سنو اور اطاعت کرو۔ تمام ہوئی روایت کشی کی۔

رسالہ مذکورہ میں اس کی نقل کے بعد لکھا ہے کہ میرے نزدیک کشی رح کا اس روایت کا یہاں وارد کرنا بے وجہ ہے کیونکہ حدیث سے نہیں پایا جاتا کہ اسکا راوی ابوبصیر۔ عبداللہ بن محمد اسدی ہو بلکہ ظاہر امر اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ اجہانتک کہ ہم کو معلوم ہے علم رجال میں کہیں اس کا ذکر نہیں کہ جسبیر عبداللہ ابومحمد کنیت

کا اطلاق ہوا۔ وہ اصحاب صادقؑ سے ہے۔ شیخ رحؒ و ابن عقدہ نے اس کو اصحاب صادق سے شمار نہیں کیا ہے بلکہ اصحاب باقرؑ سے کہا ہے اور ابو بصیر راوی حدیث مذکور نے اس کو حضرت صادقؑ سے روایت کیا ہے۔ اور عبداللہ وضاح جس نے اس سے روایت کیا وہ راویان موسیٰ کاظم سے ہے پس مظنون یہ ہے کہ ابو بصیر کہ اس اسناد میں ذکر ہوا ہے یحییٰ بن قاسم ہے کہ ابو محمد اس کی کنیت بھی ہے۔ شیخ کا قول ہے کہ عبداللہ بن محمد اسدی کوفی جسکی کنیت ابو بصیر ہے اصحاب محمد بن علی باقرؑ سے ہے۔

اور ابو بصیر یوسف بن حارث تبری

صاحب رسالہ اس کی نسبت کہتے ہیں کہ ہم کو یوسف مذکور کے تبری ہونے پر وثوق ہے نہ اس پر کہ ان کی کنیت ابو بصیر تھی۔ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ حضرت ائمہ علیہم السّلام سے کسی امام کے اصحاب میں داخل بھی تھے کسی عالم کو نہیں پایا کہ ان کے لئے کوئی اصل ذکر کرے۔ یا اس کی تصنیف سے کسی کتاب کا نام لے۔ حتیٰ کہ ہم کو یہ بھی پتہ لگا کہ کوئی حدیث ان کی روایت کردہ ہو۔

ابو بصیر یحییٰ بن ابی القاسم الاسدی مکفوف

علماء رجال نے کہا ہے کہ افقہ اوّلین چھ نفر ہیں۔ زرارہ معروف بن خربوذ۔ بُرید العجلی۔ ابو بصیر اسدی۔ فضیل بن یسار۔ محمد بن مسلم۔ طائفی ثقفی۔ نیز انکا قول ہے کہ افقہ ان سب میں زرارہ تھے۔ مگر بعض نے بجائے ابو بصیر اسدی کے ابو بصیر مرادی یعنی لیث بن البختری کو بیان کیا ہے یحییٰ کے باپ ابو القاسم کا نام اسحاق بتایا گیا ہے۔ یہ سب اصحاب اطیاب ابو جعفر محمد باقرؑ اور راویان اخبار اس جناب سے ہیں۔ یحییٰ بن ابی القاسم کے ہم نام یحییٰ بن قاسم حذّاء ازدی واقفی اور بھی ہے۔ محمد بن مسعود کہتا ہے کہ

میں نے حسن بن علی فضال سے اس ابوبصیر (ابوبصیر حذاں) کی بابت دریافت کیا کہ کیا وہ متہم بغلو تھا۔ کہا غلو سے تو متہم نہیں تھا۔ مگر مخلط[1] ضرور تھا۔ اس کی ایک کتاب مناسکِ حج میں ہے۔ ابوجعفر و عبداللہ کے راویوں سے تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ یحییٰ بن ابی القاسم اسدی ہے نہ یحییٰ مذکور۔ دیگر یحییٰ حذار اصحاب موسیٰ کاظم کے زمرہ میں ہے بخلاف یحییٰ اسدی کے کہ اصحاب ابوجعفر سے ہے۔ دیگر حذار معروف بوقف ہے۔ یحییٰ اسدی اس نسبت سے پاک ہے اور سب سے بڑا فرق جو یحییٰ بن ابی القاسم کو یحییٰ حذار اور اوروں سے جدا کرتا ہے یہ ہے کہ وہ مکفوف (نابینا) تھے۔

علی بن ابی حمزہ کی روایت ہے کہ ایک روز میں ابوبصیر کو حمام میں لے گیا۔ دیکھا میں نے کہ حضرت ابوعبداللہ جعفر صادق نے موئے بغل لینے کو نورہ کا طلا کر رکھا ہے۔ میں نے ابوبصیر کو اس کی خبر دی۔ کہا میرے تئیں آنحضرت کے نزدیک لے چلو تاکہ اس مقدمہ میں ان سے سوال کروں کہا میں ان کو دیکھ رہا ہوں۔ انہوں نے کہا تو دیکھتا ہے میں تو نہیں دیکھ سکتا پس میں آنحضرت کے نزدیک لے گیا۔ بولے فدا ہوں حضرت پر۔ میرا قائد (رہ نما) کہتا ہے کہ حضور نے بغلوں میں نورہ کا طلا کر رکھا ہے۔ فرمایا ہاں اے ابومحمد بغلوں کے بالوں کو موچنے سے چُننا ضعف بصارت کا باعث ہے۔ طلا

---

[1] مخلط وہ شخص ہے کہ امیرالمومنین علی ابن ابیطالب کو دوست رکھے مگر انکے دشمنوں سے برائت و بیزاری نکرے۔ اور بعض کا قول ہے کہ یہ کہنا کہ میرا صاحب مخلط ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ کبھی جبر کا قائل ہے کبھی قدر کا اور کوئی مذہب اس کا ایسا نہیں جس پر قائم و ثابت ہو ۱۲ مجمع البحرین۔

نورہ بالوں کو بسہولت پاک وصاف کرتا ہے۔ صاحب رسالہ کہتے ہیں کہ یہ روایت اور اس کے سوا دیگر اخبار و احادیث دال ہیں کہ وہ نابینا ہے اور اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ نیز یہ کہ ابوحمزہ و ابوبصیر یحییٰ بن قاسم حذار عرصہ تک ان کی قیادت و راہبری کا کام دیتے رہے ہیں۔ دیگر کہ ابوبصیر یحییٰ بن ابی القاسم اسدی نے ابتدائے عہد امامت موسیٰ بن جعفر میں دنیا سے رحلت کی۔ اور ابوبصیر ازدی واقفی اس کے بہت دنوں بعد یعنی حضرت امام رضا کے امامت کے زمانے تک زندہ تھے۔ تب تو واقفی کہلائے کیونکہ واقفی وہی ہیں جنہوں نے موسیٰ کاظم کی رحلت کے بعد ان کی امامت پر توقف کیا۔ امام رضا کی امامت پر ایمان نہ لائے ہر چند آخر کار وہ اس عقیدۂ فاسدہ سے تائب ہو گئے تھے۔ اور یہ امر کہ ابوبصیر اسدی نے صدر عہد امامت موسیٰؑ میں رحلت کی اس سے پہلے ہم عقد الناظم تاریخ موسیٰؑ کاظم میں لکھ چکے کہ جب حضرت حسب الطلب مہدی بن منصور عباسی عراق کو چلے تو ابوبصیر معہ اپنے شاگرد ابوحمزہ ہمراہ رکاب تھے۔ زبالہ کے مقام پر قیام ہوا تو حضرت نے ابوحمزہ کو بلا کر چند وصیتیں کیں کہ کوفہ پہنچکر ایسا اور ایسا کرنا۔ ابوبصیر اس پر دلگیر ہوئے کہ میرے ہوتے میرے شاگرد سے مخاطب ہوئے اور اس کو وصیتیں کرتے ہیں۔ دوسرے روز ابوبصیر کو بخار چڑھ گیا۔ تو انہوں نے ابوحمزہ سے کہا کہ میں اس بدظنی سے کہ اپنے مولیٰ آقا جناب موسیٰ کی طرف کی توبہ کرتا ہوں۔ حضرت نے جو مجھے چھوڑ کر تم سے خطاب کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ جانتے تھے کہ میں کوفہ نہیں جاؤں گا یہیں فوت ہونگا۔ پس ابوبصیر نے مقام زبالہ ہی میں وفات پائی اور ابوبصیر یحییٰ بن القاسم الحذار اس کے بہت دنوں بعد زمانہ امامت امام رضا تک زندہ رہے۔

الحاصل ابوبصیر اسدی بڑے پائے کے شخص تھے۔ امامین علیہما السلام کے نزدیک ان کا بڑا مرتبہ تھا۔ شعیب عقرقوفی کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابوعبداللہؑ سے عرض کی کہ بیشتر اوقات ہم کو کسی مسئلہ پوچھنے کی ضرورت ہوتی ہے ایسا موقعہ وہاں ہو تو کس سے سوال کریں۔ حضرت نے فرمایا علیک بالاسدی۔ تم کو لازم ہے کہ ابوبصیر اسدی سے مسئلہ دریافت کرو۔

ابوبصیر لیث بن البختری المرادی

اصحاب حضرت ابوجعفر محمد باقر و ابوعبداللہ جعفر صادق وراویان اخبار آنحضرات سے عظیم الشان ورفیع المکان ہیں انکی صداقت وثقاہت پر فرقہ حقّہ کا اجماع خلفاً عن سلف چلا آیا ہے۔ جہاں ابوبصیر کا اطلاق بلا قید ہوتا ہے اس سے یہی لیث مرادی مراد ہوتے ہیں۔ جناب صادق کا قول ہے کہ جنہوں نے ہمارے ذکر کا احیا کیا اور میرے باپ کی احادیث کو خلائق کے درمیان پھیلایا۔ ابوبصیر لیث المرادی ہے اور زرارہ و محمد بن مسلم و برید ابن معاویۃ العجلی یہ نہ ہوتے تو کوئی دین کا انبساط نہ کر سکتا یہ حافظان دین اور امانتدار ہیں میرے باپ کے انکے حلال و حرام پر۔ سبقت کرنے والے ہیں ہماری طرف دنیا میں اور سبقت کرینگے ہماری جانب آخرت میں۔ نیز آنحضرتؑ نے فرمایا کہ میرے باپ کے اصحاب یعنی اشخاص وغیرہم باعث زینت تھے زندگی میں اور مرنے کے بعد ھؤلاء قوّامون بالقسط قوالون بالقسط۔ وہ قائم ہونے والے ہیں عدل و انصاف پر۔ اور قائل ہیں اس کے ھؤلاء السابقون السابقون اولئک المقربون۔

شعیب عقرقوفی کہتے ہیں کہ میں نے ابوبصیر مرادی سے ذکر کیا کہ میں نے حضرت ابوعبداللہؑ سے ایک عورت کی بابت سوال کیا کہ اس نے باوجودیکہ شوہر دار تھی

دوسرے مرد سے نکاح کر لیا۔ حضرت نے کہا عورت سنگسار کی جائے گی اور مرد کے سو دُرّے لگیں گے کہ تحقیق کیوں نہ کیا۔ پھر شعیب نے کہا کہ میں حضرت ابوالحسن کی خدمت میں پہنچا تو ان سے بھی یہ سوال کرنے کا اتفاق ہوا کہ امراۃ تزوّجت ولھا زوج فرمایا عورت کو رجم کیا جائے گا و لا شئ علی الرّجل مرد پر کوئی مواخذہ نہیں یہ سُن کر ابو بصیر نے اپنے سینہ پر ہاتھ پھیرا اور کہا میرا گمان یہ ہے کہ ہمارے صاحب یعنی جناب ابوالحسن موسیٰؑ کا علم و حکمت ابھی پورا نہیں ہوا مجھے خود حضرت صادق نے فرمایا ہے کہ عورت رجم کی جائے گی اور مرد پر کوئی حد نہیں۔ صاحب رسالہ نقل روایت کے بعد کہتے ہیں کہ غالباً یہ ذکر حضرت صادقؑ کے زمانے کا ہے۔ جبکہ جناب ابوالحسن موسیٰؑ امام نہ تھے۔ اور علم امام کا فیضان مبداء فیاض سے اسکے قلب پر اس وقت کامل ہوتا ہے جبکہ امامت انکی طرف منتقل ہوتی ہے پس معنی کلام ابو بصیر کے یہ ہوں گے کہ میرا گمان یہ ہے کہ چونکہ ہمارے صاحب یعنی حضرت ابوالحسن اس وقت امام نہیں لہذا انہوں نے ان کا علم کمال کو نہیں پہنچا۔ مگر اس پر یہ وارد ہوتا ہے کہ گو وہ حضرت اس وقت امام نہ تھے الّا ملکہ عصمت کہ بحکم خدا نفس کو وقوع فی الخطاء سے نگاہ رکھتا ہے تو ان کو حاصل تھا۔

پس حق یہ ہے کہ قول ابوالحسن اس وقت کا ہے جبکہ زوج یعنی ناکح کو اصلاً معلوم نہ تھا کہ اس کے شوہر ہے اور قول ابو عبداللہ اس وقت کا جبکہ جانتا تھا کہ شوہر دار ہے اس نے نکاح کیا اور ہم بستر ہوا اور حاکم شرع کے نزدیک بشہادت شرعیہ اس کی موت ثابت نہ کر سکا۔ پس دونو قولوں میں تخالف و تضاد نہ رہے گا پھر صاحب رسالہ کہتے ہیں کہ تقریر جواب اس کے کہ ابو نصیر سے بھی الزام رفع ہو جائے اس طرح پر ہے کہ یہ واقعہ جناب صادقؑ کے زمانے کا ہے اور ابو بصیر کو اس وقت

یہ معلوم نتھا کہ آنحضرت کے بعد ابوالحسن موسیٰؑ امام ہوں گے۔ خاصکر جبکہ عبداللہ انسے بڑے بیٹے حضرت صادقؑ کے موجود تھے بلکہ شاید اسمٰعیل بن جعفر بھی اس وقت بقید حیات ہوں پس اس سے بے اختیار وہ کلمات صادر ہو گئے۔ اس تقریر سے جواب ظاہر و ایراد دفع ہوا۔

زرارہ بن اعین

بزرگان اصحاب اولوالالباب حضرت ابوجعفر محمد باقرؑ۔ و ابو عبداللہ جعفر صادق سے ہیں۔ شیخ و بزرگ تھے علماء شیعہ کے اپنے زمانے میں اور ان سے مقدم تھے اور قاری وفقیہ۔ متکلم۔ ادیب و شاعر تھے اور حلیہ فضیلت و دین داری سے آراستہ تھے۔ پیشتر حال ابو بصیر میں گزرا کہ آپ معہ برید عجلی و محمد بن مسلم و ابو بصیر ان چار بزرگوں سے ہیں جنہوں نے بقول جناب صادق اخبار و احادیث محمد باقرؑ خلائق کو پہنچائیں۔ یعنی دین خدا سے ان کو آگاہ کیا وہ نہوتے تو اخبار و آثار رسالت منقطع و مندرس ہو جاتے۔ نیز حضرت صادقؑ کا قول ہے کہ وہ میرے باپ کی احادیث کے نگہبان تھے اور بشمول معروف بن خربوذ و فضیل بن یسار وہ چھ اشخاص افقہ اوّلین ہیں اور فقیہ تر ان چھ میں یہی زرارہ بن اعین ہی ہیں۔ جمیل بن دراج کہتے ہیں کہ میں ایک روز در دولت جناب صادق علیہ السّلام پر حاضر ہوا تو ایک مرد کوفہ کا رہنے والا ہمارے اصحاب سے اندر سے نکلتا ہوا ملا۔ حضور میں پہنچا تو فرمایا۔ تو نے یہاں سے جاتے ہوئے کسی کو دیکھا۔ عرض کی ہاں ایک شخص شیعیان سے کوفہ کا رہنے والا ملا تھا۔ فرمایا اس کی اور اس جیسے اوروں کی روح کو حق تعالیٰ پاکی و تقدس نہ بخشے۔ اس نے اس وقت ان لوگوں کا ذکر کیا جو میرے باپ کے حرام و حلال کے امین اور انکے صندوق علم تھے اور اسی طرح آجتک میرے اسرار

کی امانت ان کے سپرد ہے۔ حق تعالیٰ اہلِ زمین سے بدی ان کی خاطر سے دور کرتا ہے۔ وہ ہمارے شیعوں میں زندہ و مُردہ بمنزلہ سیارگان آسمان روشن و درخشاں ہیں۔ وہ میرے باپ کی یاد کو دلوں میں تازہ کرنے والے ہر بدعت کو دفع کرتے اور انتحالِ[1] اور بطلان کو اس دین سے رفع کرتے ہیں اور غالیوں کی تاویلات کو مٹاتے ہیں۔ یہ کہہ کر آپ گریاں ہوئے راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کی وہ خوش نصیب کون اشخاص ہیں۔ فرمایا وہ وہ ہیں کہ صلوات خدا اور اس کی رحمت ان پر نازل ہو۔ برید عجلی۔ زرارہ۔ ابو بصیر۔ محمد بن مسلم۔ لیکن اے جمیل اس مرد کا حال عنقریب تجھ پر کھُل جائے گا۔ جمیل کہتا ہے۔ قسم خدا کی اس بات کو زیادہ عرصہ نہوا تھا کہ میں نے اس مرد کو دیکھا کہ اصحاب ابو الخطاب میں شامل ہے۔ اس وقت میرے مُنہ سے بے ساختہ یہ کلمہ نکلا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ کہ حق تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت کو قرار دے۔ پھر جمیل نے کہا کہ اس کے بعد ہم اصحاب ابو الخطاب کو ان اشخاص کی عداوت سے شناخت کیا کرتے تھے۔

کشی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ زرارہ نے کہا مجھ سے ابو عبد اللہ جعفر صادق ؑ نے فرمایا۔ اے زرارہ تمہارا نام جو اہلِ جنت کے ناموں میں لکھا ہوا ہے وہ بے الف ہے یعنی اس میں کوئی الف نہیں آیا زرارہ میں الف ہے۔ میں نے کہا ہاں فداہوں حضرت پر میرا اصلی نام عبد ربہ ہے اور زرارہ بعد کو میرا لقب مقرر ہوا اور ہشام بن سالم سے نقل کیا کہ زرارہ نے کہا قسم

---

[1] شعر دیگرے را یا مذہب دیگرے را بر خود بستن ۱۲ صراح

خدا کی ہیں ابو عبد اللہ علیہ السلام سے ایک حرف فتوے کا سُنتا ہوں تو میرا ایمان اس سے تازہ اور قوی ہوتا ہے۔

فائدہ ومنفعتہا الیک عائدہ

یہ بات ظاہر ہے اور ناظرین سلسلہ ہذا پر بخوبی روشن کہ حضرات ائمہ معصومین برگزیدگان الہ العالمین سے زمانہ کبھی موافق نہیں ہوا۔ خلفار امویہ و عباسیہ ان کے خون کے پیاسے جان کے دشمن آزار و استیصال کے درپے رہتے ماتحت حکام بلکہ عامہ خلائق ان میں عیب نکالتے۔ ان کے محاسن کو چھپاتے ہر حیلہ وبہانہ سے انہیں ستانے و ایذا دینے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ انکے دوستوں اور شیعوں کا حال اس سے بدتر تھا۔ ان کو جہاں پاتے ڈھونڈکر نکالتے۔ قید وقتل کرتے۔ زندہ دیواروں میں چنوادیتے۔ پس عیش و آرام ان سے مفقود۔ انواع و اقسام کے عذاب ان کے واسطے موجود رہتے یہی وجہ ہے کہ جو کوئی آنحضرات کے زمانے میں اپنی محبّت وحُسن عقیدت کا اظہار کرتا تو فرماتے فاستعد للبلاء جلبابا۔ تیر آفات کا نشانہ بننے اور مصیبتیں جھیلنے کو تیار ہو جاؤ۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ آل رسول کی محبت ان مدعیان اسلام کے نزدیک وہ ناقابل معافی جُرم تھا کہ اِدھر اس کو زبان سے نکالا۔ اِدھر مصائب و آفات کا آسمان سر پر ٹوٹ پڑا۔ پھر جان مال عزت آبرو کسی شے کی خیر نہیں۔ اس احقر کے نزدیک اُس وقت پر موقوف نہیں آج اس کو بارہ سو برس گزر گئے اس وقت بھی اگر انگریزی سلطنت کا سایہ معدلت گستر سرون پر نہ ہو تو یہ ہمارے لئے وہی دن موجود ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بالجملہ یہ حضرات عالیات کبھی کسی کے سامنے ... بلکہ اغیار کے سامنے ... دوستوں اور شیعوں کا ذکر خیر زبان پر نہ لاتے۔

سامنے بیشتر اوقات ان سے بیگانگی و مغائرت کا اظہار کرتے بلکہ ان کی جان بچانے کے لئے مذمت و منقصت تک کر جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب صادقؑ کو زرارہ جیسے اپنے مخلص باپ کے فدائی سے بعض اوقات برائت و بیزاری اور انکو ذم و تنقیص کرنی پڑی ہے۔ رجال کشی میں عمران زعفرانی سے نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا میں نے حضرت ابو عبداللہ کو سنا اور ہم اس وقت بارہ نفر حاضر خدمت تھے کہ آپ نے ابو بصیر سے خطاب کر کے فرمایا کسی نے اسلام میں ایسا احداث نہیں کیا جس قدر کہ زرارہ نے احداثِ بدعات کیا ہے۔ لعنتِ خدا ہو اس پر اور مسعدہ بن صدقہ سے روایت کیا کہ ابو عبداللہ نے کہا۔ کچھ لوگوں کو ایمان عاریت دیا جاتا ہے پھر ان سے چھین لیا جاتا ہے۔ ان کو بروز قیامت معاروں (عاریت دادہ شدہ) کے نام سے پکاریں گے۔ آگاہ رہو کہ زرارہ بن اعین ان میں سے ایک ہے۔ انتہیٰ یہ باتیں یقیناً اغیار کے مواجہ میں ان کی جان و مال و عزت و آبرو کی حفاظت کی خاطر ارشاد ہوئیں ورنہ حقیقت میں جناب زرارہ کے فضل و شرف میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ رجال کشی میں حسین بن زرارہ سے نقل ہے کہ اس نے حضرت ابو عبداللہ سے کہا۔ میرے باپ نے حضرت کو سلام کہا ہے اور عرض کیا ہے کہ فدا ہوں حضرت پر۔ لوگ ایک ایک دو دو آکر مجھ سے کہتے ہیں کہ حضرت نے بدی و برائی سے تیرا ذکر کیا ہے۔ فرمایا اپنے باپ کو ہمارا سلام پہنچانا اور کہنا کہ میں دنیا و آخرت دونو جگہ تیرا بہی خواہ ہوں۔ اور قسم خدا کی میں تجھ سے رضامند ہوں۔ اس کے بعد لوگ جو ان کا جی چاہے کہیں تو اس کی ذرا پروا نکر۔

بروایت دیگر عبداللہ بن زرارہ سے فرمایا۔ اپنے باپ کو ہمارا سلام کہو اور کہو کہ میں نے جو لوگوں کے سامنے تم کو برائی سے یاد کیا اس کی وجہ یہ ہے

کہ یہ لوگ ہمارے دشمن ہیں۔ ہمارے دوستوں اور مقرّبوں کی ایذا دہی پر تُلے
رہتے ہیں۔ اور ہماری محبّت کی وجہ سے ان میں طرح طرح سے عیب نکالتے اور
بدنام کرتے ہیں آخر انکے قتل و تباہی کے باعث ہو جاتے ہیں اور ہمارے
دشمنوں کے ساتھ دوستی کرتے ہیں جن کی ہم مذمّت کرتے ہیں یہ ان کی مدح و
ستائش کرتے اور سر پر بٹھاتے ہیں۔ تم اے زرارہ ہم سے محبت اور اس طرف
میلان و رغبت رکھنے میں شہرت پا گئے ہو۔ لاجرم یہ لوگ تم سے عداوت کرنے
لگے۔ اب جو تمہاری ذمّ و تنقیص ہماری طرف سے شائع ہو گی تو ان کی حالت
بدل جائے گی اور تمہاری عداوت ان کے دلوں سے فرو ہو جائیگی اور بجائے
مذمّت کے تمہارے مدح خواں ہوں گے۔ اور تم ان کے نزدیک محمود و
ستودہ ہو جاؤ گے۔ پس جو کچھ ادھر سے ہوا مصلحۃً ان کی شرارتوں کے
دفعیہ کی نظر سے ہوا جیسا کہ خضر علیہ السّلام نے مصلحۃً صحیح و سالم کشتی کو
عیب دار کر دیا تھا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ امّا السّفینۃ فکانت
لمساکین یعملون فی البحر فاردت ان اعیبھا۔ وکان وراٰئھم ملک
یاخذ کل سفینۃ غصبًا۔ لیکن کشتی پس وہ کچھ مسکینوں کا مال تھا جو اس دریا
میں کام کرتے تھے۔ میں نے چاہا کہ اس کو عیب دار کر دوں اور تھا ان کے
پرلی طرف ایک بادشاہ (ظالم) جو ہر ایک کشتی کو بروئے غضب لے لیتا تھا۔ حضر
نے فرمایا۔ پس اے زرارہ کہ رحمت خدا ہو تیرے اوپر میرے نزدیک تو احبّ
ناس ہے۔ اور میرے باپ کے اصحاب میں سب سے زیادہ محبوب تو اس
بحرِ ذخار میں بہترین سفن ہے اور دشمنانِ دین اس کو بحر ہدے میں ثابت و
سالم دیکھ کر غصب کرنے کے در پے ہیں۔ میں عیب لگا کر اس کے بچانے
کی فکر کرتا ہوں۔ تمام ہوئی روایت کشی رح کی۔

یہ فائدہ ہر ایک موقعہ پر جہاں کہ بزرگان اصحاب ائمہ اطیاب سے کسی کی مذمت میں کوئی حدیث پائی جائے۔ یاد رکھا جائے۔ اور رنگ زمانہ کو خیال میں لاکر حسب مصلحت مذکورہ بالا اس حکمت عملی کو موجب بقا اس فرقہ ناجیہ کا سمجھنا چاہیئے۔ بہت ہی راست فرمایا ہے جناب صادق آل محمد نے کہ تقیہ میرا اور میرے باپ دادا کا دین و آئین ہے۔ فی الحقیقت سپر تقیہ ان لوگوں کے پاس نہوتی تو اس مذہب کا نام و نشان نہ ملتا چہ جائیکہ علوم دین ان میں مرتب و مہذب ہوئے اور آج لاکھوں نہیں کروڑہا بنی آدم اس مذہب سے متذہب ہیں۔

برادران زرارہ کشی رح نے حسن بن علی بن یقطین سے روایت کی ہے اس نے کہا مجھ سے میرے اساتذہ و مشائخ نے بیان کیا کہ حمران۔ بکیر۔ عبدالملک و عبدالرحمٰن پسران اعین و زرارہ بن اعین تمام راہِ راست پر تھے۔ اور وہ چاروں عہد امامت ابو عبداللہ میں فوت ہوئے۔ فقط

زرارہ امام موسیٰ کاظم کے زمانے تک زندہ رہے۔ اور جو کچھ پیش آنا تھا ان کو پیش آیا۔ یہ سب کے سب اصحاب ابو جعفر محمد باقر سے تھے۔

نیز۔ ربیعۃ الرای سے نقل کیا کہ اس نے حضرت ابو عبداللہ کی خدمت میں عرض کی یہ چند برادران جو عراق سے حضرت کے پاس آتے ہیں کون لوگ ہیں۔ میں نے حضور کے اصحاب میں ان سے بہتر و خوبروتر کسی کو نہیں دیکھا فرمایا یہ پسران اعین میرے باپ کے اصحاب سے ہیں۔

محمد بن مسلم ثقفی طائفی کوفی ان کا حال پہلے کشف الحقائق میں بزمرہ اصحاب جناب صادقؑ مذکور

ہوا۔ بحیثیت اصحاب باقرؑ میں شامل ہونے کے یہاں ذکر ہوتا ہے۔ آپ اماین ہمامین کے راویان ثقات واصحاب عالیدرجات سے ہیں۔ خاصکر جناب باقرؑ کے حواری وانصار میں معروف وممتاز تھے۔ چار سال متصل مدینہ منورہ میں حاضر محفل خلد مشاکل رہ کر کسب علوم وفیوض کیا کئے۔ ان کا قول ہے کہ جس مسئلے میں مجھ کو شک وشبہ عارض ہوتا۔ حضرت سے دریافت کر کے صاف کرتا۔ اس طرح پر تیس ہزار احادیث اس جناب سے اخذ کیں۔ اور آپ کی وفات کے بعد سولہ ہزار حدیث جناب صادقؑ سے سماعت کی۔ انکی تصنیف سے ایک کتاب احکام حلال وحرام میں چار صد مسئلہ نام یادگار رہی۔

عبدالرحمن بن حجاج وحمّاد بن عثمان کا قول تھا کہ شیعوں میں محمد بن مسلم کی برابر کوئی فقیہ نہ تھا۔

نیز کشف الحقائق میں گزرا کہ ایک بار امام باقرؑ نے ان کو کہا اے محمد تواضع وفروتنی اختیار کرو۔ تو اس کلام ہدایت التیام سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ٹوکرا کھجوروں سے بھر کر درِ مسجد پر جا بیٹھے اور خرما فروشی کرنے لگے۔ اس کو چھوڑا تو شتر بارکش لیکر خراس کھولدیا۔ آٹا پسواتے تھے۔ چنانچہ اسی وجہ سے لوگ ان کو طحان (پسنہارا) کہنے لگے تھے۔

نیز وہ ہیں صاحب معجزہ مشہورہ جناب باقرؑ کے کہ ایک مرتبہ درد پہلو میں مبتلا ہوئے تو حضرت نے ایک کوزہ شربت سرد کا بھیجا اس کو پی کر یا تو ہل نہ سکتے تھے یا اُٹھ کر اپنے پاؤں خدمت میں حاضر ہوئے کانّما نشط عن عقالٍ گویا کہ رسن میں بندھے ہوئے چھوٹ گئے۔ وقد مرّ سابقاً۔

مختار کشی علیہ الرحمہ میں ہے کہ عبداللہ بن یعفور نے جناب صادقؑ کی خدمت میں عرض کی کہ بعض اوقات ہمارے اصحاب شیعہ کو ایسے مسائل پیش آجاتے

ہیں جن کا میں جواب نہیں دے سکتا تو حیران ہوتا ہوں کہ کیا کروں - فرمایا فما یمنعک من محمد بن مسلم الثقفی - کون شے تجھ کو منع کرتی ہے کہ محمد بن مسلم سے دریافت کرلے - بتحقیق کہ وہ میرے پدر عالی قدر سے سماعت حدیث کرتے رہے اور آنحضرتؑ کے نزدیک قدر و منزلت رکھتے تھے -

نیز کشی رحنے ابو کہمش سے روایت کی اس نے کہا میں ابو عبداللہ جعفر صادقؑ کے پاس حاضر ہوا تو حضرت نے کہا محمد بن مسلم ثقفی نے ابو لیلی قاضی کے پاس شہادت دی اس نے اس کو قبول نکیا رد کی - میں نے عرض کی ہاں ایسا ہوا - فرمایا کوفہ پہنچو تو اس کے پاس جاؤ - اور کہو کہ تجھ سے تین مسئلے دریافت کرتا ہوں ان کا جواب بروئے قیاس نہ دینا اور نہ کہنا کہ ہمارے اصحاب نے اس میں یہ کہا ہے وہ کہا ہے - یعنی جواب فقط حدیث رسول اللہؐ سے ہو - پس اوّل فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں شک کا حکم دریافت کر - پھر بدن یا کپڑے کے پیشاب سے نجس ہونے پر ان کا طریق تطہیر پوچھ - بعد ازاں یہ مسئلہ استفسار کر کہ ایک شخص حج میں سات سنگریزوں سے رمی جمرات کرنا چاہتا تھا ایک کنکری اس سے گر گئی تو کیا کرے گا - جب کوئی حدیث اس پر نلا سکے تو کہنا جعفر بن محمد نے کہا ہے کہ تو نے ایسے شخص کی شہادت کس لئے رد کی کہ جو احکام خدا و سیرۃ رسول خدا کا تجھ سے زیادہ دانا ہے - ابو کہمش راوی کہتا ہے کہ میں کوفہ آیا تو قبل اس کے کہ اپنے مکان کو جاؤں ابو لیلی کے پاس گیا اور مسائل مذکورہ اس کے آگے پیش کئے اور کہدیا کہ اپنی رائے اور اقوال علماء کا جواب میں دخل نہو - کہا سوال کر - میں نے پہلا سوال فریضہ کی پہلی دو رکعتوں میں شک کا پوچھا - سُن کر سر جھکا لیا اور ذرا سوچکر بولا - قال اصحابنا - ہمارے اصحاب نے اس میں ایسا اور ایسا کہا ہے - میں نے کہا میں پہلے ہی یہ شرط کر چکا ہوں کہ

قول اصحاب کا مذکور نہ ہو۔ کہا تو میرے پاس اس مسئلے میں کوئی حدیث نہیں
پھر کہا بدن یا کپڑے کو پیشاب لگ جائے تو اس کی تطہیر کا کیا طریق ہے
اس میں تھوڑے تامل کے بعد اس کے مُنہ سے وہی کلمہ نکلا کہ ہمارے اصحاب
کا یہ قول ہے۔ میں نے پھر ٹوکا کہ پہلے ہی شرط کر چکا ہوں۔ بعدازاں رمی
جمرات والا مسئلہ پیش کیا اس میں بھی وہی جواب اس کا تھا۔ اس وقت میں نے
کہا کہ جعفرؑ بن محمدؑ نے کہا ہے کہ تو نے اس مرد کی شہادت کیوں رد کی جو تیری
نسبت احکامِ خدا و سنّت رسول اللہ کا زیادہ دانا ہے۔ کہا وہ کون ہے
میں نے کہا محمد بن مسلم ثقفی طائفی۔ بولا تجھے خدا کی قسم ہے کیا درحقیقت
جعفرؑ بن محمدؑ نے تجھ سے ایسا کہا۔ میں نے کہا واللہ جناب جعفر نے مجھے یہ
پیغام دے کر تیرے پاس بھیجا ہے۔ ابولیلیٰ نے آدمی بھیجکر محمد بن مسلم کو
بلوایا اور دوبارہ اس کی شہادت لیکر اس کو نافذ کیا۔

نیز۔ مختار کشی میں ہے کہ اصحاب جعفر صادق سے دو شخص شریک قاضی
کے پاس گئے اور کہا اے ابوعبداللہ ہم کو ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ کہا
کس معاملے میں۔ کہا نماز میں۔ شریک نے کہا دریافت کرو جو چاہو۔ انہوں نے
کہا ہم چاہتے ہیں کہ تم جواب میں یہ نہ کہو کہ فلاں نے اس میں یہ کہا ہے اور فلاں
نے یہ۔ صرف وہ جواب درکار ہے جس میں حدیث رسول اللہ سے استناد ہو
کہا اچھا کہو کیا کہتے ہو۔ کہا قصر کتنی مسافت پر ہوتا ہے۔ کہا عبداللہ بن مسعود کا
اس میں یہ قول ہے اور فلاں کا یہ۔ انہوں نے کہا ابن مسعود اور فلاں فلاں
کی ضرورت نہیں۔ فقط رسول اللہ کی حدیث بیان کرو۔ بولا خدا کی قسم ایک شیخ
کے لئے بڑی قباحت ہے کہ نماز کے مسئلے میں رسول اللہ کی حدیث نہ لا سکے اور
قبیح تر اس سے یہ ہے کہ آنحضرتؐ پر افترا کروں اور حدیث وضعی لاؤں۔

انہوں نے کہا اچھا ایک اور مسئلہ بتلائیے۔ کہا وہ بھی نماز میں ہے۔ کہا ہاں وہ بھی نماز میں ہے کہا پوچھو۔ انہوں نے کہا نماز جمعہ کس پر واجب ہوتی ہے۔ شریک نے کہا اس میں بھی میرے پاس کوئی حدیث رسول اللہ نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت وہاں سے اُٹھنے لگے تو شریک نے کہا۔ یہ مسائل جو تم نے مجھ سے پوچھے ضرور تمہارے پاس ان کا علم ہوگا۔ ہم نے کہا ہاں۔ ہم نے محمد بن مسلم ثقفی سے سُنا ہے انہوں نے امام محمد باقر سے روایت کی۔ انہوں نے باسناد خود رسول اللہ سے نقل کیا۔ شریک نے کہا وہی ثقفی ریش دراز۔ ہم نے کہا ہاں وہی ثقفی۔ کہا اس نے کیا کہا البتہ وہ مامون الحدیث تھا اس نے کیا روایت کی۔ میں نے کہا اس نے رسول اللہ سے نقل کیا ان التقصیر یجب فی بریدین۔ واذا اجتمع خمسۃ احدھم الامام فلھم ان یجمعوا۔ تحقیق کہ قصر کرنا اوپر فاصلہ دو برید (منزل) کے ہے اور جب پانچ شخص جمع ہوجائیں جن میں سے ایک پیش نماز ہو تو ان کو چاہئے کہ نماز جمعہ بجالائیں۔

جابر بن یزید الجعفی

آپ شروع شباب میں طلب علم دین کے لئے کوفہ سے مدینہ میں آئے اور ابو جعفر محمد باقر ع کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض مدّعا کیا۔ تاکہ زمرہ فیض یابان مجلس اقدس میں داخل کئے جائیں حضرت نے ملتمس ان کا قبول کیا۔ اور جیسا کہ پہلے گزرا ارشاد کیا کہ کوئی دریافت کرے تو عراق وطن نہ بتلانا۔ کہنا اہل مدینہ سے ہوں۔ جابر نے عرض کی کیا یہ جھوٹ نہیں۔ میرا پہلا سوال یہی ہے کہ آیا جھوٹ بولنا روا ہے۔ حضرت نے فرمایا نہیں یہ جھوٹ نہیں جبتک مدینہ میں ہو اہل مدینہ سے ہو۔ اس سے جو کیفیت اہل مدینہ کی آنحضرات کے ساتھ تھی

سمجھ میں آسکتی ہے کہ کوفہ کا رہنے والا بتائے گا تو مخصوصان و شیعیان اہل بیت سے جان کر درپے ایذا رسانی ہونگے۔ مدنی بتانے میں اندیشہ نہ تھا۔ پس ان کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے کہ یہ صورت توریہ کی تلقین فرمائی۔ پیشتر قول امام زین العابدین میں گزرا کہ مدینہ میں بیس کس بھی ایسے نہیں ہیں جو ہم کو دوست رکھیں۔

دیگو۔ کشی علیہ الرحمہ نے بواسطہ عبدالرحمن بن کثیر جابر سے نقل کیا کہ حضرت ابوجعفر نے مجھ سے فرمایا۔ اے جابر ہماری احادیث صعب مستصعب ہیں۔ قسم خدا کی کہ ان کا سوائے نبی مرسل یا ملکِ مقرب کے کوئی متحمل نہیں ہو سکتا۔ یا وہ مومن جس کے قلب کا اللہ تعالیٰ امتحان کر چکا ہو۔ پس اے جابر تم پر کوئی کلام ہمارا وارد ہو جس پر تمہاری طبیعت نرم ہو تو شکر خدا بجالاؤ۔ انکار کرے تو اس کو ہماری طرف رد کرو۔ اور ہرگز نہ کہو کہ یہ کیونکر اور کس طرح ہے۔ قسم بخدا کی کہ یہ شرک بخدا ہے یعنی ہمارا کلام تمہاری چون و چرا سے برتر ہے۔

دیگو۔ جابر نے کہا کہ آنحضرتؑ نے ستر ہزار احادیث مجھ سے ایسی بیان کیں جن کا میں نے آجتک کسی سے ذکر نہیں کیا اور نہ کبھی کروں گا ایک بار میں نے آنحضرت سے عرض کیا تھا کہ قربان ہوں حضرت پر بڑا بھاری بوجھ حضور نے میرے سر پر رکھ دیا ہے کہ وہ اسرار کہے جن کو کسی کے سامنے بیان نہ کر سکوں۔ بعض اوقات میرے دل میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے کہ حالت جنون طاری ہو جاتی ہے فرمایا ایسی صورت ہوا کرے تو کوہ و دشت میں چلے جایا کرو۔ اور وہاں ایک گڑھا کھود کر اس میں منہ رکھو اور کہو حدثنی محمد بن علی کذا وکذا۔ مجھ سے ابوجعفر محمد باقرؑ نے ایسا اور ایسا بیان کیا۔

نیز۔ جابر نے کہا کہ حضرتؑ نے مجھ کو ایک کتاب عطا کی اور فرمایا کہ اس کا مضمون عہد بنی امیہ تک کسی سے بیان نکرنا اور اس کے بعد ہرگز اخفا نکرنا۔ پھر ایک اور کتبہ عنایت کیا کہ اس کا مضمون بھی کبھی کسی سے نہ کہنا اور دونوں باتوں کی اس قدر تاکید کی کہ اس کے خلاف کرے گا تو رحمتِ خدا تجھ سے دور ہو گی یعنی ملعون ہو گا۔ اس لئے جابر کہا کرتے ہیں ستّر ہزار ایسی حدیثوں کا راوی ہوں جن کو آجتک مجھ سے کسی نے نہیں سُنا۔

نیز۔ کشی علیہ الرحمہ نے زیاد بن ابی الحلال سے روایت کی کہ اس نے کہا ہمارے اصحاب کے درمیان جابر کے بارے میں اختلاف ہوا میں نے کہا اس کے مقدمے میں حضرت ابو عبداللہؑ سے دریافت کیا چاہیئے اس نیّت سے حاضر خدمت ہوا تو بغیر اس کے کہ لب کشا ہوں آپ نے فرمایا رَحِم اللہ جابر الجعفی کان یصدّق علینا ولعن اللہ المغیرۃ بن سعید کان یکذّب علینا۔ حق تعالیٰ جابر جعفی کو رحم کرے وہ ہماری احادیث راست راست بیان کرتا تھا اور لعنتِ خدا ہو مغیرہ بن سعید پر وہ ہم پر جھوٹھ باندھتا اور افترا لگاتا تھا۔ ابن غضائری نے کہا جابر کے ثقہ و صدوق ہونے میں شک وشبہ نہیں اِلّا اس کے راوی۔ جو لوگ اس سے نقل احادیث کرتے تھے ان میں اکثر ضعفا شامل تھے۔

دیگر۔ عبدالحمید بن ابی العلا سے نقل ہوا ہے کہ کہا میں اس زمانے میں جب ولید قتل ہوا مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ لوگ ایک مقام پر اکٹھے ہو رہے ہیں۔ میں اس طرف گیا تو دیکھتا ہوں کہ جابر جعفی عمامہ سُرخ خز کا سر پر باندھے کہہ رہے ہیں۔ حدّثنی وصیّ الاوصیاء و وارث علم الانبیاء محمد بن علی علیہما السلام۔ کہ مجھ سے وصیوں کے وصی۔ علوم انبیا کے

کے ورثہ دار ابو جعفر محمد باقرؑ نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی ۔ لوگ اس کو سُن کر کہتے ۔ جُنّ جابر جُنّ جابر ۔ جابر کو جنون ہو گیا ۔ جابر دیوانہ ہو گئے ۔

جنونِ جابر جعفی

مذکورہ بالا بیان سُن کر جن لوگوں نے ان کو دیوانہ کہا وہ تو خود دیوانہ تھے مگر ایک زمانے میں اس سے پہلے ان کو مصلحۃً خود ضرور دیوانہ بننا پڑا ہے ۔ اس کا بیان علامہ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے اپنی مشہور کتاب مناقب آل ابی طالب میں یوں کیا ہے کہ نعمان بن بشیر نے کہا کہ ایک مرتبہ طویل القامہ آدمی نے اثناء راہ آکر جابر کے ہاتھ میں ایک نامہ دیا ۔ انہوں نے اس کو دیکھ کر آنکھوں پر رکھا وہ خط محمدؑ بن علیؑ الباقر کا تھا ۔ جابر نے نامہ بر سے پوچھا کس وقت آنحضرتؑ سے جدا ہوا ۔ اس نے کہا الساعۃ یعنی اسی وقت ۔ جابر نے مُہر توڑ کر پڑھنا شروع کیا ۔ تو پڑھتے اور ناک بھوں سکوڑتے جاتے تھے خط پڑھ کر اپنے پاس رکھ لیا ۔ اس کے بعد کوفہ پہنچنے تک کسی نے ان کو ہنستے اور خوش ہوتے نہ دیکھا ۔ کوفہ پہنچے تو میں اگلے روز صبح کو ان کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ گھر سے عجیب حالت میں نکلے کہ گلے میں کچھ مُہرے لٹکائے بر وا یتے ایک زنبیل خرموں کا سر پر رکھے اور بچوں کی طرح ایک سر کنڈے پر سوار ہیں اور کہتے جاتے ہیں اُدخل یا منصور بن جمہور امیرا غیر مامور ۔ اے منصور پسر جمہور اندر آؤ بحالیکہ تو امیر ہے نہ کہ رعایا ۔ یہ حالت دیکھ کر لڑکے ان کے گرد جمع ہو گئے اور وہ انکے ساتھ چکر لگا رہے تھے ۔ اور لوگ کہتے تھے کہ جابر مجنون ہو گئے ۔ راوی کہتا ہے ۔ قسم خدا کی کچھ روز نگزرے تھے کہ ہشام بن عبد الملک کا فرمان والی کوفہ کے نام آیا ۔ اس میں درج تھا کہ جابر کو قتل کر کے اس کا سر

یہاں بھیجدو۔ اس نے اہل مجلس سے دریافت کیا کہ جابر بن یزید جعفی کون شخص ہے انہوں نے کہا اصلحك الله وہ ایک مرد صاحب علم وفضیلت تھے مگر اب دیوانہ ہوگئے ہیں رحبہ میں بچّوں کے ساتھ سرکنڈا نیچے لئے گھومتے پھرتے ہیں امیر نے خود ایک بار غرفہ سے نگاہ کی تو درحقیقت اس کو لڑکوں میں کھیلتا اور گردش کرتا پایا۔ بولا خدا کا شکر ہے کہ اس کے قتل سے مجھ کو محفوظ رکھا۔ پس تھوڑے دنوں بعد منصور پسر جمہور شہر میں در آیا اور اس سے وہی امور صادر ہوئے جن کی جابر نے خبر دی تھی۔ انتہیٰ مافی المناقب اور مختار کشی میں اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ حاکمِ شہر نے اس کی یہ حالت ہشام کو لکھ بھیجی پھر وہ معترض نہیں ہوا اور جابر تھوڑے عرصے بعد اپنی اصلی حالت صحت پر آ گئے۔

ایک اور کرامت جابر کی

کشی علیہ الرحمہ نے ایک اور کرامت اس کی یہ نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ اس کے پاس آئے اور کہا ایک مسجد بنانی ہے اس میں ہماری اعانت کیجئے۔ کہا میں ایسے کام میں اعانت نکروں گا جس میں ایک مومن ہلاک ہوجائے پس یہ لوگ اس کے پاس سے نکلے اور کہتے جاتے تھے کہ وہ کنجوس وبخیل ہے۔ جھوٹی باتیں بناتا ہے اگلے روز مطلوبہ تعداد چندے کی جمع ہوگئی اور تعمیر مسجد کا کام شروع کردیا گیا۔ حتیٰ کہ ایک مرد کے پاؤں میں لغزش ہوئی اور وہ گر کر ہلاک ہوا۔ الحاصل جناب جابر کے ورع وتقویٰ وصدق لہجہ میں کسی کو کلام نہیں۔ سُنّی وشیعہ نے اسکی یکساں مدح کی ہے۔ سفیان ثوری سے نقل ہوا ہے کہ ان کو نقل حدیث میں راست گو و صدوق جانتا تھا اور کہا کرتا تھا ما رأیت اورع بالحدیث من جابر کہ میں نے نقل حدیث میں کسی کو جابر سے زیادہ کسی کو پرہیزگار نہیں پایا اور ذہبی نے باوجود اپنے معروف تعصب کے میزان الاعتدال میں اپنے علماء سے بہت کچھ ان کی صدق گوئی کی مدح وثنا نقل کی ہے اور جس قدر مذمت کی وہ اس وجہ سے کی کہ وہ شیعہ تھے۔

شیخ نجاشی نے لکھا ہے کہ جابر جناب ابو جعفر محمد باقر اور ابو عبد اللہ جعفر صادق کی خدمت میں پہنچے اور انہوں نے ۱۲۸ھ میں رحمتِ خدا کی طرف انتقال کیا رحمۃ اللہ علیہ۔

اسمٰعیل بن جابر جعفی

کشی علیہ الرحمہ نے عثمٰن بن عیسیٰ سے نقل کیا کہ اسمٰعیل مذکور نے اس سے کیا۔ مجھ کو لقوے کا مرض ٹرا جس سے صورت بگڑ گئی۔ مدینہ جا کر حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ سے ملا۔ حضرت نے فرمایا تمہاری شکل ایسی کیوں ہو گئی۔ عرض کی ریاح فاسدہ پیدا ہوئیں اس کا اثر ہے۔ فرمایا روضۂ رسول خداؐ پر جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھ کر اپنا ہاتھ مُنہ پر رکھو اور یہ دعا پڑھو۔ بسم اللہ وباللہ ھذا اخرج اقسمت علیك بالذی اتخذ ابراھیم خلیلا وکلم موسی تکلیما وخلق عیسیٰ من روح القدس لما ھدأت و اطفیت کما طفیت نار ابراھیم اطفی باذن اللہ راوی کہتا ہے کہ میں نے یہ عمل کیا۔ دو مرتبہ اس کو کیا تھا کہ میرا چہرہ اصلی حالت پر آ گیا۔ پھر اس وقت تک اچھا ہوں۔ اس مرض نے عود نہیں کیا۔

ثویر بن ابی فاختہ

عباد بن بشیر سے نقل کیا ہے کہ اس نے ثویر سے روایت کی کہ میں اور عمر بن ذر قاضی و ابن قیس الماصر اور صلت بن بہرام حج کو جاتے تھے۔ راستہ میں جہاں قیام ہوتا وہ کہتے ہم نے چار ہزار مسئلے لکھ رکھے ہیں کہ ابو جعفر محمد باقرؑ سے دریافت کریں۔ تیری معرفت یہ سوال کئے جائیں گے۔ میں یہ سُن کر غمگین ہوتا۔ تا اینکہ مدینہ پہنچ کر میں حضرتؑ کی خدمت میں چلا گیا وہ کہیں اور ٹھہرے۔ میں نے عرض کیا کہ فدا ہوں حضرتؑ پر ابن ذر و پسر قیس الماصر اور صلت میرے ہم سفر تھے۔ راہ میں کہتے آتے تھے کہ ہم نے چار ہزار مسئلے لکھ رکھے ہیں جن کو ابو جعفرؑ سے تحقیق کریں گے

میں یہ سُن کر غمگین ہوتا تھا۔ فرمایا اس میں غمگینی کی کیا بات ہے۔ یہاں آئیں تو اندر بلا لیجیو۔ اگلے روز بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک غلام حضرت نے آکر کہا کہ دروازے پر ابن ذر وغیرہ چند اشخاص حاضر ہیں۔ آپ نے فرمایا اے تو یر تو جا کر ان کو اندر لے آ۔ میں بُلا لایا۔ اندر آئے تو سلام کر کے خاموش بیٹھ گئے اور کوئی کلمہ زبان پر نہ لائے۔ دیر ہوئی تو حضرت نے خود کہا کہ ہاں کچھ ذکر احادیث جاری ہو مگر وہ بدستور خاموش تھے۔ حضرت نے یہ دیکھا تو کنیز کو آواز دی کہ کھانا لاؤ وہ خوانِ طعام لے آئی۔ کھانا آگے رکھا گیا تو فرمایا۔ الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے ہر ایک شے کی ایک حدّ مقرّر کی ہے حتّیٰ کہ اس خوانِ طعام کی بھی ایک حد ہے اس پر ابن ذر بولا کہ اس کی کیا حدّ ہے۔ فرمایا اس کی حد یہ ہے کہ آگے رکھا جائے تو بسم اللہ کہی جائے۔ اُٹھایا جائے تو الحمد للہ کہنا چاہیے۔ پس کھانے لگے۔ درمیان میں پانی طلب کیا۔ لونڈی نے ایک چرمی کوزے میں پانی حاضر کیا۔ حضرت نے اس کو ہاتھ میں لے کر پھر اسی کلمہ کا اعادہ کیا کہ الحمد اللہ الذی جعل لکل شیٔ حدًا ینتھی الیہ۔ حتّیٰ کہ اس کوزے کی بھی ایک حد ہے جس پر اس کی انتہا ہوتی ہے۔ ابن ذر نے پھر سوال کیا اس کی کیا حد ہے فرمایا اس کی حد ہے کہ پانی بسم اللہ کہکر پینا شروع کریں اور خاتمہ پر الحمد للہ کہیں اور اس کے دہانے سے اور اس مقام سے جہاں شکستگی ہو مُنہ لگا کر نہ پییں کھانے سے فارغ ہو کر پھر حضرت نے ذکر احادیث چھیڑا۔ مگر ان میں مطلق یارائے کلام نتھا۔ یہ دیکھ کر آپ نے بالخصوص پسر ذر سے خطاب کیا کہ تم کو اہل بیت رسالت کے حق میں بھی کوئی حدیث ملی ہے۔ کہا ہاں یا ابن رسول اللہ۔ ہم کو رسول اللہ سے پہنچا ہے آپنے فرمایا انی تارک فیکم الثقلین احدھما اکبر من الاخر کتاب اللہ و اھل بیتی ان تمسکتم لھما لن تضلوا۔ فرمایا اے پسر

ذرؔ فردائے قیامت جبکہ رسول اللہ سے ملاقات ہوگی اور وہ پوچھیں گے کہ تم میرے بعد ان دو گراں قدر چیزوں سے کس طرح پیش آئے تو تم کیا جواب دو گے۔ یہ سُن کر ابن ذر رونے لگا اور عرض کی حال آنکہ سلسلہ اشک اسکی ریش پر رواں تھا۔ کہیں گے ثقل اکبر سے ہم نے یہ کیا کہ اس کو پارہ پارہ کیا اور اصغر کو قتل و قمع کر ڈالا۔ حضرت نے فرمایا۔ ایسا کہے گا تو ٹھیک یہی جواب ہے آنحضرت کے ساتھ جھوٹ نہ بولے گا۔ اے پسر ذرؔ قسم خدا کی تو ایک قدم بھی ہنگامۂ محشر سے باہر نجائے گا جبتک کہ تین باتوں سے تجھ سے سوال نہو۔ عمر سے کس شئے میں فنا کی۔ مال سے کہ کس طرح کسب کیا کہاں کہاں خرچ کیا اور ہم اہل بیت کی محبّت سے۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد یہ لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے یعنی ان کے وہ چار ہزار مسئلے جوں کے توں رہ گئے۔

قیس بن رمّانہ

نیز مختار کشی میں نقل ہے کہ قیس نے کہا کہ میں نے حضرت ابو جعفر محمد باقر کی خدمت میں حاضر ہو کر تہیدستی اور قرض کی شکایت کی۔ فرمایا قبر مطہر رسول اللہ پر جاکر اپنا عرض حال کرو اور پھر ہمارے پاس آؤ۔ میں وہاں گیا اور جس طرح حضرتؑ نے فرمایا تھا شکایت اپنی افلاس اور بار قرض کی عرض کی اور واپس خدمت میں آیا۔ فرمایا مصلّے کو اُلٹا کر جو کچھ اس کے نیچے ہو لیلو۔ میں نے اس کو اُٹھایا تو وہاں دینار تھے۔ عرض کی قسم خدا کی میں نے جو اپنا حال بیان کیا تو اس کی یہ غرض نہ تھی کہ آپ کچھ عطا کریں۔ فرمایا اس کو لے لو اور کسی کے آگے اپنا حال نکھو کہ اس کے نزدیک خفیف ہو گے پس میں نے وہ دینار اُٹھا لئے۔ شمار کیا تو تین سو دینار تھے۔

مفضل بن قیس بن رُمانہ

بیٹے قیس رُمانہ کے وہ اصحاب جعفر صادقؑ سے تھے جیسے کہ باپ قیس امام محمد باقرؑ کے

متوسلوں سے تھے۔ ابو احمد بن ابی عمیر سے نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا مفضل بن قیس ایک مرد نیک تھے۔ اور محمد بن ابراہیم عبیدی نے کہا کہ مفضل نے حضرت ابو عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا حال بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا اے کنیز وہ تھیلی جس میں چار سو دینار ہیں اور ابو جعفر دوانیقی نے ہم کو دئے تھے لے آؤ۔ وہ لائی تو فرمایا یہ لو اور اپنی تنگدستی کو اس سے دور کرو۔ عرض کی میرا مقصود یہ نتھا۔ میں تو یہ چاہتا تھا کہ حضور درگاہِ باری میں دعا کریں۔ فرمایا میں دُعا کرونگا۔ مگر خبردار لوگوں کے سامنے اپنی تنگدستی کا ذکر زبان پر نہ لائیو کہ ان کی نظر میں خفیف وخوار ہوگا۔

نیز ابن ابی عمیر نے کہا کہ مفضل مذکور خوب آدمی تھے۔ ایک مرتبہ حضرت صادقؑ سے کہنے لگے کہ ہمارے اصحاب فلاں مسئلے میں یہ کہتے تھے۔ اور میں نے یہ کہا حضرت نے فرمایا تو نے درست کہا۔ جبرئیل خدائے جلیل کے پاس سے یہی حکم لیکر آئے تھے۔

علباء بن دراع الاسدی

ابو بصیر نے کہا میں حالت نزع میں علباء کے پاس حاضر تھا مجھ سے کہنے لگے حضرت ابو جعفر میرے واسطے جنّت کے ضامن ہوئے ہیں ان کو یہ وعدہ یاد دلا دینا۔ راوی کہتا ہے کہ میں اس کے بعد جو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا تو مرنے کے وقت علباء کے پاس حاضر تھا میں نے عرض کی حاضر تھا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ حضور اس کے لئے جنّت کے ضامن ہوئے ہیں۔ آپ کو وہ صحبت یاد دلا دوں۔ فرمایا اس نے راست کہا۔ میں رونے لگا اور عرض کی اے مولا میرے کیا میں کبیر السن نابینا اس قابل نہیں کہ آپ میرے لئے اس کی ضمانت کرلیں۔ فرمایا میں تیرے لئے بھی ضامن ہوں۔ میں نے کہا اپنے

آباءِ طاہرین کو بھی اس کا ضامن کیجئے اور ایک ایک کا نام لیا۔ فرمایا وہ بھی ضامن ہیں۔ میں نے عرض کی رسول خداؐ کو بھی اس کا ضامن کیجئے۔ فرمایا ان کو بھی ضامن کیا۔ حقیر جامع اوراق کہتا ہے کہ یہی قصہ بعینہٖ ابوبصیر کا حضرت صادقؑ کے ساتھ گزرا۔ شعیب عقرقوفی نے ہی وہاں بھی اُس کو نقل کیا ہے کہ وہ حضرت اس کے لئے اسی طرح اپنے اور اپنے آباءِ طاہرین و رسول ربّ العٰلمین کی طرف سے ضامن بہشت ہوئے بلکہ وہاں حق تعالیٰ کی جانب سے بھی ضمانت فرمائی ہے جیسا کہ پیشتر کتاب کشف الحقائق میں ابوبصیر کے حال میں گزرا۔

تعجب ہے شیخ کشی علیہ الرحمہ سے کہ دونوں صورت سے نقل کر گئے اور اصلاً انکی تاویل و تطبیق کی طرف متوجہ نہ ہوئے ظاہراً اصل قصہ حضرت صادقؑ کے عہد کا ہے راویوں کو وہم ہوا کہ جناب باقرؑ سے اس کو منسوب کیا۔ کیونکہ اس کے بعد دوسری روایت اس سے زیادہ فائش رہتی ابھی ابوبصیر سے رجال کشی میں مذکور ہوئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ علباء اسدی جناب صادقؑ کے عہد تک زندہ تھے پھر کیونکر ابوبصیر نے محمد باقرؑ سے اس کے نزع کی حالت بیان کر کے ایفاءِ عہد کا تذکرہ کیا۔ وہ دوسری روایت جو رجال کشی کے سوا استبصار شیخ باب الخمس میں بھی نقل ہوئی ہے یہ ہے کہ ابوبصیر نے کہا علباء اسدی عہد بنی امیہ میں والیِ بحرین تھا اور وہاں سے اس نے سات لاکھ دینار و اسپ و شتر اور کنیز و غلاموں سے بہت کچھ حاصل کیا۔ پس ان تمام اشیاء کو در دولت پر لا کر حضرت صادقؑ کے سامنے پیش کیا اور عرض کی میں نے ولایت بحرین میں بنی امیہ کے عہدِ حکومت میں یہ سب کچھ کمایا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ان کی خلافت ناروا ہے اس لئے یہاں لایا ہوں کہ یہ سب حضور کا مال ہے۔ آنحضرتؑ نے فرمایا اس کو سامنے لاؤ۔ حاضر ہوا تو فرمایا ہم نے سب قبول کیا اور پھر اپنی طرف سے

تجھ کو ہبہ کر دیا۔ اب تجھ کو حلال ہے اور ہم تیرے لئے جنت کے ضامن ہوتے ہیں

عقبہ بن بشیر الاسدی

شیخ کشی نے نقل کیا ہے کہ عقبہ نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میں حسب نسب کی رو سے ایک مرتبہ عالی رکھتا ہوں ہماری قوم کا ایک عریف[1] مر گیا۔ لوگ اس کی جگہ مجھ کو عریف بنانا چاہتے ہیں حضرت کی اس میں کیا رائے ہے۔ فرمایا تو حسب نسب میں برتر ہے تو اس میں کسی پر کیا احسان۔ حق تعالیٰ نے اسلام کی وجہ سے حالت منقلب کر دی جو لوگوں کی نظر میں وضیع تھا اب شریف ہے بشرطیکہ مومن ہو اور جس کو وہ شریف جانتے تھے اگر کافر ہے تو وضیع ہے سوائے تقویٰ و پرہیزگاری خدا کے کسی کو کسی پر فوقیت نہیں اور تو جو کہتا ہے کہ ہمارے قبیلہ کا عریف مر گیا تجھ کو عریف بنانا چاہتے ہیں اگر جنت سے کراہت رکھتا ہے اور وہ تیرے نزدیک مبغوض ہے تو شوق سے عریف بنجا۔ ظالم حاکم ایک مسلمان کے خون ناحق میں تجھ کو اپنے ساتھ رکھے گا پس لامحالہ تو اس میں اس کے ساتھ شریک ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ تجھ کو ان کی دنیا سے کچھ بھی حاصل نہو۔

اسلم مولیٰ محمد بن الحنفیہ رض

سلام بن سعید الجمحی نے کہا کہ مجھ سے اسلم آزاد کردہ محمد بن حنفیہ رض نے کہا میں ابو جعفر محمد باقر ع کے ساتھ چاہ زمزم کی مینڈ سے پیٹھ لگائے بیٹھا تھا کہ محمد بن عبد اللہ بن الحسن وہاں سے گزرے اور جا کر طواف خانہ کعبہ کرنے لگے۔ حضرت نے فرمایا اے اسلم اس جوان کو پہچانتے ہو۔ عرض کیا کیوں نہیں پہچانتا۔ یہ محمد بیٹے عبد اللہ

[1] عریف بمعنی سردار و شناسندہ و کارگزار قوم۔ مرتبہ میں رئیس سے کمتر ہوتا ہے ۱۲ صراح

بن الحسن کے پڑ پوتے حسن مجتبیٰ کے ہیں۔ فرمایا آگاہ رہو کہ یہ ایک زمانے میں
خروج کرے گا اور ایذائیں اُٹھا کر قتل کر دیا جائے گا۔ پھر فرمایا کہ یہ راز تیرے
پاس امانت رہے کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ راوی کہتا ہے کہ میں معروف بن
خربوذ سے اس کا ذکر کر دیا مگر اسی طرح اس کو تاکید کر دی کہ خبردار کسی کے
آگے اس کا ذکر نہ آئے۔ ایک روز ہم حضرت کی خدمت میں حاضر تھے اور
مکّہ کے پانچ چار اشخاص کے ساتھ صبح و شام حاضر رہتے تھے کہ معروف نے
اس کا ذکر چھیڑا اور حضرت سے عرض کی کہ وہ حدیث (محمد بن عبد اللہ والی) ارشاد
ہو کہ میں حضور کی زبان مبارک سے اس کو سُننا چاہتا ہوں۔ حضرت نے میری
طرف نگاہ کی کہ اسلم ایں میں نے کہا جُعِلتُ فداك جس طرح حضور نے مجھ
سے تاکید کی تھی میں نے ویسے ہی عہد و پیمان اس سے لیکر اس کا تذکرہ
کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا لو کان النّاس کلّھم لنا شیعة لکان ثلثه
ارباعھم لنا شکّا کا والربع الاخر احمق۔ اگر تمام جہان ہمارا شیعہ ہوتا
تو ¾ ان سے ہم میں شک کرنے والے اور ایک ربع ¼ احمق بیوقوف ہوتے
جامع الاوراق کہتا ہے کہ یہ بنا بر اکثریت کے ہے۔ ورنہ بزرگان اصحاب
آنجناب ابوبصیر زرارہ و محمد بن مسلم۔ جابر بن یزید وغیرہ وغیرہ کے کامل العقیدہ
واثق الیقین ہونے میں کون شک کر سکتا ہے۔ بعض حضرات ان میں
ایسے گزرے ہیں کہ انہوں نے اپنے برملا کہا ہے کہ اگر ایک انار کے دو ٹکڑے
کر کے حضور ایک ٹکڑے کو حلال فرماویں دوسرے کو نجس و حرام کہیں تو
ہم سر مو اس میں شک نہ کرینگے یہی سمجھیں گے کہ ضرور آدھا حرام ہے اور آدھا
حلال۔ اور ایک ربع احمق سے مراد وہ سیدھے سادے مسلمان ہیں جن کے

اکثر اھل الجنۃ البلھاء کہ اکثر جنت والے سیدھے سادے پکے مسلمان ہوں گے

محمد بن فرات

محمد بن ولید سے نقل ہے کہ اس نے محمد بن فرات مذکور سے سُنا کہتے تھے میں نے حضرت ابو جعفر محمد باقرؑ سے آیہ شریفہ وتقلبک فی السّاجدین کی بابت دریافت کیا۔ فرمایا مراد اس سے پشتہا انبیین ہے۔ یعنی حق تعالیٰ اپنے حبیب محمد مصطفےٰ کے خطاب میں فرماتا ہے کہ بدلتے رہے ہیں ہم تم کو پشتہا سجدہ گزاراں میں مراد ساجدین سے ایزد سُبحانہ کی وہ انبیاء خدا ہیں جو اجداد آنحضرت میں داخل ہیں یعنی نور آنحضرت ایک نبی کی پُشت سے دوسرے نبی کی پشت میں بدلا گیا۔

یہ محمد فرات سن صبا میں اصبغ بن نباتہ صاحب امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کے ساتھ ان کو دیکھا سر و ریش سب سفید و دراز تھے۔ میرے بوڑھے باپ نے کہا کوئی حدیث جو آنحضرتؐ سے سُنی ہو ہم سے بیان کیجئے کہا ہاں میں نے آنحضرتؐ کو منبر کوفہ پر یہ کہتے سُنا کہ میں سیّد شیب ہوں اور مجھ میں ایوب نبی کی مشابہت ہے اللہ تعالیٰ میری بھی جمعیّت کو اسی طرح جمع کریگا جیسا ایوبؑ کی جمعیت کو پھر جمع کیا۔ میں نے اور میرے باپ نے یہ حدیث آنحضرت کی اصبغ سے سُنی۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد انہوں نے رحمتِ خدا کی طرف انتقال کیا۔

نیز ابن فرات نے عبابہ ربعی سے یہ دوسری حدیث امیرالمؤمنین کی سُنی کہ حضرت نے فرمایا انا قسیم النّار اقول ھذا لی وھذا لک کہ میں قسمت کنندہ دوزخ ہوں روز قیامت اس سے کہوں گا کہ یہ تیرا حصہ ہے تو لے۔ یہ میرا ہے

کہا بچا تھا لڑکوں میں گیند بلاّ کھیلا کرتا تھا۔

سعد اسکاف آپ کے اصحاب سے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار حضرت کی خدمت میں عرض کی یا ابن رسول اللہ فدا ہوں آپ پر میں بعض اوقات کسی جگہ بیٹھ جاتا ہوں اور آپ حضرات کے فضائل اور جو حقوق آپ کے اس امّت پر ہیں ان کا بیان کیا کرتا ہوں۔ حضرت باقرؑ نے فرمایا وددت ان علیٰ کلّ ثلثین ذراعاً قاصّاً مثلک دوست رکھتا ہوں کہ تجھ جیسا زبان آور بیان کرنے والا ہر تیس ہاتھ کے فاصلے پر ایک ہوتا۔

فضیل بن یسار یہ وہ بزرگ ہیں جن کی نسبت حضرت باقرؑ نے فرمایا یہ میرے باپ کے اصحاب سے ہیں وانی احبّ الرّجل ان یحبّ اصحاب ابیہ میں اس شخص کو دوست رکھتا ہوں جو اپنے باپ کے اصحاب کو دوست رکھے۔

کشی علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو جعفر فضیل بن یسار کو دیکھتے تو فرماتے بخٍ بخٍ بشّر المخبتین مرحباً بمن تانس بہ الارض مبارک و گوارا ہو۔ بشارت دو صاحبان نفوس مطمئنہ کو۔ مرحبا ہو اس شخص کو کہ زمین جس سے انس پذیر ہو۔ ایسے ہی کلمات مدح و ثنا فضیل بن یسار میں جناب صادقؑ سے منقول ہیں وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

ع ویں سعادت بزور بازو نیست۔

علامہ ابن شہر آشوب رح دربارۂ اصحاب انجناب جناب ابو جعفرؑ کہتے ہیں کہ فرقہ ناجیہ نے اتفاق کیا ہے اسپر کہ فقیہ ترین اوّلین اصحاب ابو جعفر محمد باقر و ابو عبداللہ جعفر صادق چھ اشخاص ہیں۔ زرارہ بن اعین۔ ابو بصیر

اسدی - فضیل بن یسار ہندی - محمد بن مسلم طائفی (ان چاروں کا حال بیشتر اس کتاب میں اور اس سے پہلے کشف الحقائق تاریخ جعفر صادق میں مذکور ہوا) دو باقی - معروف خربوذ (طول سجود میں مشہور ہیں اور ان کے دراز سجدوں کی حکایت جمیل دراج نے اور ان سے محمد بن عمیر نے نقل کی ہے - برید بن معاویہ عجلی (ان کا حال بھی کشف الحقائق میں گزرا - حضرت صادق نے انکو اپنے باپ ابو جعفر محمد باقر کے اصحاب سے شمار کیا ہے اور فرمایا وہ آنحضرت کے زینت مجلس تھے دُنیا و آخرت میں) پھر صاحب مناقب کہتے ہیں کہ بواب (دربان) آنحضرتؑ کے جابر بن یزید جعفی تھے - وفق ہر ذکرہ اور اصحاب اطیاب بتفصیل ذیل لکھتے ہیں -

حمران بن اعین شیبانی - (چونکہ اصحاب ابو عبداللہ جعفر صادق میں بھی داخل تھے کشف الحقائق میں ان کا ذکر ہوا - یہاں اس کتاب کے مناسب اور ایک روایت کشی کی نقل ہوتی ہے کشی میں ہے کہ حمران کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر محمد باقر کی خدمت میں عرض کیا یا ابن رسول اللہ میں نے عہد کیا ہے کہ مدینہ سے نجاؤں گا جبتک کہ معلوم نہ کرلوں کہ آیا میں حضرت کے شیعوں سے ہوں - فرمایا نعم فی الدنیا والاخرۃ - ہاں تو ہمارے شیعوں سے ہے دُنیا و آخرت میں -

عبدالملک بن اعین	برادران زرارہ وحمران سب کے سب مومن طریقہ حقہ پر تھے -
عبدالرحمان " "	
بکیر " "	

محمد بن اسمٰعیل بن بزیع - (انہوں نے جناب باقر سے ایک کرتے کا سوال کیا کہ حضور اپنے توشہ خانہ سے ملبوس خاص قمیص عنایت کریں کہ اس کو اپنا

کفن کروں۔ آپ نے کُرتہ عطا کیا کہ اس کا تکمہ وغیرہ نکال دینا)۔

۶ عبداللہ بن میمون قداح۔ (ان کو آنحضرت نے فرمایا۔ تم مکہ میں اپنے طریق کے آدمی ہو۔ عرض کی چار۔ فرمایا۔ تم اندھیاری زمین کے روشن کرنیوالے ستارے ہو)۔

۷ محمد بن مروان کوفی۔ از اولاد ابو الاسود دوئلی۔

۸ اسمٰعیل بن نفیل ہاشمی۔ پسر نوفل بن حارث۔

۹ ابو ہارون مکفوف۔ ۱۰ طریف ناصح بیاع الاکفان۔ ۱۱ سعید بن طریف الاسکاف الدولی۔ ۱۲ اسمٰعیل بن جابر الخثعمی الکوفی۔ ۱۳ عقبہ بن بشیر الاسدی۔ ۱۴ اسلم مکی مولائے محمد بن الحنفیہ۔ ۱۵ ابو بصیر لیث بن البختری المرادی۔ ۱۶ کمیت بن زید الاسدی الشاعر۔ ۱۷ ناجیہ یا نجیہ بن عمارہ الصیداوی الاسدی۔ ۱۸ معاذ مسلم البر النحوی وغیرہ وغیرہ۔

مخالفان و معاندان آنحضرت صلوات اللہ علیہ

مغیرہ بن سعید جس نے حضرت ابو جعفر کے بارے میں غلو کر کے آنحضرت کو ایذا دی اور جھوٹی باتیں آپ کی طرف منسوب کیں

مغیرہ بن سعید تھا جس طرح ابو الخطاب حضرت صادقؑ پر افترا کرتا اور دروغ حدیثیں اس کی طرف سے خلقت میں پھیلاتا۔ مغیرہ بن سعید انکے باپ پر تہمتیں لگاتا و افترا باندھتا تھا۔

کشی رح نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا مغیرہ بن سعید حضرت ابو جعفر پر جھوٹ باندھتا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے حرارت آہن کا مزہ چکھایا۔ اور حضرت صادق نے ارشاد کیا کہ خدا لعنت کرے مغیرہ کو

وہ میرے باپ پر جھوٹی باتیں باندھتا تھا۔حق تعالیٰ نے اس کو حرارت آہن کا ذائقہ چکھایا۔ خدا کی لعنت ہو ان لوگوں کو جو ہمارے حق میں وہ باتیں بناتے ہیں جن کو ہم اپنے لئے روا نہیں رکھتے ۔ خدا لعنت کرے ان کو جو ہم کو اس عبودیت و بندگی خدا سے جس پر ہم پیدا ہوئے باز رکھتے ہیں۔ تحقیق کہ ہماری بازگشت خدا کی طرف ہے ۔ اور وہی ہمارا مالک تقدیر ہے ۔

نیز مختار کشی میں محمد بن عیسیٰ بن عبید سے روایت ہے کہ کسی نے ہمارے اصحاب سے یونس بن عبد الرحمٰن سے کہا اے ابو محمد تم نقل حدیث میں بہت تشدّد کرواتے ہو اور بہت سی احادیث روایت کردہ فرقہ حقہ کا انکار کرتے ہو۔ یہ تمہاری ردّ احادیث کی کیسی عادت ہے۔ انہوں نے کہا ہشام بن عبد الحکم نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابو عبد اللہ کو سنا کہ فرماتے تھے کہ ہماری کوئی حدیث قبول نکرو جبتک قرآن خدا و حدیث رسول خدا کی اور ہماری اگلی احادیث کی موافق نہو۔ کیونکہ مغیرہ بن سعید نے میرے باپ کے اصحاب کی کتب احادیث میں ایسی باتیں شامل کر دی ہیں جس کو آنحضرت نے نہیں فرمایا۔ پس خدا سے ڈرو اور ان امور کو ہماری طرف سے قبول نکرو جو قول خدا و سنّت رسول خدا محمد مصطفےٰ کے مخالف ہو۔ کیونکہ ہم جو حدیث بیان کرتے ہیں یہی کہتے ہیں کہ قال اللہ عزّ وجلّ کذا وقال رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وآلہ کذا۔

اور خود ہشام حکم سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ سے سُنا کہ مغیرہ بن سعید دیدہ و دانستہ میرے باپ پر جھوٹ باندھتا تھا۔ اس کے اصحاب کہ میرے باپ کے اصحاب میں ملے جلے رہتے تھے ان سے بہت سی فاسد باتیں انکے درمیان پھیلی اور باقی رہیں۔

شعرائے آنجناب

کمیت بن زیاد الاسدی

اکابر شعراء شیعہ اثنا عشریہ سے ہے حضرت ابو جعفر محمد باقرؑ و ابو عبداللہ جعفر صادقؑ کا معاصر تھا ان دونو کی اور دیگر اہل بیت علیہم السّلام کی مدح میں قصائد غرا رکھتا ہے۔ علاّمہ حلّیؒ نے خلاصۃ الاقوال میں اس کو مقبولین سے شمار کیا ہے اور بلفظ مشکور اس کی صفت وثنا کی۔ ہکذا فی مجالس المؤمنین۔

نیز مجالس میں ہے کہ شیعوں ہی پر موقوف نہیں سُنّی بھی اس کے قائل ہیں کہ کمیت محبّ اہل بیت اطہار اور جام عشق اپنا ان کی محبّت میں سرشار رکھتا تھا۔ چنانچہ بعض علماء شافعیہ نے شرح شفاء قاضی عیاض مالکی میں اس مقام پر جہاں سیّد حمیری کے حق میں کہا ہے کہ وہ غالیان شیعہ سے تھا خلفاء ثلثہ کی تکفیر کرتا تھا۔ کمیت کی نسبت لکھا ہے۔ لیکن وہ تکفیر صحابہ نہیں کرتا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس شافعی عالم کے نزدیک کمیت شیعہ ضرور تھا۔ گو اس میں غلو نہ رکھتا تھا۔

وہ مؤیّد بروح القدس تھا

کافی میں ہے کہ کمیت حضرت محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا اے کمیت ہمارے پاس مالِ دُنیا سے کچھ نہیں۔ ہوتا تو تجھ کو دیتے۔ مگر اب تیرے لئے ہے قول رسول اللہؐ کا جو حسّان بن ثابت کے حق میں ارشاد کیا کہ لَا یزال مؤیدًا بروح القدس مادمت تقول فینا۔ اے حسّان تو برابر روح القدس سے تائید حاصل کرتا رہے گا جبتک کہ ہماری مدح میں شعر کہے گا یا ہماری حمایت کرے گا۔ کمیت نے کہا حضور شیخین کے بارے میں کیا فرماتے

ہیں۔ فرمایا واللہ ما اُھریقت محجمۃ دم ولا دفع حجۃ بغیر حق ولا حکم بظلم الا وھو فی اعناقھما الی یوم یقوم قائمنا۔ قسم خدا کی بقدر ایک بار حجامت کے خون نہیں گرایا جاتا۔ اور ایک حجۃ کا ابطال بناحق نہیں کیا جاتا اور ایک حکم ظالمانہ جاری نہیں ہوتا الا یہ کہ اس کا وبال ان دونو کی گردن پر ہے۔ اس وقت تک کہ قائم آل محمدؐ محمد بن الحسن العسکری کی حکومت روئے زمین پر قائم ہو۔ بروایتے اس قدر اور فرمایا نحن معاشر بنی ھاشم نامر کبارنا وصغارنا بسبھما والبراءۃ منھما۔ ہم گروہ بنی ہاشم اپنے چھوٹوں بڑوں کو انکی مذمت کرنے اور ان سے برارت وبیزاری رکھنے کا امر کرتے ہیں۔

بہرکیف کمیت نے حضرت کا کلام سُن کر کہا اللہ اکبر اللہ اکبر حسبی حسبی۔ میرے لئے یہی ارشاد حضرت کا کافی ہے۔

اس کے شعر میں حضرت کا اصلاح دینا

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ حضرت باقرؑ نے کثیر شاعر سے کہا تو نے عبد الملک کی مدح کی۔ اس نے کہا فدا ہوں آپ پر میں نے اس کو یا امام الھدے نہیں کہا۔ بلکہ اسد سے خطاب کیا۔ اور اسد (شیر) ایک سگ درندہ ہے اور شمس کہا اور شمس (سورج) جمادات سے ایک شے ہے اور بحر کہا اور بحر ایک بیجان چیز ہے۔ اور حیّہ کہا۔ اور حیّہ (سانپ) ایک زمین پر رینگ کر چلنے والا متعفّن وبدبودار دابّہ ہے۔ اور جبل کہا اور جبل (پہاڑ) سنگ سخت ہے۔ یہ عذر خواہی کثیر کی سُنکر حضرت متبسّم ہوئے۔ اور کمیت نے یہ اشعار حضرت کے سامنے انشاد کئے ؎

من لقلب متیّم مستھام غیر ما صبوۃ ولا احلام

جب اس شعر پر پہنچا ؎

اخلص اللہ لی ہوای فما اغرق نزعًا ولا تطیش سہامی

یعنی خدا نے میری محبت کو جو تم اہل بیت کے بارے میں رکھتا ہوں خالص گردانا ہے۔ اس کا اثر یہ ہے کہ جب تمہاری مدح کا ارادہ کرتا ہوں تو گو کمان کو بزور نہیں کھینچتا مگر تیر نشانے پر پہنچ جاتا ہے۔ یعنی حسب دلخواہ کامیاب مراد ہوتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا اے کمیت یہ شعر اس طرح ہو تو بہتر ہے۔ اخلص اللہ فی ہوای فقد + اغرق نزعًا ولا تطیش سہامی + کہ میں مبالغہ کرتا ہوں اس کے کھینچنے میں اور میرا تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھتا ہے۔ اور ذرا خطا نہیں کرتا

لہ اغرق النازع فی القوس۔ اغراق و مبالغہ کیا تیرانداز نے کمان کھینچنے میں یہ ایک ضرب المثل ہے جہاں کسی کی کارکردگی میں مبالغہ کریں اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ طاش السہم عن الہدف تیر نے نشانے سے عدول کیا۔ شاعر کہتا ہے کہ اگرچہ میں تمہاری مدح خوانی میں کمان کو زور سے نہیں کھینچتا۔ تب بھی میرا تیر نشانے پر بیٹھا لگتا ہے حضرت نے شعر کی نفی کو اثبات سے بدل دیا۔ یعنی ما اغرق نزعا کی جگہ فقد اغرق نزعًا فرمایا۔ جس سے ایک تو یہ فائدہ ہوا کہ شاعر کی طرف سے مدح گوئی میں تقصیر و بے پروائی کا جو وہم ہوتا تھا دور ہو گیا۔ دوسرے کمان کی کشش میں مبالغہ کرنے کو تیر کے نشانے پر لگنے میں کچھ دخل نہیں بلکہ معاملہ بالعکس ہے علاوہ بر ایں اس صورت میں ایک لطیف و کامل پہلو یہ ہے کہ مدّاح جب اپنے ممدوح کی مدح میں مبالغہ کرے تو بوجہ ارتکاب کذب حق سے گزر جاتا ہے۔ جیسا کہ تیرانداز جب کمان کو زور سے کھینچتا ہے تو نشانہ چوک جاتا ہے پس شاعر نے کہا میں جس قدر تمہاری مدح میں مبالغہ کرتا ہوں۔ میرا تیر ہدف حق سے عدول نہیں کرنے پاتا ۱۲ بہار الانوار

کمیت اس برجستہ اصلاح پر پھڑک گیا اور بولا یا مولای انت اشعر منی فی ھذا المعنی ۔ اے آقا میرے ۔ آپ ان معنوں میں مجھ سے بڑھ کر شاعر ہیں۔

نیز مناقب میں ہے کہ جب کمیت نے امام باقرؑ کے سامنے قصیدۂ مشہور من لقلب متیم مستھام الخ پڑھا تو حضرت نے قبلہ رو ہو کر تین مرتبہ کہا اللھم ارحم الکمیت و اغفر لہ ۔ خداوندا تو کمیت پر رحم کر اور اسکی مغفرت فرما ۔ پھر ایک لاکھ درہم کا اس کے لیئے حکم دیکر فرمایا اے کمیت میں نے تیرے لیئے ۔ یہ مال اپنے گھر والوں سے جمع کیا ہے ۔ کمیت نے کہا نہیں خدا کی قسم میں اسے نلوں گا ۔ میں تو اس کا صلہ فقط مالک السموات والارضین سے چاہتا ہوں ۔ الاحضرتؑ اپنی قمیصوں سے ایک قمیص مجکو عطا فرمائیں آپ نے ایک کُرتہ اپنے ملبوس خاص سے اسکو عنایت کیا ۔

امام کے امر و اشارے سے شیر نے کمیت کی رہبری کی

قطب روندی علیہ الرحمہ نے کتاب خرائج والجرائح میں اس مقام پر جہاں درندوں کے حضرات ائمہ علیہم السّلام کے تابع فرمان ہونے کا بیان کیا ہے ۔ روایت کی ہے کہ جب دشمنان اہل بیتؑ نے کمیت کو بجرم محبّت آنحضرتؑ کے قتل کرنا چاہا ۔ اور وہ روپوش ہو گیا تو کچھ لوگوں کو راستوں پر مقرر کر دیا کہ جس مقام پر اس کو پائیں پکڑ لیں ۔ حضرتؑ نے اسے فرمایا کہ رات کو نکل جا کسی سے ضرر نہ پہنچے گا ۔ پس کمیت حسب فرمان مکان سے نکل کر ایک سمت کو چلا تھا کہ ایک شیر آگے آیا اور اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا پس کمیت نے دوسری طرف سے جانا چاہا ۔ شیر اُدھر سے بھی مانع آیا ۔ اور چند چند حرکتیں ایسی کیں جنسے کمیت پا گیا کہ شیر چاہتا ہے کہ میں اس کے پیچھے چلوں پس شیر آگے اور کمیت اس کے پیچھے رواں ہوا ۔ حتیٰ کہ ایسے مقام میں پہنچ گیا

جہاں دشمنوں کا دست تعدّی اس سے کوتاہ تھا۔ مجالس المومنین میں اسکے بعد لکھتے ہیں کہ یہ حکایت اس کی کرامت کے مثل و مشابہ ہے کہ سیّد حمیری کے حق میں جناب صادقؑ کی دُعا سے ظاہر ہوئی جبکہ سیّد اپنے ماں باپ سے بھاگے پھرتے تھے اور انہوں نے حاکم وقت کو ان کی گرفتاری پر برانگیختہ کر رکھا تھا۔

اس کا جوش ولاؤ محبّت اہل بیتؑ

کہتے ہیں کہ ایک روز کمیت حاضر خدمت امام ہمام ہوا تو اس وقت جناب باقرؑ اس شعر سے ترنم فرما رہے تھے ؎

ذھب الذین یعاش فی اکنافھم　　لم یبق الا شامت او حاسدُ

یعنی وہ لوگ جن کی کنف حمایت و عنایت میں عیش و عشرت سے بسر ہو سکتی تھی چلے گئے۔ اب حاسدوں اور شماتت کرنے والوں کے سوا کوئی باقی نہیں۔ کمیت یہ سُن کر بیتاب ہو گیا اور بیساختہ یہ شعر اسی وزن و قافیہ کا اس کی زبان سے نکلا ؎

وبقی علی ظھر البسیطۃ واحدُ　　فھو المراد وانت ذاک الواحدُ

اور پشت زمین پر فقط ایک شخص واحد باقی ہے جس کی طرف ارادہ کیا جائے اور تو ہی اے مولیٰ میرے وہ ذات واحد ہے۔

کمیت کے جنّتی ہونیکی شہادت

رجال کشی میں ابو المسیح عبداللہ بن مروانی حرانی سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا کہ ہمارے پاس ایک مرد عباد اللہ الصالحین سے رہتا تھا۔ وہ کمیت کے شعر بکثرت پڑھا کرتا۔ چونکہ اس میں ماہر تھا۔ لوگ اس سے یہ اشعار سُنا کرتے یکایک اس نے ان کا انشاد چھوڑ دیا اور یہ چھوڑنا اس کا پچیس[25] سال تک مستمر

رہا۔ کہ انکا پڑھنا ناجائز جانتا تھا۔

مگر پھر اس طرف عود کیا اور دوبارہ ان کا پڑھنا شروع کر دیا لوگوں نے کہا تو ان سے پرہیز کرتا تھا اور ان کے پڑھنے کو حلال نہیں جانتا تھا۔ پھر کس لئے اب پڑھنے لگا ہے۔ کہا میں نے خواب میں دیکھا۔ گویا قیامت قائم ہوئی۔ اور میں ہنگامۂ محشر میں ہوں۔ مجکو ایک صحیفہ دیا گیا ہے جس میں شیعیان و محبان علی بن ابی طالب سے بہشت میں جانیوالوں کے نام درج ہیں میں نے پہلی اور دوسری سطر پڑھی ان میں کوئی نام ایسا نظر نہ آیا۔ جس کو میں پہچانتا ہوں۔ تیسری چوتھی سطر میں نظر کی تو وہاں کمیت بن زید اسدی کا نام دکھائی دیا اس کا مجھ پر اثر ہوا اور پھر اس کے اشعار کو پڑھنے لگا ہوں

ابو ہاشم سید اسمٰعیل بن محمد حمیری

حقیر ان کا حال خیر مآل اب سے پیشتر کتاب کشف الحقائق میں بذیل حالات شعراء جناب صادقؑ لکھ چکا ہے لیکن مناقب میں شعراء جناب باقرؑ کے ذیل میں ان کو بھی شمار کیا ہے۔ چنانچہ کمیت کے بعد ان کا نام درج کیا ہے۔ اس لئے تاسیاً الجنابہ میں بھی یہاں ان کا ذکر کرتا ہوں اور نہیں چاہتا کہ تاریخ حضرت باقرؑ سید کے تذکرے سے خالی رہے۔ گو بنظر اینکہ ولادت سید حمیری ۱۰۵ھ میں اور وفات جناب باقر اس کے نو سال بعد ۱۱۴ھ میں ہوئی تو بعید ہے کہ ان کو حضرت کے مواجہ میں کبھی ان کو آپ کی مدح کرنے کا موقع ملا ہو۔ ہاں ویسے وہ مومن و موالی و شیعہ غالی تھے۔ اور مدح و ثناء خاندان رسالت میں ہمیشہ رطب اللسان رہتے تھے اور ممکن ہے کہ باعث قرب زمان خاص جناب باقر

کی شان میں زیادہ خامہ فرسائی و مداحی کی ہو بالجملہ جیسا کہ پہلے گزرا سید کا مومن و شیعہ فدائی ہونا اور اعدار دین خصوصاً خلفار ثلثہ سے برأت و بیزاری رکھنا معروف و مشہور ہے۔ مجالس المؤمنین میں تذکرہ ابن معتز وغیرہ کتب سے نقل کیا ہے کہ ماں اور باپ سید کے دونو ناصبی دشمن اہل بیت رسالت تھے۔ انہوں نے اپنے بعض اشعار میں ان کو اس عقیدۂ فاسدہ پر بہت زجر و ملامت کیا ہے ایک بار کسی نے سید سے پوچھا تم کیونکر شیعہ ہوئے۔ حال آنکہ شام کے رہنے والے قبیلہ حمیر سے ہو۔ انہوں نے فی الفور جواب میں کہا صُبّت علیّ الرحمۃ صبّاً فکنت کمومن آل فرعون۔ میرے اوپر رحمت کاملہ الٰہی کا نزول ہوتا رہا تا اینکہ میں مثل مومن آل فرعون کے ہوگیا۔ اس کلام سے ان کا اشارہ ہے طرف فرعونیت معاویہ اور اسکے اعوان و انصار کے۔ کیونکہ قبیلہ حمیر کے بہت سے اشخاص و ارکان مثل ذوالکلاع وغیرہ کے جنگ صفین میں اس کے ساتھ تھے اور امیر المؤمنین کے ساتھ لڑائی کرتے تھے۔

فوات الوفیات میں ابو عبیدہ کا قول نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا بنی امیہ کی کسی نے اس قدر مذمت و ہجو نہیں کی جتنی یزید بن مفرغ اور سید حمیری نے کی۔ نقل ہے کہ دو شخصوں میں تکرار ہوئی کہ افضل خلق بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ کون ہے ایک کہتا تھا کہ ابو بکر ہے دوسرا علی کا قائل تھا۔ آخر دونوں اس پر رضامند ہوئے کہ پہلا شخص جو اس وقت ہم پر وارد ہووے۔ جو کچھ وہ حکم کرے اس پر کاربند ہوں۔ اتفاقاً سید حمیری اس وقت وہاں آنکلے۔ فضیلت علی کے قائل نے ان سے کہا ہمارے درمیان نزاع ہے کہ افضل خلائق بعد ختمی مآب کون ہے۔ میں کہتا ہوں کہ افضل خلائق بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ علی ہیں سید کو اتنا سُنکر تاب نہ ہی کہ اس کا تمام بیان سُن لیں تب کچھ کہیں بیتابانہ بولے

اور یہ کیسر رائیہ کیا کہتا ہے - قائل بفضیلت ابوبکر یہ سن کر سہم گیا اور بولا میں کچھ نہیں کہتا -

نیز تاریخ ابن کثیر شامی سے نقل کیا ہے کہ اصمعی سیّد اسمٰعیل کے میں کہا کرتا تھا لولا انہ یسب الصحابۃ فی شعرہ ماقدمت علیہ احداً من طبقتہ - اگر سیّد حمیری نے اپنے اشعار میں صحابہ کی مذمّت نکی ہوتی تو میں البتّہ اس کے زمانے کے شاعروں سے کسی کے شعر کو اس کے کلام پر فوقیّت ندیتا قاضی نوراللہ نوّر اللہ مرقدہٗ اس کے بعد کہتے ہیں کہ اصمعی کا یہ قول بیجا ہے - کیونکہ شعر کی حسن وخوبی کو مذمّت ومدح صحابہ میں کچھ دخل نہیں کہ اسپر موقوف ہو - مگر اصمعی ناصبی خود دشمن اہل بیت تھا - تو بمفاد ع

مے تراود چہ کنم انچہ در آوند من است

سیّد کے حق میں کہ دوستدار حضرات تھا - یہ کلمہ اس سے مترشح ہوا - پھر کہتے ہیں کہ اصمعی کی عداوت نسبت بخاندان رسالت مشہور ہے اور ذیل کے اس قطعہ سے جس کو شیخ زین الدّین علی بن عراق مصری نے اپنے تذکرے میں نقل کیا ہے ظاہر ہے - لکھا ہے کہ ابوالعنیاء نے کہا کہ میں نے ابو قلامہ جدی کو دیکھا کہ اصمعی کے جنازے پر کہتا تھا ؎

قبح اللہ اعظماً حملوھا	نحو دار البلاء علی خشبات
اعظمٌ تبغض النبیّ واھل	البیت الطیّبین الطّاھرات

بُرا ہو ان مُشتِ استخواں کا جن کو دار آفات وبلیات کی طرف تختہ ہائے چوبین پر

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۷۲) ان کا قوم سیّد نہیں کیونکہ وہ قبیلہ حمیر سے ہیں بکسر حا وسکون میم بروزن منبر - کما مرّ سابقاً ۱۲ منہ سیّد اسمٰعیل کے نام کا جزو ہے -

رکھ کر۔ جارہے ہیں وہ ہڈیاں ہیں کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ اور آپ کے اہل بیت طیبین وطاہرات سے بغض وعداوت رکھنے والی ہیں۔

شیخ کفعمی رح نے حاشیہ کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ سید حمیری ۱۰۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۳ھ میں رحمتِ خدا کی طرف انتقال کر گئے۔

ایک شاعر مجہول الاسم

بحار میں شیخ ابن فہد علی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ کی تحریر سے نقل ہوا ہے کہ ایک مرد حضرت ابو جعفر اوّل کے پاس ایک قصیدہ لیکر آیا جس کا مطلع یہ تھا ؎

علیك السلام ابا جعفر

حضرت نے اس کے صلے میں کچھ نہ دیا۔ تو اس نے عرض کیا کہ میں نے حضرت کی مدح میں قصیدہ کہا۔ آپ نے انعام نہ دیا۔ فرمایا تو نے محکوم مُردوں کا تحیۃ کیا یعنی وہ دُعا دی جو مُردوں کو دیتے ہیں۔ پس کچھ اشعار پڑھ کر ثابت کیا کہ شعراءِ عرب علیك السلام ابتداءً اموات کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ پھر فرمایا تجھ کو کافی تھا کہ اس کو یوں کہتا سلام علیك ابا جعفر۔ محاوراتِ عرب سے آنحضرت ع سے زیادہ کون واقف ہو سکتا تھا۔

مخالفان ومعاندان آنحضرت ان سے کتابیں مستعار لیتے اور مغیرہ کو دیتے وہ ان میں کفر وزندقہ شامل کرتا اور اس کو آنحضرت سے منسوب کرتا۔ اور واپس شیعوں میں کرا دیتا۔ پس جس قدر کتب اصحاب ابو جعفر میں غلو پایا جاتا ہے وہ مغیرہ بن سعید کا ان کی کتابوں میں شامل کیا ہوا ہے۔

اور حبیب خشعمی سے نقل کیا کہ اس نے آنحضرت ابو عبد اللہ سے سُنا فرماتے تھے۔ امام حسن ع کا ایک کذّاب تھا جو ان پر تہمتیں باندھتا۔ امام حسین ع کے لئے ایک کذّاب تھا جو ان پر تہمت لگاتا (دونو کے نام نہیں بتائے) مختار ہمارے

جدامجد علی بن الحسین پر افترا پردازی کرتا۔ مغیرہ بن سعید میرے پدر عالی قدر پر جھوٹی باتیں باندھتا تھا۔

زرارہ کی حدیث ہے کہ ابو عبداللہ نے فرمایا کہ اہل کوفہ میں ایک نا یک کذّاب نزول کرتا رہتا ہے۔ مغیرہ میرے باپ ابو جعفر پر تہمت لگاتا تھا کہ انہوں نے کہا کہ زنان اہل بیت کو حیض آتا ہے تو ان ایام کی نمازیں قضا پڑھتی ہیں۔ لعنت خدا ہو اس پر اس نے صریح جھوٹ بکا۔ ہرگز یہ بات نہیں جیسی دیگر عورات پر ان ایام کی قضا واجب نہیں ویسے ہی ان پر بھی نہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ ابو الخطاب نے میرے اوپر یہ تہمت لگائی کہ میں نے اس کو اور اس کے اصحاب کو کہا نماز مغرب نہ پڑھیں جبتک فلاں ستارہ نہ دیکھ لیں۔ قسم خدا کی میں نہیں جانتا کہ وہ کونسا ستارہ ہے۔

اور سلمان کنانی سے نقل کیا کہ حضرت ابو جعفر نے اس سے کہا کہ مغیرہ بن سعید کی مثال بلعم باعورا کی ہے۔ عرض کی بلعم کون۔ فرمایا بلعم وہ ہے جس کی نسبت حق تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے الّذی اتیناہ آیاتنا فانسلخ منہا فاتبعہ الشّیطان وکان من الغاوین۔ وہ شخص ہے کہ آئیں اُس کے پاس ہماری نشانیاں وہ ان سے نکل گیا۔ پس پیچھے لگا اس کے شیطان اور ہو گیا وہ گمراہوں سے۔

دیگر۔ عبدالرحمٰن بن کثیر سے نقل کیا ہے کہ ابو عبداللہ نے ایک روز اپنے اصحاب سے کہا۔ خدا لعنت کرے مغیرہ بن سعید کو اور اس زنِ یہودیہ کو جسکے پاس وہ آمد و رفت رکھتا اور سحر و شعبدہ و خوارق عادت سیکھا تھا۔ بیشک اس نے میرے پدرِ عالی قدر پر افترا پردازیاں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے نورِ ایمان کو اس سے سلب کر لیا۔ کچھ لوگ میرے اوپر تہمتیں لگاتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کو

حدید کی حرارت چکھائے۔ قسم خدا کی ہم بندگانِ خدا ہیں۔ اس سُبحانہ نے ہم کو پیدا کیا اور برگزیدہ فرمایا کہ کسی نفع وضرر پر قادر نہیں۔ رحم کرے تو یہ اسکی رحمت ہے عذاب کرے تو ہمارے گناہوں کا بدلہ ہے۔ اللہ پر ہماری کوئی حجۃ نہیں نہ اس نے ہم کو آزادیٔ جہنّم کا سرخط لکھ دیا ہے۔ البتّہ ہماری موت آئے گی اور قبروں میں دفن ہوں گے اور بروز قیامت ہنگامۂ محشر میں مبعوث ہوں گے اور اس جلّ جلالہٗ کے آگے کھڑے کئے جائیں گے اور نیک وبد کا سوال ہم سے ہوگا۔ وائے ہو ان پر وہ کیا کہتے ہیں وہ خدا ورسول کی ایذادہی کرتے ہیں اور امیرالمؤمنین وحسن وحسین وعلی بن الحسین ومحمد بن علی علیہم السّلام کو ان کے مرقدوں میں ستاتے ہیں۔ میں ہر چند رسول اللہؐ کا گوشت پوست ہوں۔ رات کو اپنے بستر پر عذاب خدا سے خائف ومرعوب لیٹتا ہوں وہ امن سے ہی بچھونوں پر سوتے ہیں۔ میں لرزاں ترساں بیدار اور کوہ وصحرا میں دیوانہ وار جاتا ہوں۔ پس برارت وبیزاری ڈھونڈتا ہوں خدا کی طرف اس گوش وبینی بریدہ غلام بنی اسد ابوالخطاب سے لعنتِ خدا ہو اس پر۔ قسم خدا کی اگر ہم امتحان لیتے یا خود تم کو ان امور کا حکم دیتے تب بھی فرض تھا کہ ہماری باتوں کو قبول نکرتے چہ جائیکہ مجھ کو دیکھتے ہیں کہ ترسناک وخائف ہوں ان کو بددُعا کرتا ہوں اور خدا کے سامنے ان کی باتوں سے بیزار ہوتا ہوں۔ بتحقیق کہ میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں ایک ذریت رسول اللہؐ علیہ وآلہ سے ہوں مجھ کو کوئی سند نجات سے نہیں دی گئی۔ اطاعت کروں گا تو رحم کرے گا۔ نافرمان ہوں گا تو عذاب شدید فرمائیگا

دیگر محمد بن صباح سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو عبداللہؑ نے اس سے کہا کہ مغیرہ بن سعید وابوالخطاب وہ اشخاص ہیں کہ روئے جنّت نہ دیکھیں گے جبتک کہ بہت عرصہ تک آتش جہنّم میں نہ معذّب ہولیں۔

فائدہ در تحقیق فرقہ بتریہ۔ بالضم بار موحدہ و سکون ثانی۔ یہ فرقہ منسوب بمغیرہ بن سعید ہے جس کا لقب ابتر تھا اور کہا گیا ہے کہ وہ اصحاب کثیر النوا حسن ابن ابی صالح وسالم بن ابی حفصہ۔ حکم بن عتبہ۔ سلمہ بن کہیل و ابو المقدام ثابت الحداد ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے ولایت علی علیہ السلام کو ابو بکر و عمر کی محبّت کے ساتھ خلط ملط کیا یعنی ان کو ہی امام جانتے ہیں۔ ہاں عثمان۔ طلحہ۔ زبیر و عائشہ سے عداوت رکھتے ہیں اور اولاد علی کے ساتھ خروج کرنے کو واجب جانتے ہیں۔ مجمع البحرین اور مختار کشی میں ہے کہ وہ اس خروج کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی راہ سے ضروری گنتے ہیں اور جو کوئی اولاد علی سے خروج کرے اس کو امام برحق سمجھتے ہیں۔ جناب صادق ع نے فرمایا کہ اگر تبریہ مشرق سے مغرب تک ایک صف واحد بھی بنے تو وہ کسی دینِ خدا کی عزّت کے موجب نہوں گے۔

دیگر۔ نیز کشی رح میں سدیر سے روایت ہے کہ اس نے کہا میں حضرت باقر کی خدمت میں داخل ہوا اور میرے ساتھ اس وقت سلمہ بن کہیل۔ ابو المقدام ثابت حداد و سالم بن ابی حفصہ و کثیر النوّا ایک جماعت کے ساتھ تھے اور حضرت ابو جعفر کے پاس ان کے بھائی زید بن علی حاضر تھے۔ انہوں نے کہا ہم علی ع و حسن ع و حسین ع سے محبّت رکھتے ہیں اور ان کے دشمنوں سے بری و بیزار ہیں۔ فرمایا خوب ہے۔ پھر بولے کہ ابو بکر و عمر کے بھی دوست ہیں۔ اور ان کے دشمنوں سے بری۔ اس وقت زید بن علی نے ان سے کہا تو تم فاطمہ بنت رسولخدا ص سے بھی برأت رکھتے ہو۔ بترکم اللہ قصیر و کوتاہ کرے حق تعالےٰ تم کو اس وقت سے اس گروہ کا نام تبریّہ ہوا۔

ابو الجارود زیاد بن منذر اعمیٰ	معروف بہ سرحوب فرقہ سرحوبیہ اس سے منسوب ہے جو ایک شاخ ہی زیدیّہ کی

یہ نام اس کا حضرت ابو جعفر محمد باقرؑ نے رکھا تھا اور وجہ تسمیہ یہ ارشاد کی کہ سرحوب ایک شیطان نابینا کا نام ہے سکین البحر کہ ساکنین دریا سے۔ ابو الجارود مذکور آنکھوں کا اور دل کا دونو طرح اندھا تھا لہذا سرحوب لقب نام پایا۔

لے ابو الجارود رواۃ امام باقر سے ہے اس سے بہت سی روایات کتب شیعہ میں مروی ہیں۔ مولوی حیدر علی سنی منتہی الکلام میں تفسیر علی ابن ابراہیم قمی کا ذکر کرتے ہوئے کہ وہ شیعوں کی بڑی معتبر کتاب ہے اس کا مصنف کلینی علیہ الرحمہ صاحب کافی کا اُستاد تھا محمد باقر مجلسی بحار میں جابجا اس سے نقلیں کرتے ہیں و دیگر علماء شیعہ اس کتاب سے استدلال کرتے ہیں افادہ فرماتے ہیں کہ باوجود اس کے کل روایات تفسیر مذکور کی ابو الجارود سے لی گئی ہیں جس کا نام امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک شیطان نابینا ساکن البحر کے نام پر سرحوب رکھا اور جعفر صادق نے اس کو کاذب و مکذّب کہا یعنی خود جھوٹ بولنے والا اور ائمہ علیہ السلام کے کلام کی تکذیب کرنے والا وغیرہ وغیرہ مولانا سیّد حامد حسین طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ نے کتاب مستطاب استقصار الافحام میں اس کے جواب میں افادہ فرمایا ہے کہ تفسیر متذکرہ کی کل روایات کا اس سے مروی ہونا غلط ہاں کچھ روایتیں اس سے ضرور ماخوذ ہیں؟ یہ ہے کہ مذکور ابو الجارود اپنی اواخر حیات میں مذموم و مجروح و ملوم ہوا۔ ابتدا میں وہ مستقیم العقیدہ صحیح المذہب تھا۔ پس کہاں سے ثابت ہوا کہ تفسیر علی بن ابراہیم کی روایات اسکے تغیّر و فساد کے بعد ماخوذ ہوئیں اس سے پہلے کی ہیں۔ رجال روضۃ المتقین میں لکھا ہے کہ صنّف الاصل فی حال الاستقامۃ و روی اصحابنا عنہ ثم ضلّ فاعتبروا اصلہٗ کما فی غیرہ من الکفرۃ۔ اس نے اپنی کتاب اصلی از اصول احادیث اپنی استقامت و صحت عقیدہ کی حالت میں تصنیف کی۔ اسی وقت میں ہمارے اصحاب نے اس سے روایت احادیث بھی کیا اس کے بعد وہ گمراہ ہو گیا

کشی علیہ الرحمۃ ابو نصر وشا سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا ہم امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر تھے۔ اس وقت ایک کنیز ہمارے سامنے گزری اس کے ہاتھ میں ایک قمقمہ (کاسہ تھا) جس کو اس نے اُلٹ دیا۔ حضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابوالجارود کے دل کو اس طرح اُلٹ دیا جیسے کہ اس لڑکی نے اس کاسے کو اُلٹا اس میں ہمارا کیا گناہ ہے۔

اور ابو بصیر سے روایت کی کہ حضرت ابو عبداللہ کے سامنے کثیر النوا۔ سالم بن ابی حفصہ و ابوالجارود کا ذکر آیا تو فرمایا کذّابون مکذّبون کفّار علیھم لعنۃ اللہ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی جعلت فداك کذاب کو ہمنے جانا کہ جو بہت جھوٹ بولے۔ مکذّبون کے کیا معنی۔ فرمایا۔ جھوٹے کذاب ہیں کہ ہمارے پاس آکر کہتے ہیں کہ ہماری تصدیق کرتے ہیں حال آنکہ واقعہ میں ایسا نہیں اور ہم سے احادیث کا استماع کرتے ہیں اور دل میں ان کی تکذیب کرتے ہیں۔

دیگر۔ ابو سلیمان حمّال نے کہا کہ میں نے سُنا کہ حضرت ابو عبداللہ نے منا کے مقام پر ابوالجارود کے خیمہ پر پکار کر کہا۔ اے ابوالجارود قسم خدا کی میرے باپ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷۸) جیسا کہ دیگر کفار سے بھی یہی سلوک ہوا ہے کہ ان کی روایات بحالت اسلام مقبول و بصورت کفر مردود ہوئیں۔ اس کے بعد صاحب استقصار رحمۃ اللہ علیہ نے الزام و افحام حیدر علی مصنّف منتہی الکلام کو درجہ قصویٰ پر پہنچایا ہے کہ ثابت کیا ہے کہ بزرگان علمار سُنیہ مثل ترمذی نے اپنی صحیح میں اور ابن شاہین و سہیلی و صاحب تفسیر شاہی نے اپنی کتابوں میں سرحوب مذکور سے روایتیں نقل کی ہیں پس جو اعتراض و تمسخر و طنز مصنّف نے علی ابن ابراہیم پر کیے ہیں اس کے لئے یہ لوگ اولے واحق ہیں۔

۱۲ منہ عفی عنہ

اپنی موت کے وقت امام اہل الارض تھے۔ جس نے ان کو نہ پہچانا گمراہ رہا۔ سال آئندہ بھی میں نے آنحضرت کو دیکھا کہ ایسا ہی فرمایا۔ اس کے بعد مجھ کو کوفہ میں اس سے ملنے کا اتفاق ہوا تو میں نے اس سے کہا کیا تم نے ابو عبداللہ کا کلام نہیں سنا جو دو مرتبہ تم نے ارشاد کیا۔ کہا ہاں۔ سنا۔ ان کی مراد باپ سے اس کلام میں علی ابن ابی طالب ہیں محمد باقر نہیں۔

دیگر۔ ابو اسامہ سے روایت کیا کہ اس نے کہا کہ حضرت ابو عبداللہ نے مجھ سے پوچھا کہ ابو الجارود کا کیا حال ہے۔ پھر فرمایا اَمَا وَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُ اِلَّا تَائِھًا۔ قسم خدا کی وہ حیران پریشان ہو کر مریگا۔

عکرمہ مولائی ابن عباس

معاندین معاصرین آنجناب سے کہ نصب و خروج کے دریا میں ڈوبے ہوئے تھے

ایک عکرمہ غلام عبداللہ بن عباس تھا۔ اس کے ناصبی خارجی دشمن اہل بیت ہونے کی بڑے بڑے علماء سُنیہ مثل احمد بن حنبل۔ ابو عبداللہ حاکم۔ ذہبی۔ شیخ عبدالحق وغیرہ وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ مگر شاہ عبدالعزیز دہلوی کی ناصبیت دیکھئے کہ ایسے مشہور خارجی کی مدح وثنا کرتے اور کہتے ہیں کہ عکرمہ شاگرد رشید و غلام خاص عبداللہ بن عباس تھا مگر بعض ناواقفوں نے اس کے اوپر نصب و خروج کی تہمت لگائی ہے۔ یعنی جن لوگوں نے اس کو ناصبی خارجی بتایا ہے وہ خود جاہل ناواقف ہیں اور ان کے شاگرد رشید فاضل رشید الدین باوصف دعوائے محبت اہل بیت اسکو مشاہیر قدماء اہل سنت سے جانتے ہیں۔ صاحب استقصار الافحام علیہ الرحمۃ والرضوان نے کتاب معجم الادباء یاقوت حموی سے نقل کیا ہے کہ عکرمہ مذکور اسّی سال کی عمر میں ۱۰۵ھ میں فوت ہوا۔ اسی روز کثیر عزّہ شاعر نے بھی وفات پائی تھی۔ کثیر شیعہ تھا اور عکرمہ خارجی اباضی مذہب رکھتا تھا۔ ابن سلام نے کہا لوگ

کثیر کے جنازے پر کثرت سے تھے کیونکہ عکرمہ حروری خارجی کی رائے پر تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ اپنے آقا عبد اللہ بن عباس پر جھوٹ باندھتا اور ان کو اپنا ہم مشرب بتلاتا تھا۔ اسی سبب سے علی بن عبد اللہ عباس اسکو ضرب و شلاق کرتے رہتے تھے۔ عبد اللہ بن حارث کا بیان ہے کہ میں علی مذکور سے ملنے گیا تھا تو دیکھا کہ عکرمہ کو رسیوں سے باندھ کر بیت الخلا کے دروازے پر ڈال رکھا تھا میں نے کہا تم اپنے آزاد کردہ کے ساتھ ایسا عمل کرتے ہو۔ علی نے کہا یہ میرے باپ پر جھوٹ باندھتا اور تہمتیں لگاتا ہے۔ اور سعید بن المسیّب نے اپنے غلام آزاد کردہ کو کہا لا تکذب علیّ کما کذب عکرمہ۔ علی ابن عبّاس میرے اوپر اس طرح تہمتیں باندھتا جیسا کہ عکرمہ ابن عباس پر افترا کرتا تھا اور یحیٰی بن بکار میں نے عبد اللہ بن عمر خطاب کو سنا کہ نافع (اپنے آزاد کردہ سے) کہتے تھے کہ ہم پر تہمت نہ لگاتا۔ جیسا عکرمہ عبد اللہ ابن عباس پر کذب و افترا باندھتا تھا۔ افسوس کہ شاہ صاحب ایسے کذّاب مفتری۔ دشمن علیؑ ناصبی خارجی کی حمایت کرتے اور ان کے شاگرد رشید اس کو مشاہیر قدماء اہل سنّت سے جانتے ہیں۔

کشی رحمہ نے زرارہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو جعفر محمد باقرؑ نے عکرمہ کے مرنے کی خبر سُنی تو فرمایا لو ادرکت عکرمۃ عند موتہ لنفعتہ۔ اگر میں عکرمہ کو مرتے وقت ادراک کرتا تو ہر آئینہ اس کو نفع پہنچاتا۔ اسکے بعد زرارہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو عبد اللہؑ سے سوال کیا گیا کہ وہ حضرت اس وقت کو ادراک کرتے تو کیا اس کو نفع پہنچاتے۔ فرمایا مذہب حقّہ تلقین کرتے جسپر تم ہو مگر آنحضرت نے اس کا ادراک نکیا نہ کچھ نفع پہنچا سکے۔ کشی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ یہ کلام آنحضرت کا ایسا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ سے روایت کیا گیا ہے لو اتّخذتُ خلیلاً لاتخذتُ فلاناً خلیلاً۔ اگر میں کسی کو اپنا خلیل و دوست بناتا تو فلاں کو

توفلاں کو خلیل بناتا۔ اس کلام امام نے عکرمہ کے حق میں اس کی مدح کا فائدہ نہ بخشا۔ بلکہ اسکے برخلاف نتیجہ نکلتا ہے۔

حکم بن عتیبہ

کشی میں مروی ہے کہ زرارہ نے حضرت صادق ع کی خدمت میں عرض کیا کہ حکم بن عتیبہ آپکے باپ کی طرف سے روایت کرتا ہے کہ جناب باقر ع نے اس کو حکم دیا کہ نماز مغرب مزدلفہ[1] پہنچنے سے پہلے پڑھ لو ابوعبداللہ نے تین مرتبہ قسم کھاکر کہا کہ کبھی آنحضرت ع نے ایسا نہیں کہا۔

اور ابومریم الضاری سے روایت کی کہ حضرت باقر ع نے ان سے کہا کہ سلمہ ابن کہیل و حکم بن عتیبہ سے کہدینا کہ شرق غرب میں جہاں چاہو جاؤ علم صحیح سوائے ہم اہل بیت کے کسی اور جگہ نہ پاؤ گے اور ابوبصیر نے کہا میں نے آنحضرت ع کی خدمت میں سوال کیا کہ کیا شہادت ولدالزنا کی جائز ہے۔ فرمایا نہیں۔ عرض کی حکم بن عتیبہ کہتا ہے کہ جائز ہے فرمایا اللّٰھم لا تغفر ذنبہ خداوندا اس کا گناہ نمعاف کرنا۔ پھر فرمایا کہ حکم دہنے بائیں جہاں چاہے جائے قسم خدا کی کہ علم اس کو اہل بیت رسالت ہی میں ملے گا جنکے یہاں جبرئیل وحی لیکر آتے تھے۔ اور علی بن الحسن بن فضال نے کہا کہ حکم فقہائے سُنیہ سے تھا۔ وہ زرارہ حمران و طیّار کا اُستاد تھا قبل اس کے کہ وہ مذہب حقّہ کو اختیار کریں اور کہا گیا ہے کہ وہ مرجئی المذہب تھا۔

کثیر النوا و ابی المقدام

ابوبصیر سے روایت ہے کہ حضرت ابوجعفر ع نے

---

[1] مزدلفہ بضم میم ایک مقام ہے عرفات کی راہ میں جب منیٰ کو واپس آتے ہیں تو شب دہم ذی الحجہ کو وہاں کچھ عرصہ قیام ہوتا ہے اس کا دوسرا نام مشعر الحرام ہے۔ شب دہم کی نمازیں مغربین کی وہاں پہنچ کر پڑھتے ہیں ۱۲ منہ

کہا کہ حکم بن عتیبہ وسلمہ بن کہیل وکثیر النوا وابو المقدام وتمار یعنی سالم نے بہت سے آدمیوں کو گمراہ کیا۔ انکے گمراہ کردہ وہ لوگ ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ومن الناس من یقول اٰمنّا باللّٰہ والیوم الاٰخر وما ھم بمؤمنین لوگوں میں سے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں ایمان لائے خدا پر اور روز آخرت پر اور نہیں ہیں وہ (درحقیقت) مومنین۔

محمد بن یحییٰ سے روایت ہے کہ کثیر النوا کو کہا تم ابو جعفر محمد باقرؑ کا بہت استخفاف کرتے ہو۔ کہا میں نے ان سے ایسی بات سُنی ہے کہ کبھی دوست نہ رکھوں گا۔ وہ کہتے ہیں کہ زمین کے ساتوں طبقے محمد مصطفےٰ اور ان کی آل نجبا کے لئے کھُل جاتے ہیں۔

اور ابو بکر حضرمی سے روایت ہے کہ حضرت ابو عبداللہ نے کہا اللّٰھم انی ابرء الیک من کثیر النوا فی الدنیا والاٰخرہ۔ پروردگارا میں دُنیا وآخرت میں کثیر النوا سے بری ہوتا ہوں تیری طرف۔

عمر بن ریاح ابتدا میں طریق حق پر تھا بعد ازاں مع چند اصحاب کے منحرف ہو گیا۔ کہتا تھا کہ میں نے ایک بار جناب باقرؑ سے ایک مسئلہ پوچھا جس کا انہوں نے ایک جواب دیا۔ سال آئندہ پھر وہی مسئلہ بعینہ دریافت کیا تو اسکے خلاف جواب دیا۔ گو اس سے کہا گیا کہ پہلا جواب بطریق تقیہ تھا مگر نہیں مانا۔ اور کہتا تھا کہ امام کا کام تقیہ نہیں اور اُس کو نہیں چاہیئے کہ دروازہ بند کر کے گھر میں بیٹھ رہے۔ اس کا فرض ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے کھڑا ہو جائے۔ پس وہ چند ساتھیوں کے ساتھ فرقہ تبریّہ میں شامل ہو گیا۔

خلفاء وملوک معاصرین آنجناب

ولید بن عبد الملک ابن مروان

ان کا حال کسی قدر پیشتر تاریخ امام زین العابدین میں لکھا گیا کچھ یہاں بیان ہوتا ہے۔ وہ ۹۶ھ میں فوت ہوا۔ مدت فرمانروائی کل دس سال کے قریب ہے۔ چونکہ امام محمد باقر کی امامت کا آغاز ان کے والد والا قدر کی وفات ۹۵ھ سے ہے تو اس حساب سے ولید نے زمانہ امامت آنجناب سے بہت قلیل یعنی قریب ایک سال کے ادراک کیا۔ ولید حکومت و بادشاہی کے نشہ میں ایسا چور تھا کہ ایک بار ابراہیم بن ابوزرعہ سے پوچھنے لگا کہ کیا بروز قیامت خلیفہ سے بھی حساب کتاب ہوگا۔ گویا اسکے زعم فاسد میں خلافت پاکر اس کا رتبہ ایسا جلیل و رفیع ہوگیا تھا کہ حساب آخرت اس سے ساقط ہو چکا تھا۔ ابراہیم نے درجواب اسکے کہا اے امیر المومنین خدا کے نزدیک تم کریم تر ہو یا داؤد نبی قسم خدا کی حق تعالیٰ نے آنحضرت کے لئے نبوت و خلافت دونو جمع کردی تھیں مگر پھر بھی اس کی وعید شدید سے نہ بچے چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے یا داؤدؑ

لہ تمام آیہ یہ ہے یا داؤد انّا جعلناک خلیفۃً فی الارض فاحکم بین النّاس بالحق ولا تتبع الھوٰی یضلّک عن سبیل اللہ انّ الّذین یضلّون عن سبیل اللہ لھم عذاب شدید بما نسو یوم الحساب (ترجمہ) اے داؤد ہمنے تم کو زمین پر خلیفہ مقرر کیا ہے پس تم لوگوں کے درمیان ٹھیک حکم کرو اور اپنی خواہش نفسانی کی پیروی نکرو وہ تم کو راہ خدا سے بھٹکا دے گی یقیناً جو لوگ راہ خدا سے بھٹک جائینگے انکے لئے بوجہ اسکے کہ وے روز حساب کو بھولے ہوئے ہیں سخت عذاب ہے ۱۲ منہ

حقیر مؤلّف کہتا ہے کہ ولید پر موقوف نہیں یہ خیال کہ خلافت پاکر یہ لوگ نوعِ انسانی سے بالاتر ایک مرتبہ خاص پر ممتاز ہو جاتے تھے۔ عبدالملک کے عہد میں پیدا ہوا اور مروانیوں میں مستمر رہا۔ حجّاج لعین نے ایک بار اس کو لکھا تھا اے امیر المؤمنین میں قرآن پڑھتا تھا۔ اس آیہ پر پہنچا اولئك الّذين انعم الله عليهم من النّبيّين والصّدّيقين والشّهداء۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ انعام کیا ہے اللہ نے اوپر انکے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں سے تو میں نے چاہا کہ شہداء کے بعد لفظ والخلفاء اس میں اور زیادہ کردوں۔ تو عبدالملک نے بجائے اسکے کہ قرآن میں اصلاح دینے کے جرم میں اس کو سزا دیتا یا کم ازکم زجر و توبیخ کرتا۔ ایک ہلکے سے فقرے سے کہ خواصوں کے ساتھ بے تکلّفی کے مقام پر محبّت کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ قاتله الله سے جواب دیا۔ (دل میں تو خوش ہوا ہوگا کہ مجھ کو نبیوں میں شامل کرنے چلا تھا) تاریخ الخلفاء۔

دیگر۔ یزید بن عبدالملک کہ عمر بن عبدالعزیز کے بعد خلافت پر فائز ہوا اور اس کے فیض صحبت کے اثر سے کسی قدر اتّباع سنّت عمریہ ابتداء میں اس سے ظاہر ہونے لگا۔ تو چالیس شامیوں ریش سفیدوں طویل اللّحیہ نے اس کے آگے شہادت دی کہ ما على الخلفاء حسابٌ ولا كتابٌ کہ خلیفوں پر حساب کتاب کچھ نہیں۔ اتنا سہارا پاکر یزید فسق و فجور کے دریا میں کود پڑا اور پیٹ بھر کر بدکاری کی داد دی۔

ولید کو اسکے باپ عبدالملک نے مرتے دم وصیّت کی تھی کہ تجھے خیال رہے

انظر الى الحجاج فاكرمه فانّه هو الّذى وطّاء لكم المنابر وهو سيفك	حجاج کا اسکے اعزاز و اکرام میں فرق نہ آنے پائے بتحقیق کہ یہ وہ شخص ہے جس نے

یا ولید و یدك علی من ناواك — تمہارے لئے ممبروں پر جائے مہیا کی۔ وہ
فلا تسمعن فیہ قول احد وانت — تیری تلوار اور دشمنوں پر تیرا یار و مددگار ہے
الیہ احوج منہ الیك — پس کسی کی بات کو اس کے بارے میں بسمع
قبول اصغا نکرنا۔ کیونکہ تو اس سے زیادہ اس کا محتاج ہے جس قدر کہ وہ تیرا۔
اس وصیّت پدری کو ولید مرتے دم تک نہ بھولا۔ وہ حجّاج کی سگے بھائیوں سے زیادہ عزّت کرتا تھا۔ اس نے عمر بن عبدالعزیز جیسے شخص کو اس کے کہنے سے حکومت حرمین سے معزول کر دیا۔

عزل ولید عمر بن عبدالعزیز را از حکومت حرمین شریفین

ابن اثیر کہتا ہے کہ حجّاج کے جور و تعدّی سے بعض اہل عراق ترک وطن کر کے عمر کی پناہ میں مکّہ مدینہ چلے آئے تھے عمر نے یہ حال ولید کو لکھا اور حجاج نے عمر کی شکایت بارگاہ خلافت میں کی اور درخواست کی کہ عمر کو حکومت حرمین سے معزول کیا جائے اور اس پر بھی بس نکر کے اپنے ہمرنگ دو شخص عثمان بن حبان و خالد بن عبداللہ کے نام بجائے اس کے لکھ بھیجے۔ ولید نے عمر کا ذرا لحاظ نکیا اور جیسا حجاج نے لکھا تھا اس کو معزول کر کے خالد کو مکّہ کا عثمان کو مدینہ کا گورنر بنا کر بھیجدیا۔ عمر اپنا بوریا بستر باندھ کر شام کو گئے اور کہتے جاتے تھے کہ اس حدیث نبی کی زد میں نہ آجاؤں۔ المدینة تنفی خبیثھا الخ یعنی مدینہ ذوات خبیثہ کو اپنے درمیان سے اس طرح نکالتا ہی جیسا لوہار کی بھٹّی لوہے سے میل کو صاف کرتی ہے۔
نیز۔ تاریخ کامل میں ہے کہ مسجد دمشق (جو آجتک جامع مسجد بنی اُمیّہ کے نام سے مشہور ہے) ولید کی تعمیر کردہ ہے۔ پہلے اس مقام پر عیسائیوں کا

گرجا ہوتا تھا اس کو گرا کر مسجد بنائی گئی ہے یعنی وہ بھی مسجد مدینہ کی طرح بقہر و
غلبہ بلا رضامندی مالکان بنی۔ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوا تو نصرانی اس کی بابتہ
دادخواہ ہوئے۔ اس نے کہا اراضیات بیرون شہر عنوۃً (قہر و غلبہ سے)
فتح ہوئی ہیں۔ ہاں ہم تمہارا یہ گرجا چھوڑے دیتے ہیں۔ الّا کنیسہ توما کہ بیرون شہر
اراضی مذکورہ میں واقع ہے اسے منہدم کرکے مسجد بنالیں گے۔ انہوں نے
کہا ہم کو جامع مسجد سے تعرّض نہیں ہمارا کنیسہ (توما) نگراؤ۔ یعنی مسجد کے بحال
خود قائم رہنے پر رضامند ہو گئے۔ حقیر کہتا ہے کاش حضرت عمر حجرات اہل بیت کے
لئے بھی کہ توسیع مسجد رسول اللہ کی خاطر خود انکے اپنے ہاتھوں سے منہدم
کئے گئے جیسا کہ بیشتر تاریخ امام چہارم امام زین العابدینؑ میں گزرا۔ کوئی ایسی
ہی تدبیر کرتے۔ انکے مالکوں کو راضی فرماتے یا اتنا ٹکڑا جدا کرکے واگزار کر جاتے
جس سے نمازیں نمازیوں کی ہمیشہ کو اس بقعۂ پاک میں درست ہو جاتیں۔

نیز۔ کامل میں ہی کہ ایک بار ولید بیمار ہوا اور مرض اس کو ایسا شدید پڑا کہ
ہوش و حواس باقی نہ رہے۔ یہ بیہوشی دو روز کامل مستمر رہی۔ گویا مُردہ پڑا تھا
گھر کے لوگ رونے پیٹنے لگے۔ قاصد یہ خبر لیکر اطراف و اکناف کو رواں ہوئے
چنانچہ ایک قاصد حجاج کے پاس کوفہ پہنچا اس نے یہ خبر سُنی تو انا للہ کہا۔ اور
شدّتِ اضطراب میں دونوں ہاتھ رسّی سے کسکر ستون مسجد سے باندھ لیا
اور دُعا کرتا تھا اللّٰھمّ لا تسلّط علیّ من لا رحمۃ لہ۔ خداوندا تو اس شخص کو
میرے اوپر مسلّط نکرنا جو رحم نکرے بتحقیق کہ اے پروردگار میرے میں بہت
دنوں سے تجھ سے خواہش کرتا تھا کہ مجھ کو ولید سے پہلے موت آئے۔ راوی
کہتا ہے کہ ہنوز وہ اسی طرح دست بستہ تھا کہ دوسرا قاصد اسکے افاقہ پانے کی خبر
لیکر آیا۔ ادھر ولید کو ہوش آیا تو کہنے لگا میرے اس افاقہ سے کسی کو اس قدر

خوشی نہوئی ہوگی جتنی کہ حجاج کو پس ولید زندہ رہا جبتک حجاج نے عراق سے جاکر شام میں اس سے ملاقات نکی۔

ولید کی موت کے وقت کا ایک عجیب واقعہ

تاریخ الخلفا میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے کہا جس وقت میں نے ولید کو دفن کرنے کے لئے قبر کے اندر اُتارا تو اس کے کفن کے اندر سے ایک حرکت محسوس ہوئی دیکھا تو وہ پیروں کو زمین پر مارتا تھا۔ سیوطی نے اسی قدر لکھا ہے مگر ابن اثیر تاریخ کامل میں اس واقعہ کو اور طریق پر یوں نقل فرماتا ہے کہ اس کا جنازہ قبر پر اُتارنے لگے تو اس کے گھٹنے سمٹ کر گردن سے آملے۔ اسکے بیٹے نے کہا اَعَاشَ اَبِی کیا میرا باپ زندہ ہو گیا۔ عمر بن عبدالعزیز کہ وہاں حاضر تھا بولا۔ عُوجِلَ واللہ ابوک۔ قسم خدا کی تیرے باپ کے لئے عذاب آخرت میں تعجیل کی گئی۔ ابن اثیر کہتا ہے کہ عمر کو یہ واقعہ دیکھ کر عبرت ہوئی اور اس نے نصیحت پکڑی۔

میمون بن مہران نے کہا کہ مجھ سے عمر بن عبدالعزیز نے کہا جب میں نے ولید کو دفن کے لئے گود میں رکھا تو دیکھا اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا۔ میری موت آئے اور دفن کرنے لگو تو میرا مُنہ بھی کھولکر دیکھنا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عندالآخر اس کو دیکھا تو اس کا چہرہ اس سے زیادہ حسین تھا جیسا کہ کبھی عیش کے زمانے میں تھا انتہی۔

نیز۔ تاریخ کامل میں ہے کہ عبدالملک نے ولید کے بعد اپنے دوسرے بیٹے سلیمان کو نامزد خلافت کیا تھا۔ ولید نے چاہا کہ اس کو خلع کر اس کی جگہ اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ولی عہد مقرر کرے مگر سلیمان اسپر راضی نہوتا تھا۔ ولید نے اپنے عمّال کو اس کی بابت لکھا اور دیگر لوگوں کو اس طرف دعوت کیا۔ حجاج بن یوسف

اور قتیبہ اور خاص خاص آدمیوں کے سوا کسی نے اسے قبول نکیا۔ ولید نے خط لکھ کر سلیمان کو اپنے پاس اس کے کام پر سے بلایا وہ نہ آیا تو خود اس طرف کا عزم کیا کہ وہاں پہنچکر اسے خلع کرے۔ سامان سفر درست ہوا اور خیمہ شاہی بیرون شہر لگایا گیا مگر موت نے مہلت ندی۔ ملک الموت نے قبل اس کے کہ ایک قدم باہر رکھے اس کی روح قبض کرلی۔

سلیمان بن عبد الملک

جمادی الآخر ۹۶ھ میں خلیفہ ہوا صفر ۹۹ھ میں فوت ہوگیا۔ دو برس آٹھ مہینے چند یوم خلافت کی۔ اُنتالیس سال کی عمر ہوئی۔ اسکی پرخوری کی داستانیں کچھ پہلے کتاب کشف الحقائق میں گزریں۔ بقیہ سے کسی قدر ضیافت طبع ناظرین کے لئے یہاں مذکور ہوتی ہیں۔ کتاب عقد الفرید میں ابن عبد ربہ نے روایت کی ہے کہ سلیمان حج کو مکہ آیا تو حجاز کی گرمی سے بہت متاذی ہوا عمر بن عبد العزیز نے طائف جانے کی صلاح دی۔ مقام سحق میں پہنچا تو ابن ابی زبیر کے پاس قیام کیا۔ اور شدت حرارت سے اپنے تئیں ریتلی زمین پر ڈال دیا۔ ہرچند کہتے رہے کہ بستر آتا ہے مگر نہ سُنا اور اپنے شکم کو برہنہ کرکے ریتے سے ملا دیا کیونکہ ریتے کی ٹھنڈک اس کو بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ بس طائفی انار اس کے کھانے کو حاضر کئے۔ پانچ پانچ عدد لاتے وہ کھالیتا تو اور منگاتے حتیٰ کہ ستر انار کھائے۔ پھر کہا کچھ اور بھی ہے۔ ایک مسلّم بکرا اور پانچ مرغیاں کباب کرکے دیں سب کھا گیا۔ بعد ازاں زبیب (منقی) طائفی لاکر آگے ڈھیر لگا دیا۔ وہ کھانے لگا۔ بہت سا کھا چکا تو نیند آگئی۔ بیدار ہوا تو دسترخوان پر بیٹھ کر حسب معمول کھانا کھایا جیسا کہ کھاتا تھا۔

مسعودی مروج الذہب میں لکھتا ہے کہ اس کے سیر ہونے کے لئے ہر روز ایک سو رطل عراقی (قریب سوا من مروجہ ہندوستان) طعام کی ضرورت ہوتی تھی اکثر ایسا ہوتا کہ مرغ بریاں سیخوں میں لگے۔ گرما گرم اسکے آگے لائے جاتے۔ وہ شدت حرص و آز سے اتنا صبر نکرتا کہ ذرا ٹھنڈے ہو جائیں آستینوں سے انکو پکڑتا اور دانتوں سے نوچ نوچ کر کھاتا۔

اصمعی[1] کہتا ہے کہ ایک بار ہارون الرشید کے آگے سلیمان کے کثیر الاکل ہونیکا

---

[1] ابو سعید عبد الملک بن قریب بن علی بن اصمع الاصمعی الباہلی ۱۲۲ھ یا ۱۲۳ھ میں پیدا ہوا اور ۲۱۴ھ یا ۲۱۷ھ میں فوت ہوا۔ اور ابو بکر خطیب کا قول ہے کہ اسکی عمر ۸۸ سال کی ہوئی ابو قلابہ جیش بن عبد الرحمان نے کہ اسکے جنازے پر حاضر تھا یہ دو شعر اسکے حق میں کہے ؎

لعن اللّٰہ اعظماً حملوھا ۔ نحو دار البلاء علی خشبات

اعظماً تبغض النبی و اھل البیت والطیبین والطیبات

یعنی خدا لعنت کرے ان ہڈیوں کے تئیں جن کو تختوں پر رکھ کر مصائب کے گھر (قبر) کو لیجا رہے ہیں یہ وہ استخواں ہیں جو نبیِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ اور انکی اہلبیت پاک و پاکیزہ سے بغض رکھتی تھیں۔

روایت ہے کہ اسکے دادا علی بن اصمع نے صفوان میں چوری کی تھی۔ حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کے حضور میں پیش ہوا تو آپ نے تحقیقات کے بعد حکم دیا کہ اس کی انگلیاں جڑ سے کاٹ لی جائیں۔ کسی نے کہا یا امیر المؤمنین پہونچے سے کس لئے قطع ید نہیں فرماتے فرمایا سبحان اللہ وہ نماز کس طرح پڑھتا زمین پر کس شے کو ٹکاتا کھانا کیونکر کھاتا۔ حجاج بن یوسف بصرہ آیا تو ابن اصمع مذکور اسکے پاس گیا اور عرض کی ایھا الامیر میرے ماں باپ نے مجھے عاق کیا کہ میرا نام علی رکھا۔ حجاج ہنسا کہ اچھا ذریعہ تقرب کا نکالا جا میں نے مار حاذ کی مچھلیوں کا کام تیرے سپرد کیا۔ دو دانق ہر روز تجھے ملا کرینگے۔ اس سے تجاوز کیا اور خیانت تجھ سے ظاہر ہوئی تو جس قدر علی نے تیرا ہاتھ باقی رہنے دیا اسکو کاٹ لونگا ۱۲ ابن خلکان

ذکر ہو رہا تھا میں نے کہا۔ اس کی حرص طعام اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ مرغ کباب سیخوں پر لگے ہوئے گرم گرم سامنے آتے تو اتنا صبر نہ کرتا کہ ذرا ٹھنڈے ہو جائیں جلتے جلتے آستینوں سے پکڑ کر جھنجوڑنے لگتا۔ رشید نے کہا۔ قاتلک اللہ۔ تو کس قدر ان لوگوں کے حالات سے واقفیت رکھتا ہے۔ بنی امیہ کے پارچہا پوشیدنی کی گٹھریاں میرے سامنے پیش ہوئیں تو سلیمان کے جبوں کے آستینوں میں دسومت کا اثر پایا۔ حیران تھا کہ یہ چکنائی کہاں سے لگی۔ آج یہ عقدہ حل ہوا۔ پھر ایک جبہ ان میں سے منگا کر مجھے دیا۔ راوی کہتا ہے کہ اصمعی اکثر اوقات جبہ پہنے نکل آتا اور کہتا یہ سلیمان والا جبہ ہے جو ہارون نے مجھے عطا کیا تھا۔ حیرت ہے کہ سلاطین بنی امیہ کے پارچہ پوشیدنی پہلے ان کے اپنے عہد سلطنت میں مدتوں محفوظ رہے پھر عباسیوں نے ان کی اس قدر نگہداشت کی کہ ہارون کے زمانے تک کہ ان کا پانچواں خلیفہ ہے اور سلیمان کے زمانے کو اس کے عہد تک ستر اسی سال کا عرصہ گزرا تھا۔ وہ گٹھریاں ایسی احتیاط سے رکھی تھیں کہ اسکے سامنے پیش کی گئیں اور آئندہ خدا جانے کب تک انکی یوں حفاظت ہوتی رہی ہوگی۔

پھر مسعودی کہتا ہے کہ سلیمان ایک روز حمام سے نہا کر نکلا۔ آتش جوع اشتداد پر تھی حکم دیا کہ کھانا حاضر کیا جائے۔ کھانا ہنوز تیار نہ ہوا تھا۔ کہا جس قدر بریاں ہو چکا ہو لے آؤ۔ تیس بکروں کے دل و جگر وغیرہ بریاں کردہ حاضر کئے۔ چالیس عدد نان تنک کے ساتھ ان کو کھا گیا۔ پھر دستر خوان بچھا تو حسب معمول اہل مجلس کے ساتھ ان سے زیادہ کھانا کھایا۔

نیز۔ مسعودی نے کہا کہ رات کو سونے لگتا تو طبقہا پر از حلوا اس کے دہنے بائیں رکھے جاتے۔ سوتے میں جس پر ہاتھ پڑتا اس میں سے کھانے لگ جاتا تھا۔

نقل ہے کہ ولید بن عبدالملک کو عمارت کا شوق تھا۔ اس کے زمانے میں لوگ

تعمیرات کی طرف متوجہ ہوئے۔سلیمان اکل وشرب وجماع نسوان کا دلدادہ تھا اسکے عہد میں انہی باتوں کا چرچا رہتا تھا۔عمر بن عبد العزیز طاعتِ خدا وعبادات کا حریص اس وقت ایک دوسرے سے ملتا تو کہتا شب گزشتہ میں نے اس قدر نمازیں پڑھیں۔اتنے پارے قرآن کی تلاوت کی۔غرض مقولہ النّاس علےٰ دین ملوکھم کی ان تین بادشاہوں کے زمانے میں تصدیق ہو گئی۔

کہا جاتا ہے کہ سلیمان کا زمانہ پُراز برکت تھا۔اس نے تخت نشیں ہو کر ولید وحجّاج کے مظالم کا تدارک کیا۔ان کے اسیروں کو قید واسر سے رہائی دی۔ظالم عمّال کو برخاست کر کے ان کی بجائے حتی المقدور خداترس اشخاص بھرتی کئے۔آخر میں یہ نکوئی اس سے برروئے کار آئی کہ عمر بن عبد العزیز کو اپنا جانشیں کر گیا۔راقم الحروف کہتا ہے کہ عمر کی ولیعہدی کی نکوئی تنہا سلیمان کی کارگزاری نہیں۔اس کا سلسلہ مروان حکم یا کم از کم عبد الملک بن مروان کے عہد سے شروع تھا۔عبد العزیز عمر کا باپ عبد الملک کی ولیعہدی پر نامزد ہوا تھا۔مگر وہ قبل از وقت عبد الملک کی حیات میں اس کے سامنے فوت ہوا یا مروا دیا گیا تو یہ منصب عبد الملک کے بیٹے ولید کو ملا اس وقت سلیمان کا ولی عہد عبد العزیز بن سلیمان اسکی زندگی میں جان بحق ہوا تو چارناچار عمر بن عبد العزیز کو بنظر بحقوق اسکے باپ کے ولی عہد کرنا پڑا۔مگر مروانیوں کو اس کا چلن پسند خاطر نہوا جلدی ہی زہر دیکر اس کا خاتمہ کر دیا جیسا کہ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

قصّۂ موسیٰ بن نصیر

ابن اثیر کہتا ہے کہ موسیٰ کا باپ نصیر معاویہ کے زمانے میں اسکے پیادوں کا افسر تھا معاویہ جنگ صفّین کو جانے لگا تو نصیر نے اس کے ساتھ جانے سے انکار کیا معاویہ

نے کہا کس لئے تو ہمارے ساتھ نہیں چلتا۔ حال آنکہ ہمارے احسانات تیرے اوپر معروف ہیں۔ نصیر نے کہا ۱۹ اشر کلک بکفر من ھو اولی بالشکر منک میں تیری تابعداری میں اس شخص کی نافرمانی نکروں گا جو تجھ سے زیادہ اولیٰ بطاعت ہے، یعنی خدا کا نافرمان نہونگا۔ مراد یہ کہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کے ساتھ جنگ کرنا لاکلام خدا کی نافرمانی ہے۔ معاویہ یہ سُن کر خاموش ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ نصیر کا ہی خون موسیٰ کی رگوں میں[1] سرایت کئے ہوئے تھا جو کبھی کبھی بے ساختہ ظاہر ہو جاتا۔ تب تو سلیمان نے باوصف اس کے اس جنگ و جہاد و فتح بلاد کے دُنیا کی ثروت و دولت سمیٹ کر شاہی خزانے میں داخل کر دی۔ اس کی یہ قدردانی کی کہ بیچارہ قید خانے ہی میں مر گیا۔ الغرض اس کی فتوحات اندلس کا قصّہ نہایت اختصار کے ساتھ تاریخ کامل سے نقل کرتے ہیں تاکہ ناظرین دیکھ لیں کہ یہ لوگ اپنے جان نثار کارکنوں کے ساتھ آخر کار کس انداز سے پیش آتے تھے وھو ھذا۔

موسیٰ مذکور ولید بن عبد الملک کے زمانے میں افریقہ کی مہم پر تعینات ہوا جس وقت اس نے وہاں پہنچکر اپنے عہدے کا چارج لیا ہے تو اس وقت مسلمانوں کی حالت ان اطراف میں بہت زبوں و زار تھی۔ حسان بن حسان سابق عامل کی بزدلی سے ان کی یہ نوبت پہنچی تھی کہ گھاس پھونس کی جھونپڑیوں میں بسر کرتے

---

[1] ایک بار افریقہ میں قحط پڑا اور گرانی غلات انتہا کو پہنچی۔ موسیٰ نے نماز استسقا پڑھ کر طلب باراں میں خطبہ کہا مگر اسکے درمیان میں خلیفۂ وقت (ولید) کا ذکر نہ کیا۔ لوگوں نے اسپر اعتراض کیا۔ اس نے کہا یہ وہ مقام ہے جس میں سوائے خدا کے کسی سے کوئی شے طلب نہیں کی جاتی۔ اس کے بعد بکثرت بارش ہوئی اور ارزانی ہو کر قحط برطرف ہوا ۱۲ ابن اثیر

تھے۔ کچھ مٹی کے ڈھیلے بسمت قبلہ چن کر ان کے اوپر لکڑیاں رکھ لی تھیں وہی ان کی جامع مسجد یعنی جماعت وجمعہ کی جگہ تھی۔ ازبسکہ دشمن کوہ ودشت میں ہر چہار سمت پھیلے ہوئے تھے مسلمان عید کی نماز کو اکٹھے ہوتے بھی ڈرتے تھے موسیٰ نے وہاں پہنچکر تمام پراگندہ آدمیوں کو جمع کیا اور بلیغ خطبے کہہ کر ان میں شجاعت ودلاوری کی تازہ روح پھونکی۔ بعدازاں اپنے بیٹوں ودیگر سرداروں کے ماتحت مہمیں اطراف وجوانب کو روانہ کیں انہوں نے اپنے اپنے مقام میں پہنچکر معرکہ ہائے کارزار گرم کئے۔ بڑے بڑے رن پڑے۔ خود موسیٰ کمال جدّ وجہد سے جہاد کرتا اور دادِ شجاعت دیتا تھا جن میں مسلمان کامگار اور کفار ذلیل وخوار وقید وقتل کئے جاتے۔ ہزاروں لاکھوں بردے بندی میں آتے۔ شتر گاؤ۔ بھیڑ۔ بکری ودیگر نفائس امتعہ واقمشہ کا کوئی حساب وشمار نرہا تھا۔ ابن اثیر کہتا ہے کہ ایک معرکے میں اس قدر کفّار اسیر ہوئے تھے کہ ان کا خمس یعنی پانچواں حصّہ جو دار الخلافہ کو بھیجا گیا ساٹھ ہزار لونڈی غلام تھے۔ ولم یذکر احدٌ انہ سمع بسبیٍ اعظم من ھذا۔ کسی مورّخ نے بیان نہیں کیا کہ اس سے بڑھ کر اسیر کسی بندی میں آئے ہوں۔

الحاصل موسیٰ کے ان معرکوں نے ملک میں طوفان برپا کردیا۔ جو فتح ہوتی خمس غنائم فتح نامے کے ساتھ ارسال دار الخلافہ کرتا۔ اسی طرح فوج کشی وملک گیری میں لگا ہوا تھا تا اینکہ تمام ملک بربر ٹیونس وغیرہ یعنی کل شمالی افریقہ کفر وشرک سے پاک ہوگیا۔

فتح اندلس

افریقہ سے نبٹ کر اس نے بحر روم کے پار کا ملک اندلس جسے اب جغرافیوں میں اسپین یا ہسپانیہ کہتے ہیں اسکے فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اوّل اپنے ایک آزاد کردہ غلام ظریف نام کو چار سو

ھوڑوں کے ساتھ چار کشتیوں میں بٹھا کر امتحان کی راہ اس طرف بھیجا۔ طریف
اپنی جمعیت کے ساتھ اس کے ایک جزیرہ موسوم بجزیرۂ خضراء میں اُترا۔ اندر داخل
ہوکر اس کو تاخت و تاراج کرڈالا۔ اور اموال و غنائم وہاں سے لیکر صحیح و سالم
قیام گاہ کو واپس آیا۔ اس کے بعد موسیٰ نے دوسرے غلام طارق بن زیاد
کو پہلے سے زیادہ سامان و سپاہ دے کر اس طرف روانہ کیا۔ یہ طارق مشہور فاتح
اندلس ہے۔ جبل طارق جس کو بگاڑ کر انگریزی میں جبرالٹر کہا جاتا ہے آج تک
اس کے نام سے مشہور چلا آرہا ہے۔ طارق نے اس ملک میں داخل ہوکر آہستہ
آہستہ اسکے شہروں اور قلعوں کو فتح کرنا شروع کیا تا اینکہ ۲۸ ماہ رمضان ۹۲ھ
کو وہاں کے بادشاہ رزیق کے ساتھ جنگ عظیم فیصلہ کن کی ٹھہر گئی۔ موسیٰ نے
طارق کی امداد کو اور لشکر افریقہ سے روانہ کیا۔ رزیق ایک لاکھ فوج ساتھ لیکر
کروفر سے آیا۔ طارق کے پاس اگلی پچھلی فوجیں ملا کر کل بارہ ہزار کی جمعیت تھی
مگر بفحوائے آیہ وافی ہدایہ کم من فئۃٍ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ بارہا
خدا کے اذن و اشارے سے چھوٹا گروہ بڑے گروہ پر غالب آتا ہے۔ فتح آخرکار
مسلمانوں کی رہی۔ ملک رزیق ایک نہر میں ڈوب کر ہلاک ہوا۔ اس کا لشکر
کچھ قتل ہوا کچھ بھاگ نکلا۔ طارق نے یہ فتح عظیم کہ مقدمۂ فتوحات کثیرہ تھی
حاصل کر کے لشکر غرناطہ۔ قرطبہ وغیرہ بلاد اندلس پر روانہ کئے جو منصور و کامیاب
ہوکر واپس آئے اور خود بھاری جمعیت کو ساتھ لیکر بقصد شہر طلیطلہ آگے بڑھا مگر
وہ لوگ شہر کو خالی چھوڑ پہلے سے فرار ہو گئے تھے۔ لہٰذا بلا مزاحمت احدے
اس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا مگر طارق آگے ہی بڑھتا چلا گیا تا اینکہ گھاٹی کی راہ
ایک پہاڑ کو قطع کر کے شہر مائدہ میں پہنچا۔ جہاں اسکو مائدہ (خوان) سلیمان بن
داؤدؑ ہاتھ آیا جو زبرجد سبز سے بنا تھا اور اس کے کنارے اور پائے یاقوت و

لولو و مرجان وغیرہ بیش قیمت جواہرات مکلّل تھے۔ کل تین سو ساٹھ پائے اس میں تھے۔

رمضان ۹۳ھ میں خود موسیٰ نے جم غفیر ساتھ لیکر ممالک اُندلس کا قصد کیا اور وہاں پہنچکر بخلاف اس راستے کے جہاں سے طارق گیا تھا دوسری راہ سے جاکر قریات و قصبات کو جو ابتک فتح نہوئے تھے ان کو تسخیر کیا اور رفتہ رفتہ شہر طلیلہ کے قریب جس کو طارق نے اپنا نشیمن گاہ بنایا تھا جا کھڑا ہوا طارق یہ سُن کر بیتابانہ نکلا اور مراسم استقبال بجالایا۔ موسےٰ نے مائدۂ سلیمان و باقی اموال و سامان غنیمت جو ابتک نہیں بھیجے تھے اس سے وصول کر کے آگے راہ لی۔ چلتے چلتے ایک صحرائے عظیم کے کنارے پر جا پہنچا۔ جہاں ایک بُت سنگین نصب تھا اس کے اوپر کھُدا ہوا تھا کہ اے اولاد اسمٰعیل تمہاری یہی حد ہے اس سے آگے قدم نہ بڑھانا۔ اس مقام پر ولید کا ایلچی شام سے آیا جس نے واپس آنے اور دار الخلافہ میں حاضر ہونے کا پیغام پہنچایا۔ لاجرم اُلٹا پھرا راہ میں طارق کو ساتھ لیا اور اپنے بیٹے عبد العزیز کو ممالک مفتوحہ کی حکومت سپرد کر کے بالاتفاق دونو نے دریا کو عبور کیا اور طنجہ اور اسکے مضافات پر دوسرے پسر عبد الملک کو اور افریقہ اور اسکے علاقوں پر سب سے بڑے بیٹے عبد اللہ کو تعیین کیا اور خزائن و غنائم بے شمار و امتعہ نفیسہ و جواہرات انبار در انبار و مائدۂ سلیمان کے علاوہ جو اس کے ساتھ تھے تیس ہزار دختران خوبرو حور شمائل باکرہ اشراف و اکابر ملک کی بیٹیاں ساتھ لایا۔ دمشق میں پہنچا تو ولید اس وقت مرچکا تھا اور بجائے اسکے سلیمان تختِ خلافت پر متمکن تھا۔ جس کو پہلے سے اسکے ساتھ عناد چلا آتا تھا۔ اس نے بجائے اسکے کہ ایسے جان نثار حق گزار کا اعزاز و اکرام فرمائے سب کچھ اس سے لے لیا اور قید کر دیا

جس سے مرکر ہی رہائی پائی اور ایک بھاری رقم تاوان کی اس کے اوپر عائد کی جسکے ادا کرنے سے موسیٰ عاجز رہا۔ تنگدستی و عسرت کے ہاتھوں ایسا لاچار ہوا کہ گزارہ کی خاطر اہل عرب کے آگے دستِ سوال دراز کرنا پڑا المدٗ اللہ یا وہ زر وزیور و زر و جواہر کا قلزم مواج آگے تھا یا دم کے دم میں یہ انقلاب کہ کوڑی کوڑی کا محتاج ہے۔ عبرت۔ عبرت۔

پھر ابن اثیر کہتا ہے کہ مورّخین کا بیان ہے کہ اوّلاً جبکہ روم والے اندلس میں داخل ہوئے تو ان کو اس سرزمین میں ایک مکان مقفل دکھائی دیا جو بادشاہ ہوتا اس پر ایک قفل اپنی طرف سے ڈالدیتا۔ چنانچہ قوم قوط بادشاہ ہوئی تو انہوں نے بھی ایک قفل اپنا اضافہ کیا۔ مگر زریق نے سلطنت پاکر ان اقفال کو توڑنے کا ارادہ کیا لوگ مانع آئے کہ ایسا نکرنا لیکن اس نے نہ مانا اور تمام تالے توڑ ڈالے۔ مکان کے اندر کچھ صورتیں عربوں کی ایسی نظر آئیں کہ سُرخ عمامے سروں پر باندھے سفید گھوڑوں پر سوار تھے اور ایک کتاب وہاں ملی جس میں لکھا تھا کہ جس وقت یہ مکان کھولا جائیگا تو یہ لوگ اس ملک میں داخل ہوں گے یعنی یہ ملک ان کے ہاتھ پر فتح ہوگا۔ راوی کہتا ہے کہ اسی سال اندلس مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح ہوا۔

قتل عبدالعزیز بن موسیٰ

سلیمان نے موسیٰ بن نصیر جیسے کارگزار کے قید کرنے پر قناعت نہیں کی اس کے لائق بیٹے عبدالعزیز بن موسیٰ کو بھی زندہ نچھوڑا۔ کچھ سرہنگوں کو اندلس میں جہاں عبدالعزیز حکومت کرتا تھا خفیہ کہلا بھیجا۔ انہوں نے اس وقت جبکہ صبح کو مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور سورہ فاتحہ کے بعد واقعہ کو تمام کیا تو ایک ضرب تیغ اسپر واقع کر کے اس کا کام تمام کیا اور سر کاٹ کر سلیمان کے پاس لے آئے۔ سلیمان نے وہ سر

اس کے باپ موسیٰ کے پاس بھیجدیا۔ موسیٰ نے بکمال صبر و استقلال اس مصیبت کو برداشت کیا اور اتنا کہا هنیئاً له بالشهادة وقد قتلتموه۔ تم نے اس کو مار ڈالا۔ گوارا و مبارک ہو اس کو درجہ شہادت کا۔ قسم خدا کی وہ روزہ دار و عبادت گزار تھا۔ ابن اثیر کہتا ہے وکانوا یعدّ وھا من زلّات سلیمان۔ کہ لوگ اس قتل کو سلیمان کی لغزشوں اور خطاؤں سے ایک شمار کرتے تھے۔

جامع اوراق بندۂ عاصی مظہر حسن موسوی عفا اللہ عن سیئاتہ عرض کرتا ہے کہ میں نے یہ قصہ موسیٰ بن نصیر کا بطولہا اس لئے یہاں نقل کیا کہ ناظرین غور کریں کہ خلفاء امویہ و عبّاسیہ اہل بیت رسالتؐ اور انکے دوستوں اور شیعوں کے تو دشمن تھے ہی کہ انکے ایذا دینے اور ستانے اور آثار کو ان کے نیست و نابود کرنے اور مٹانے میں سعی نامشکور مبذول رکھتے الّا اپنے مخصوص مخلصوں سے بھی کہ ان کی ہوا خواہی اور جان نثاری میں عمریں گزارتے اور وسعت و فراخی سلطنت میں ساعی و سرگرم رہتے انکے یہ سلوک تھے۔ عبد الملک بن مروان عمر اشدق کے ساتھ جس طرح پیش آیا اس کا بیان جلاء العینین تاریخ علی بن الحسینؑ میں گزرا۔ منصور دوانیقی نے جو سلوک ابو مسلم مروزی سے کیا کشف الحقائق میں مذکور ہوا۔ ہارون نے جس بیدردی سے زنگیوں کا نشان مٹایا۔ مامون نے جس طریق پر حسن بن سہل کو حمام میں مروایا عقد النّاظم تاریخ امام موسی کاظم اور لمعۃ الضیا تاریخ امام رضاؑ میں علی التّرتیب لکھا گیا فافہم و تدبّر۔

خلافت عمر بن عبد العزیز

سلیمان کے فوت ہونے پر بروز جمعہ ۱۰ صفر ۹۹ھ اس سے بیعت ہوئی۔ اور ۲۵ رجب ۱۰۱ھ کو دُنیا سے دار آخرت کو کوچ کیا۔ مدّت خلافت کل دو سال

۵ مہینے ۵ روز- مدتِ عمر ۳۹ سال ہے - مقام دیر سمعان ہیں کہ علاقہ حمص سے بجانب قنسرین واقع ہے دفن ہوا- مسعودی کہتا ہے کہ عموماً بنی امیہ کی قبریں اکھڑ واکران کے نشان مٹائے گئے الّا عمر کی قبر سے کوئی معترض نہیں ہوا وہ آجتک معروف ومشہور ہے وبچشم عظمت وعزّت ملحوظ ومنظور لوگ نزدیک و دور سے آتے ہیں زیارت کرتے ہیں اور فیض پاتے ہیں۔

بحار میں ہے کہ عبد اللہ بن عطار تمیمی نے کہا میں مسجد مدینہ میں حضرت علی بن الحسین کی خدمت میں حاضر تھا اس وقت عمر بن عبد العزیز وہاں سے گزرا اس کے پانوں میں نقرئی تسموں کے نعلین پڑے ہوئے تھے وہ جوانی میں بہت خوبصورت تھا اس کی چال میں تبختر تھا- حضرت نے اس کو دیکھ کر فرمایا اے عبد اللہ بن عطا تم اس مغرور کی چال دیکھتے ہو- آخر کار یہ بھی خلافت پائے گا- میں نے کہا یہ فاسق بھی خلیفہ ہوگا- فرمایا ہاں مگر دیر نہو گی جلدی ہی دُنیا سے کوچ کرے گا- اس کے مرنے پر اہلِ آسمان اس پر لعنت بھیجیں گے اور اہل زمین اس کے لئے مغفرت چاہیں گے انتہیٰ - اہل زمین کی استغفار کا یہ باعث ہے کہ ظاہراً حتّی المقدور شرائط عدل ونصفت ملحوظ خاطر تھے اور اہلِ آسمان کی لعنت کی وجہ ظاہر ہے کہ خلافت ناحق نار وا تھی یا شائد یہ کہ اعمال حسنہ غیر خالصۃً لِلّٰہ دُنیا کے دکھاوے کی غرض سے تھے واللہ اعلم۔

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ عمر ہرچند خلافت سے پیشتر بھی صلاح وتقویٰ سے خالی نتھے- مگر بادہ عیش وعشرت میں کچھ ایسے مخمور تھے کہ اس کا اثر ان کی چال ڈھال وضع قطع سے آشکار ہوتا تھا۔

ولید خلیفہ ہوا تو اس نے مکہ مدینہ پر اپنی طرف سے فرمانروا مقرر کیا- وہ ۸۶ھ سے لیکر سات سال پیہم یعنی ۹۳ھ تک اس حکومت پر مامور رہے- پھر حجاج لعین کے

کہنے سے ان کو معزول کیا۔ کما مرّ سابقاً۔

روضتہ الصفا میں ہے کہ سلیمان کے دفن سے فراغت ہوئی تو اسپہائے تازی ساز و سامان سے آراستہ اسکی سواری کو حاضر کیئے گئے۔ مگر اس نے یہ کہہ کر کہ میرا اپنا گھوڑا ان سب سے بہتر ہے اسی پر سواری کی اور اپنے مکان کو گیا۔ کہا دار الخلافہ کو چلنا چاہیئے۔ اس نے کہا متعلقان ابو ایوب (سلیمان) وہاں ہیں۔ مجھ کو میرا گوشہ خانہ کافی ہے وہیں رہا جبتک کہ سلیمان کے اقارب بطوع و رغبت وہاں سے اُٹھ کر کسی اور مکان میں نہ چلے گئے۔

اسپان خاصہ کی خوراک و علوفہ اور خادمان کا حساب پیش ہوا تو کہا مجھ کو میرا استر سفید کافی ہے ان کو شہرہائے شام میں بھجوا کر فروخت کرا دیا۔ اور ان کی قیمتیں بیت المال میں داخل کیں۔

زوجۂ پسر عبد العزیز خوش قسمتی سے جناب عمر کو بیوی بھی فاطمہ بنت عبد الملک سی عاقلہ قابلہ ملی تھی کہ سچے دل سے اس کی فرمانبردار اطاعت گزار تھی۔ رنج و راحت میں اس کی شریک عسر و یسر میں راضی و قانع تھی۔ تاریخ الخلفاء میں فرات بن سائب سے نقل ہوا ہے کہ فاطمہ کے زیورات میں اسکے والدین کا دیا ہوا ایک جواہر تھا جس کا مثل و مانند دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ عمر نے اسے کہا کہ اے فاطمہ تم کو اختیار ہے یا اس جواہر کو اپنے سے جُدا کر کے بیت المال مسلمانان میں داخل کر دو ورنہ خود مجھ سے جُدا ہو جاؤ کیونکہ میں اور تم اس زیور کے ساتھ جمع نہیں رہ سکتے۔ بی بی نے کہا یہ ایک اور اس جیسے ہزار جواہر تم پر قربان ہیں بھلا میں اس پتھر کی خاطر تجھ کو چھوڑ سکتی ہوں۔ یہ کہا اور اس کو بیت المال میں بھجوا دیا راوی کہتا ہے کہ عمر کی وفات کے بعد یزید بن عبد الملک فاطمہ مذکورہ کا بھائی خلیفہ ہوا تو اس نے کہلا بھیجا کہ تو چاہے تو یہ جواہر تجھ کو واپس دیدوں۔ کہا نہیں

قسم خدا کی ہیں نے شوہر کی زندگی میں اس کو اپنے لئے پسند نکیا تو اب اس کے مرنے پر کیوں پسند کرنے لگی تھی جلال الدین سیوطی زبیر بن بکار سے نقل کرتے ہیں کہ اس نے کہا اس فاطمہ کے حق میں یہ شعر صادق آتا ہے۔

بنت الخلیفۃ والخلیفۃ جدّہا	اُخت الخلائف والخلیفۃ زوجہا

خلیفہ کی بیٹی اور خلیفہ کی پوتی ہے۔ کئی خلیفوں کی بہن اور خلیفہ کی زوجہ ہے سیوطی اسکے بعد کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں آجتک بھی اس شعر کے مصداق کوئی اور دوسری عورت پیدا نہیں ہوئی۔

حقیر مؤلف کہتا ہے کہ فاطمہ بنت عبدالملک مذکورہ بالا نمائشی ظاہری دُنیائے فانی کی خوبیاں حاصل ہوں اصلی وحقیقی پائداری باقی رہنے والی خوبیاں وہ ہیں جو جناب فاطمہؓ بنت الحسنؑ والدہ ماجدہ جناب محمد باقرؑ کے حصہ میں آئیں کہ امام حسنؑ کی بیٹی۔ علی مرتضیٰ وبتول عذرا کی پوتی۔ شوہر زین العباد سیدالساجدینؑ عمو وخسر حسینؑ شہید کربلا سید الشہدا جدامجد ختم المرسلین محمد مصطفےٰ پسر محمد باقرؑ عالم بحر بر پسر زادہ جعفر صادقؑ ساعد یم النظیر۔ باقی ائمہ ہدیٰ اس کی نسل طیب وطاہرہ سے ہیں۔ فصلوات اللہ علیہا وعلیٰ جدہا وابیہا۔ وبعلہا وبنیہا

واپسی فدک

عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہدِ خلافت میں ایک بڑا کام یہ کیا کہ علاقہ فدک اس کے مستحقوں کو واپس کر دیا۔ فدک بفتح فا ودال ایک قریہ ہے قریاتِ خیبر سے مدینہ سے دو یا تین منزل کے فاصلے پر۔ مجالس المومنین میں معجم البلدان یاقوت حموی سے نقل ہوا ہے کہ یہ علاقہ سال ہفتم ہجرت میں بطور صلح رسول خداؐ کے ہاتھ آیا اس میں چشمہ ہائے آب رواں واشجار خرما بکثرت تھے۔ اور مجلسی علیہ الرحمہ نے

حیات القلوب میں بذیل ایک حدیث طولانی لکھا ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے
اہل فدک سے بیس ہزار دینار پر مقاطعہ کیا کہ سال بسال دیتے رہیں جو اس وقت
بحساب ایران تین ہزار چھ سو تومان کے برابر ہوتے ہیں۔ مولانا مفتی محمد قلی علیہ
الرحمہ جلد اول تشئید المطاعن میں افادہ فرماتے ہیں کہ یہ رقم ہندوستان کے مروّجہ
روپیہ سے ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ کے برابر ہے اور پھر سنن ابو داؤد سے نقل
کیا ہے کہ اس میں لکھا ہے۔ جس وقت عمر بن عبد العزیز نے عنانِ حکومت ہاتھ
میں لی تو غلّہ (آمدنی) فدک[1] چالیس ہزار دینار سالانہ تھا۔ الحاصل عمر نے خلیفہ
ہو کر یہ علاقہ اولادِ فاطمہ زہرا کے امام وقت محمد باقرؑ کے حوالے کیا۔ بنی امیّہ نے
اس سے کہا طعنتَ علی الشّیخین۔ تو نے اپنے اس فعل سے دو شیخ ابوبکر و عمر پر
طعن کیا۔ اس نے کہا نہیں انہوں نے اپنے اوپر آپ بابِ طعن کشادہ کیا یعنی
غصب خلافت کے ساتھ غصب فدک کر کے وہ خود مطعون خلائق ہوئے۔

---

[1] اس میں شک نہیں کہ فدک میں باغات بسیار و اراضی زرعی مشتمل بر چشمہ و انہار تھیں مگر
اہل سنّت اس کو گھٹا کر چند درخت خرما سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ فقیر ایک بار اکابر مخالفین سے
ایک شخص کے پاس جو ہمارے محلّہ شاہ ولایت کے رہنے والے پنجاب میں بعہدہ ججی رہ کر خان بہادر
کا خطاب پائے تھے اور پنشن لیکر گھر کو آئے تھے۔ بتقریب مبارکباد گیا تھا۔ وہاں چند اشخاص متعصبین
سُنیہ سے حاضر تھے کہ مجھ سے واقف نہ تھے۔ اتفاقاً کچھ مذہبی ذکر آیا۔ ان میں سے ایک نے کہا دیکھئے
یہ لوگ (شیعہ) فدک کے مقدمہ کو کیسا طول دیتے ہیں حالانکہ وہ چند کھجور کے درخت تھے۔ اسپر
خان بہادر صاحب بجائے اسکے کہ اسکو اشارہ کریں اور میرے شیعہ ہونے سے آگاہ کریں بولے۔ تم یہ کیوں
کہتے ہو کہ چند درخت تھے اس سے تو خلیفہ اول پر اور بھی اعتراض وارد ہوگا کہ انہوں نے چند پیڑ بنت
رسول سے دریغ کئے وہ مانگتی رہیں نہ دئے۔ تم تو یہ کہو کہ وہ ایک بڑی بھاری ریاست تھی ۱۲ منہ عفی عنہ

تاریخ حبیب السیر میں کتاب مقصد اقصےٰ سے نقل کیا ہے کہ بعض اہل علم نے کہا کہ حضرت رسول خداؐ نے امیر المؤمنین علیؑ ابن ابی طالب کو فدک کی طرف روانہ کیا چنانچہ اس کا مصالحہ آنحضرت کے ہاتھ پر واقع ہوا اس طرح پر کہ حضرت امیرؑ ان لوگوں کی خونریزی سے احتراز کریں۔ حوائط فدک رسول اللہؐ سے مخصوص رہیں۔ پس جبرئیل امین نازل ہوئے اور پیام ربّ جلیل بصورت قرآن شریف پہنچایا وآتِ ذاالقربیٰ حقّہٗ کہ رشتہ داروں کو ان کا حق پہنچاؤ حضرت نے دریافت کیا کہ رشتہ داروں سے کون مقصود ہیں اور ان کا حق کیا ہے۔ کہا ذی القربیٰ سے مراد فاطمہ زہراؑ ہیں اور حق ان کا فدک ہے۔ ان کو عطا کرو۔ حضرت رسولِ خداؐ نے جناب فاطمہ کو بُلایا اور فدک ان کو بخشدیا اور مزید تاکید کے لئے ایک وثیقہ (ہبہ نامہ) اس باب میں لکھ دیا۔ وہی کاغذ تھا جس کو رسول اللہؐ کی وفات کے بعد اس جناب نے ابو بکر کے سامنے پیش کیا تو وہ کاغذ خلیفۂ ثانی نے لیکر چاک کر ڈالا۔ ابو بکر نے گواہ طلب کئے تو جناب زہرا امیر المؤمنین حسنین وام ایمن کو شہادت کے لئے لے گئیں۔ ابو بکر نے یہ گواہی قبول نکی کہ علی وحسنین کی گواہی اپنے جرّ منفعت کے لئے ہے اور ام ایمن ایک عورت ہے۔ تب حضرت نے بروئے میراث اس کا دعویٰ کیا۔ ابو بکر نے حدیث موضوع نحن معاشر الانبیاء الخ پیش کی کہ پیمبروں کے ترکے میں بموجب اس حدیث کے میراث جاری نہیں ہوتی وہ جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ و خیرات ہوتا ہے۔ جناب سیّدہؑ نے حیرت سے کہا یہ کیسی حدیث ہے کہ رسول اللہؐ نے اس کا تذکرہ ہم سے نکیا۔ اور چند آیات قرآنی اس کی تردید میں پڑھیں مگر شنوائی نہوئی۔ آخر آپ نے فرمایا یا ابن ابی قحافۃ اترث اباک ولا ارث ابی۔ اے ابو قحافہ کے بیٹے تو اپنے باپ کا وارث ہو میں اپنے باپ کی وارث نہوں

اور غضبناک ہوئیں جناب فاطمہ ولم تتکلم۔ اور مرتے دم تک ابوبکر کے ساتھ ہم کلام ہوئیں۔ اور امیر المومنین کو وصیت کی وہ دو نو میرے جنازے پر نہ آنے پائیں۔ اس لئے حضرت علی نے رات کے وقت ان کو دفن کیا اور کسی کو خبر نکی۔ جیسا کہ کتب معتبرہ سُنّیہ میں یہ امور بتصریح مذکور ہیں۔

اور تاریخ الخلفا میں ہے کہ فدک کو ابوبکر و عمر نے اپنا جبوہ و خالصہ قرار دیا تھا۔ مگر عثمان نے اس کو مروان کو دے ڈالا۔ پس مروانیوں میں متداول تھا کہ تا اینکہ عمر بن عبدالعزیز نے اولاد فاطمہ کو ردّ کیا۔ یہ ردّ اس وقت واقع ہوا جبکہ اس کا غلّہ پک کر تیار تھا۔

بالجملہ صاحب مجالس لکھتے ہیں کہ عمر کی وفات کے بعد پھر آنحضرات سے فدک لے لیا گیا اور ثانی الحال خلفاء عباسیہ کے عہد میں اس کی یہ صورت رہی کہ جو کوئی تھوڑا سا انصاف و فضیلت رکھتا اور حق رسانی اہل بیت کا ارادہ کرتا تو اس کو واپس کرتا اور دوسرا پھر چھین لیتا۔ چنانچہ مامون معتصم و واثق نے اپنے اپنے عہد خلافت میں اس کو سادات پر رد کیا۔ لیکن ناصبی مردود متوکّل کی باری آئی تو اس نے لے کر اپنے ایک حجّام کے حوالے کیا۔ بعد ازاں معتضد نے واپس کیا۔ مگر مکتفی نے پھر چھینا۔ مقتدر نے پھر دیا۔ غرض جنہوں نے دیا عمر بن عبدالعزیز کی تقلید و پیروی سے دیا وہ بموجب مقولہ الفضل للمتقدم ثواب میں ان کا شریک رہا اور جنہوں نے چھینا انہوں نے شیخین کی راہ اختیار کی اور عذاب آخرت اپنے لئے مہیّا کیا۔ کامل ابن اثیر میں ہے کہ فاطمہ بنت الحسین بن علی علیہما السلام عمر کی مدح کرتی تھیں اور کہا کرتیں کہ اگر عمر مذکور زندہ رہتا تو ہم اسکے ہوتے کسی کے محتاج نہوتے۔

نیز۔ کامل میں ہے کہ امام محمد باقر عم سے کسی نے اسکی بابت استفسار کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہر قوم میں ایک نجیب ہوتا ہے نجیب بنی امیہ عمرؓ بن عبدالعزیز ہے۔ واللہ

یبعث یوم القیامة امّة واحدة۔ تحقیق کہ وہ بروز قیامت تنہا ایک اُمت مبعوث ہوگا۔

ترک سبّ امیر المومنین

معاویہ بن ابی سفیان کی زندگی ذمائم افعال وقبائح اعمال سے اس قدر لبریز ہے کہ یزید پلید کا وجود نجس اس کی بدیوں سے ایک بدی شمار کیا گیا ہے۔ اس کے افعال نکوہیدہ سے ایک یہ فعل تھا کہ اپنے منحوس عہدِ خلافت میں سب وشتم نفس رسول وزوج بتول کو ممالک اسلام میں رواج دیا۔ چنانچہ یہ رسم بد اسکے باقی زمانہ میں اور زمانہائے حکومت یزید۔ مروان۔ عبدالملک۔ ولید وسلیمان پسران عبدالملک میں برابر جاری تھی کہ روز ہائے جمعہ میں منبروں پر خطبوں کے درمیان آنحضرت صلوات اللہ علیہ پر تبرّا کیا جاتا۔ حتیّٰ کہ عمر بن عبدالعزیز کو حق تعالیٰ نے توفیق دی کہ اس نے اس رسم نحس کو یک قلم موقوف کر کے بجائے اسکے تمام قلمرو میں آیات قرآنی کا اضافہ کیا۔ میں یہ قصہ اس سے پہلے کتاب کشف الحقائق تاریخ امام جعفر صادق میں لکھ چکا ہوں۔ یہاں نشاط خاطر ناظرین کے لئے اس کو مکرّر لکھتا ہوں۔

عمر سے نقل ہے کہ انہوں نے کہا میں لڑکپن میں جبکہ تحصیل علم کے لئے مدینہ میں تھا ایک بزرگ عبیداللہ نام اولاد عتبہ بن مسعود سے درس لیتا۔ ایک دن ہم چند لڑکے جمع ہوئے اثنا لعب وبازی میں سبّ علی میں مشغول تھے۔ اللہ اکبر۔ اطفالِ بنی امیہ باہم کھیل وبازی کرتے تو وہ ان کی لعب وبازی بھی امیر المؤمنین علی کی مذمت وعیب جوئی سے خالی نہوتی تھی۔ عمر کہتا ہے کہ اس وقت ہمارا اُستاد اس طرف سے گزرا اور مجھے اس کار میں مشغول پاکر چیں بابرو مسجد میں چلا گیا۔ میں بھی اس کے پیچھے گیا۔ مجھ کو دیکھ کر نماز کے لئے کھڑا ہوگیا اور خلاف عادت اس کو طول دیا۔ دیر

کے بعد فارغ ہو تو بنگاہ تند میری طرف دیکھا۔ میں نے کہا خیر ہے۔ آج شیخ کبیدہ خاطر کیوں ہیں۔ کہا تو نے کہاں سے جانا کہ حق تعالیٰ اہل بدر و بیعۃ الرضوان سے ایک بار راضی ہو کر پھر ناراض ہو گیا۔ میں نے کہا مجھ کو تو اس کا علم نہیں کہا تو پھر کس لئے علی بن ابی طالب کی مذمت کرتا ہے۔ میں نے کہا کیا علی اہل بدر سے ہیں کہا اے احمق غزوۂ بدر مثل دیگر غزوات کے علی ہی کے دستِ حق پرست پر فتح ہوا ہے میں نے کہا تو توبہ کرتا ہوں آئندہ کبھی ان کی مذمت نہیں کرنے کا اور یہ بات میرے دل میں باقی رہی۔ تا اینکہ اسکے بہت دنوں بعد جبکہ اپنے باپ کے ساتھ مصر میں تھا تو میں نے دیکھا وہ جمعہ کے دن خطبہ کہتا ہے تو تمام خطبہ بہت فصاحت و بلاغت سے ادا کرتا ہے مگر جب علی کی مذمت پر آتا ہے تو اس کی زبان کانپ جاتی اور لکنت کرنے لگتی ہے۔ ایک بار میں نے کہا اے پدر کیا بات ہے کہ تمام خطبہ تم بڑی فصاحت سے پڑھتے ہو مگر اس شخص کی مذمت پر آ کر تمہاری زبان میں لکنت پڑ جاتی ہے اور کچھ کا کچھ کہنے لگتے ہو۔ کہا اے پسر جو فضائل مناقب اس شخص کے تیرے باپ کو معلوم ہیں اگر شمہ ان کا ان لوگوں کو معلوم ہو جو میرے منبر کے گرد بیٹھے ہیں تو تمام ہم سے روگرداں ہو کر اس کی اولاد کی متابعت کرنے لگیں ہیں جو کچھ ابو تراب کی مذمت کرتا ہوں مصلحتِ وقت جان کر حصولِ دُنیا کی خاطر کرتا ہوں۔ عمر کہتے ہیں کہ یہ دوسرا موقعہ تھا کہ جس سے میرے دل میں محبت علی بن ابی طالب کی جاگزیں ہوئی اور میں نے عہدِ واثق کیا کہ اگر کسی وقت خلافت پر پہنچا تو اس پلید رسم کو دُنیا سے اُٹھا دونگا۔

اب خلافت پر پہنچکر جس حُسن تدبیر سے عمرؒ نے اس رسمِ منحوس کا قلع قمع کیا وہ بھی دیکھنے کے لائق ہے۔ اس نے ایک اپنے پُرانے دوست یہودی کو آمادہ کیا کہ دربار میں آکر تمام مجمع کے سامنے اس کی لڑکی کی درخواست کرے۔ یہودی نے

ایک ایسے موقعہ پر جبکہ ارکان سلطنت و اکابر بنی امیّہ حاضر دربار تھے حاضر ہو کر
عمر سے اس کی لڑکی کی خواستگاری کی۔ اس نے کہا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ
ہمارے اور تیرے مذہب میں اختلاف ہے۔ ہم مسلمان ہیں تو یہودی کافر۔
یہودی نے جیسا کہ پہلے سے اس کو سمجھا دیا گیا تھا۔ کہا کفار سے مناکحت و
مواصلت تو اسلام میں روا ہے۔ خود پیغمبر اسلام نے ایسا کیا ہے کہ علی ابن ابیطالب
سے اپنی اکلوتی بیٹی فاطمہ کا نکاح کیا۔ عمر نے کہا کیسا بیوقوف شخص ہے علیؑ مسلمان
اور سردار مسلمانان و اساطین دین خاتم النبیین سے تھے۔ وہ کوئی کافر تھے۔
یہودی بولا۔ ایسا ہے تو تم لوگ جمعہ کے خطبوں میں کیوں ان کو بُرا کہتے اور لعن و تبرّا
کرتے ہو۔ عمر اس سے ساکت ہوئے اور اہلِ دربار سے خطاب کیا کہ اس کا جواب
دو کہ کس لئے یہ حرکت کرتے ہو سب خاموش سر بگریباں تھے۔ عمر نے کہا آج سے
یہ رسم بد موقوف کی جائے اور تمام ممالک میں احکام جاری کیے کہ اسکو ترک کریں
اور بجائے کلمات ذم و لعن یہ آیہ شریفہ داخلِ خطبہ کی رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا[1]
الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ
رَءُوْفٌ الرَّحِیْمِ۔ و بقولے اس آیہ شریفہ کے پڑھنے کا حکم دیا۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ[2]

---

[1] (ترجمہ) پروردگار بخشدے تو ہم کو اور ہمارے برادران کو جنہوں نے دین و ایمان میں
ہماری پیروی کی۔ اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کی عداوت نہ ڈال جو ایمان لائے تیرے اوپر
خداوندا تحقیقاً۔ تو بخشندہ و رحم آورندہ ہے ۱۲ منہ

[2] یقیناً اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے انصاف و احسان کرنے اور قرابت داروں کے دینے کا
اور منع فرماتا ہے بے حیائی و ناشائستہ حرکت اور زیادتی کرنے سے تم کو نصیحت کرتا
ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو ۱۲ منہ

والاحسان وایتاء ذی القربٰے وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون۔

بہرکیف یہ سنت سنیہ اس سے جاری ہوئی اور مسلمانوں نے علے العموم اسکے اس فعل کو پسند کیا اور شاعروں نے اسکی مدح وثنا میں قصیدے لکھے۔ ازانجملہ کثیر عزّہ نے چند اشعار کہے۔ پہلا ان کا یہ شعر ہے ؎

ولّیت ولم تشتم علیاً ولم تخف بریًا ولم تتبع مقالۃِ مجرم

تو والی امر خلافت ہوا اور علی کی سبّ وشتم سے درگزر کیا۔ کسی بیگناہ کو تو نے خوف زدہ نکیا اور کسی مجرم بدکار کے قول کی پیروی نکی۔

وفات عمر بن عبدالعزیز

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ ایک بار عبدالملک بن عمر بن عبدالعزیز نے اپنے باپ سے کہا۔ اے امیرالمؤمنین تم فردا قیامت خدا کو کیا جواب دوگے جبکہ وہ جل شانہ تم سے سوال کرے گا کہ تو نے بدعات دیکھیں ان کو نابود نکیا اور سُنتوں کا احیا نفرمایا۔ عمر نے کہا رحمک اللہ وجزاک من والد خیراً۔ خدا تجھ پر رحم کرے اور تیرے باپ کی طرف سے جزاء خیر تجھے دے۔ تمہاری قوم نے اس امر پر ایسا قبضہ کیا ہے اور گرہیں دیکر اس قدر مضبوط کر رکھا ہے کہ میں بزبردستی جو کچھ انکے ہاتھ میں ہے ان سے نکالنا چاہوں تو اندیشہ ہے کہ یہ لوگ مجھ پر ٹوٹ پڑیں اور بہت خونریزی واقع ہو۔ اور قسم خدا کی تمام دُنیا کا میرے ہاتھ سے نکل جانا اس سے آسان تر ہے کہ ایک قطرہ خون میری وجہ سے زمین پر گرے ؎

بمردی کہ ملک سراسر زمیں نیرزد کہ خونے چکد بر زمیں

اے فرزند تو راضی نہیں کہ کوئی دن ایام دُنیا سے تیرے باپ پر نہیں گزرتا جس میں وہ کسی بدعت کو نہ مٹاتا ہو اور کسی سنّت کا احیا نکرتا ہو۔

نیز تاریخ الخلفاء میں ہے کہ عمر مقام دیر سمعان میں علاقہ حمص سے ۲۰ یا ۲۵ رجب ۱۰۱ھ کو فوت ہوا اس کی عمر ۳۹ سال کی ہوئی وہ زہر سے فوت ہوا۔ بنی امیہ اس سے تنگ آگئے تھے کیونکہ وہ تشدد کرتا تھا اور بہت سی اشیا جو انہوں نے اوروں کی بزور وسطوت دبا رکھی تھیں وہ بجبر انکے ہاتھوں سے نکالتا۔ اور اپنی جان کی حفاظت کا کوئی انتظام نکیا تھا۔ لامحالہ انہوں نے زہر پلوا دیا۔ یہ قول سیوطی کا ہے۔ ابن عبدربہ نے اپنی کتاب عقد میں لکھا ہے کہ یزید بن عبدالملک نے اسکے خادم کو ورغلان کر اس کے ہاتھ سے زہر دلوایا۔

مجاہد کہتا ہے کہ مجھ سے عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا کہ لوگ میرے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہتے ہیں کہ اس کو سحر کرایا گیا ہے۔ کہا مجھ پر سحر نہیں کیا گیا مجھے وہ ساعت معلوم ہے جس میں مجھ کو زہر پلایا گیا ہے۔ پھر اپنے ایک غلام کو بلا کر کہا وائے ہو تجھ پر کیا باعث ہوا تجھ کو جو تو نے مجھے زہر پلایا۔ کہا مجھے ہزار دینار دئے تھے اور آزادی کا وعدہ کیا تھا۔ کہا وہ مال لے آؤ وہ لے آیا عمر نے وہ ہزار دینار بیت المال میں داخل کرا دیا اور غلام سے کہا تو ایسی جگہہ چلا جا جہاں تجھے کوئی نہ دیکھے۔

یزید بن عبدالملک

سلیمان نے عمر بن عبدالعزیز کے بعد یزید مذکور کو نامزد خلافت کیا تھا لہذا اس نے زہر دلوا کر جلدی ہی اس کا کام تمام کرایا۔ اور آپ تخت شاہی پر بیٹھا مگر چار برس ایک مہینے سے زیادہ جینے نہ پایا تھا کہ شہباز اجل کا شکار ہو گیا۔ یزید عاتکہ بنت یزید عبدالملک کی چہیتی بی بی کے بطن سے تھا یعنی یزید پلید بن معاویہ

قاتل امام سعید شہید کا نواسہ ہوتا تھا۔ لاجرم پرلے سرے کا عیاش لہو ولعب کا دوست نکلا۔ سلامہ[لہ] وحبابہ دو کنیزیں اس کے آرام دل وجاں غارتگر متاع دین وایمان تھیں۔ اُنکے ساتھ مجلس عیش وعشرت راگ رنگ کی شب وروز گرم رکھنے لگا۔ کاروبار خلافت سے مطلق اس کو سروکار نتھا۔ ایک روز انہوں نے کوئی ایسا دلکش گیت گایا کہ یزید مارے خوشی کے اُچھل پڑا۔ اور کہنے لگا کہ میں تو اُڑا چاہتا ہوں۔ حبابہ بولی اے امیر المؤمنین تم اُڑ جاؤگے تو امت محمدیہ کو کس پر چھوڑوگے۔ کہا تمہارے اوپر۔ ابوحمزہ خارجی اس واقعہ کو یاد کر کے کہا کرتا تھا کہ یزید نے دہنے ہاتھ پر حبابہ کو بٹھایا بائیں پر سلامہ کو اور کہا میں اُڑتا ہوں۔ اور وہ واقع میں اُڑ بھی گیا مگر کہاں اور کس طرف لعنتِ خدا اور اس کے عذاب ابدی کی طرف۔

نیز ابن اثیر نے کہا ایک روز حبابہ کو ساتھ لیکر شہر اردن کے باہر باغات کی سیر کو گیا ایک باغ میں پہنچکر دونوں انگور کھانے لگے۔ اس کے درمیان یہ دل لگی سوجھی کہ ایک ایک دانہ انگور کا معشوقہ کی طرف پھینکتا۔ وہ اس کو مُنہ میں لیتی۔ ایک دانہ اس کے حلق میں جاکر پھنس گیا اور سانس بند ہوکر دم نکل گیا۔

[لہ] سلامہ بفتح سین وتشدید لام معروف بہ سلامۃ القس۔ قس ایک مرد عابد مرتاض کا نام تھا جس پر وہ عاشق تھی اور کام دل اس سے حاصل کیا چاہتی تھی مگر وہ راضی نہوا۔ اس کے نام کے ساتھ مشہور ہوئی۔ حبابہ جس کا نام عالیہ تھا یزید نے سلیمان کے عہد میں چار ہزار دینار پر مکہ میں اس کو خرید کیا تھا مگر سلیمان خفا ہوا تو کسی مصری کے ہاتھ بیچدیا۔ لیکن عشق کا کانٹا بدستور رگ جاں میں چبھا رہا۔ خلیفہ ہوا تو اس کی زوجہ سعدہ بنت عبداللہ بن عمر بن عثمان نے خرید کر اس نے اپنے شوہر کی نذر کردیا ۱۲ تاریخ کامل ابن اثیر

یزید پر اس حادثہ ناگہانی سے کوہِ غم ٹوٹ پڑا۔ تین روز تک اس کی لاش کو آگے لئے بیٹھا رہا۔ اس کو سونگھتا بوسے لیتا دیکھتا اور روتا تھا۔ چند بار اس مُردہ لاش سے جماع کیا۔ حتیٰ کہ اس جیفہ مردار سے بدبو آنے لگی۔ اس وقت لوگوں کے لعن طعن سے اس کا پیچھا چھوٹا۔ اور دفن کی اجازت دی۔ دفن سے فراغت پاکر محل میں آیا تو حزین وملول تھا۔ اس میں ایک کنیز نے یہ شعر پڑھا ؎

کفی حزنا بالھائم الصب ان یرے
منازل من یھوی معطلہ قفرا

(ترجمہ) عاشق سرگشتہ کے واسطے اس سے زیادہ اور کون سی مصیبت ہوگی کہ اپنی محبوب کے مکانات بود وباش کو خالی بے مکین پائے۔ اسے سُن کر اس قدر رویا کہ گھگی بندھ گئی۔ اسکے بعد کل سات روز زندہ رہا۔ پھر اسکے پیچھے ہولیا۔

ہشام بن عبد الملک

آخری خلیفہ ہے۔ خلفاء اربعہ پسران عبد الملک سے۔ تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ عبد الملک نے خواب میں دیکھا تھا کہ چار مرتبہ محراب میں پیشاب کیا۔ سعید بن مسیّب سے اس کی تعبیر لی تو اس نے کہا کہ اس کے چار پسر مرتبہ خلافت کو پہنچینگے۔ فی الحقیقت چاروں ولید۔ سلیمان۔ یزید۔ ہشام محراب عبادت یعنی امر خلافت کے گندہ وناپاک کرنے والے تھے۔ ہشام کا عہد خلافت نسبتہً دراز ہوا یعنی ۱۰۵ھ سے ۱۲۵ھ تک خلیفہ رہا۔ اسی نظر سے کہا گیا ہی کہ بنی امیّہ میں تین خلیفہ ہوئے۔ معاویہ بن ابی سفیان۔ عبد الملک بن مروان و ہشام مذکو ہشام کو اولاد عبد الملک میں ہر لحاظ سے اکمل کہا گیا ہے مگر وہ آنکھ سے احول (بھینگا) ہونے کے باوجود حسد وحرص میں یکتائے روزگار تھا۔ تاریخ امام

زین العابدینؑ مؤلفہ حقیر میں گزرا کہ خانہ کعبہ کے گرد طواف کرنے لگا تو ہجوم خلائق واژدحام حجاج سے راستہ نملا تھا۔ استلام حجر کا قصد کیا تو بھیڑ نے وہاں تک پہنچنے نہ دیا ناچار ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ اتنے میں وہ حضرت با حلہ نورانی حرم محترم میں تشریف فرما ہو کر مصروف طواف ہوئے۔ جس طرف کو جاتے صفوف خلق میں شگاف پڑتے چلے جاتے۔ استلام سنگ اسود کا ارادہ کیا تو لوگ ایک طرف ہو گئے اور آپ نے بآرام تمام استلام فرمایا۔ ایک شامی نے یہ جاہ و جلال دیکھ کر ہشام سے سوال کیا کہ یہ شخص کون ہے۔ ہشام کے آتش حسد کانوں سینہ میں مشتعل تھی۔ گو آپ کو اچھی طرح پہچانتا تھا براہِ تجاہل انکار کیا کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ فرزوق شاعر حاضر تھا اس نے قصیدۂ غرا شان میں امام یثرب وبطحا کے فی البدیہہ پڑھا۔ ہشام آتش وحسد میں جلکر اب کباب ہو گیا اور فرزوق کو قید کر لیا۔ ملا جامی سلسلۃ الذہب میں اس کے حسد کا بیان اس طرح پر کرتے ہیں ؎

آفت دیدۂ حسد رمد است	رمد دیدۂ خرد حسد است
جان حاسد زداغ غم فرسود	از غم آسود خاطرِ محسود
حسد المرءِ یا کل الحسنات	وان اعتاد کسبھا سنوات
نکشد از سر شر ہیزم	آں ضرر کز حسد کشد مردم
دائما ار طبیعتِ فاسد	برخدا معترض بود حاسد
کہ چناں مال بامنال چرا	مر فلاں راہمے دہد نہ مرا
زآسماں خور ہمے درخشد فاش	برزمیں کور مے شود خفاش
زآسماں مہ ہمے دہد پر تو	برزمیں سگ ہمے کند عو عو
اے بسا راست بین کہ شد مبدل	ازحسد چشم او شدہ احول

آنکہ احول بود ز اوّل کار
چوں شود جانش از حسد ہشدار

ابو فراس فرزدق کے قید کرنے پر ملامت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اگرش چشم راست بیں بودے
راست کردار و راست دیں بودے
دست بیداد و ظلم نکشادے
جائے آں حبس خلعتش دادے

یہ اس کے حسد کا بیان تھا۔ اب ذرا حرص وطمع کی بھی داستان سُنیئے۔ عقد الفرید میں ہے کہ شہر میں طاعون پھوٹ پڑا تو ہشام اس سے بچنے کے لئے جنگل کو بھاگا حتیٰ کہ ایک راہب کے عبادت خانے میں پہنچا۔ راہب اس کو باغ میں لے گیا اور نفیس و پختہ میوے چُن کر اس کے سامنے حاضر کئے۔ ہشام نے کہا ای راہب تو یہ باغ مجھے ہبہ کر دے۔ اس نے کچھ جواب اس کا نہ دیا۔ ہشام نے کہا تو بولتا کیوں نہیں۔ کہا میرے نزدیک تو بہتر یہ ہے کہ تیرے سوا تمام آدمی مر جائیں کہا یہ کیوں۔ راہب نے کہا اس لئے کہ شائد تو اس وقت سیر ہو جائے۔ ہشام ابرش کی طرف متوجہ ہوا کہ دیکھو راہب کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا قسم خدا کی یہی ایک شریف آدمی تجھے ملا ہے۔ اس کی تنگ چشمی وخسّت اس درجہ تھی ایک مرتبہ اپنے مصاحبوں کے ساتھ خاصہ شاہی باغ میں گیا۔ میوے تیار تھے۔ انہوں نے توڑ توڑ کر کھائے اور شکر خدا بجالائے اور دُعا کی کہ اس کے باغ کے پھلوں میں خدا برکت دے۔ ہشام نے کہا برکت خدا کا ہے میں دیگا میوے تو تم سب کھا گئے یہ کہکر باغباں کو بُلایا اور امر کیا کہ ان تمام میوہ دار درختوں کو کاٹ کر بجائے انکے زیتون کے پیڑ لگاؤ جس کو کوئی کھانے نہ پائے۔ عبدِ مغناق مؤلّف اوراق کہتا ہے کہ اہل بیت رسالت کا دستور دربارۂ ثمرات باغ جو بیشتر مذکور ہوا ناظرین کو بھولا نہ ہوگا کہ موسم خرما میں جب پھل درختوں پر پک کر تیار ہوتے تو دیوار ہائے باغ میں شگاف کر کے دروازے کھولدئے جاتے کہ راہ گیر وہاں سے داخل ہو کر خرما تازہ

حسب دلخواہ تناول کریں۔ کوئی روک ٹوک ان کے لئے باقی نہ ہے۔ یہ طریقہ انکے
انکے ہاں نسلاً بعد نسلٍ جاری تھا۔ اسکے بر خلاف بنی امیہ کے ان شاہانِ عالم کے
طرز و طریق کو دیکھئے کہ ہشام اپنے اصحاب خاص کی ایک مختصر سی جماعت کے
کچھ پھلوں کے کھا لینے پر کیا رنگ لاتا ہے۔ اور کس طرح اس مجمع کو جھاڑتا ہے
کہ برکت کاہے میں ہوگی جبکہ تم نے ان کو کھا کر صاف کر دیا اور کس صفائی سے
باغبان کو ثمردار پیڑوں کو یک قلم کاٹ ڈالنے اور بجائے اسکے بے پھل پیڑ لگانے
کا حکم دیتا ہے۔ راہب نے اسکی حریص طبیعت کی سیری کا اچھا اندازہ لگایا کہ
تمام عالم مرجائے اور سب کے مال و جائدادیں اسے مل جائیں تو شائد اس وقت
شکم سیر ہو جائے۔

مسعودی کہتا ہے کہ ہشام احول حشیم فظّ غلیظ القلب تھا۔ مال جمع کرتا زمینوں
کا تردد کراتا اور گھوڑے پالتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس طویلے میں چار ہزار گھوڑے
رہتے تھے۔ اور اس قدر گھوڑے جاہلیت یا اسلام میں آجتک کسی کے پاس نہیں
سُنے گئے مگر اس کے بخل و امساک کا یہ حال تھا کہ سلیمان بن ہشام اسکے صلبی بیٹے
نے لکھا کہ میرا استر سواری کا ناتواں ہو گیا ہے۔ امیر المومنین ایک راس اسپ
مرحمت کریں۔ اس کو گھوڑا نہ دیا اور جواب میں لکھا اس کی ناتوانی تمہارے ترک
تعہد و خبر گیری سے پیدا ہوئی آئندہ اپنے نفس خود اس کی خبر گیری و تفقد کرو اور
اپنے آپ اس کے گھاس دانے کی خبر لیتے رہو۔ والسلام۔ حضرت امام محمد باقر
اسی ہشام کے زہر کے اثر سے شہید ہوئے جیسا کہ باب وفات آنحضرت میں مذکور
ہے۔ نیز ان کے بھائی زید بن علی بن الحسین نے اس کے زمانے میں اس کی سپاہ کے
ہاتھ سے جامِ شہادت نوش کیا۔ اس واقعہ کا ذکر مفصلاً کشف الحقائق کا حصہ تھا
وہاں کیا گیا مجملاً اس کتاب کے باب اقارب و عشائر آنحضرت میں مذکور ہے وہاں دیکھیں۔

حکایت دلپذیر

یہ لطیف ولذیذ قصہ ہشام بن عبدالملک اور ایک پیر مرد کوفی کی ملاقات کا تاریخ اعثم کوفی میں درج ہوا اور اس سے روضۃ الصفا میں نقل کیا گیا ہے۔ ہم اپنے ناظرین کو اس لطف وخوبی سے محروم نہیں رکھنا چاہتے۔ لہٰذا بطولہا اس کو اس مقام پر نقل کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ایک روز ہشام اپنے ابہت و اجلال شاہی کے ساتھ صحرا میں شکار کھیلنے جا رہا تھا ناگاہ اس کو دور سے غبار اٹھا ہوا دکھائی دیا افواج وسپاہ کو وہیں چھوڑا اور ایک غلام کو ساتھ لیکر اس طرف بڑھا۔ آگے گیا تو غبار کے درمیان سے ایک قافلہ نمودار ہوا جو روغن زیتون وغیرہ اشیار واجناس تجارتی لئے وہاں سے گزر رہا تھا۔ ہشام نے بچشم حقارت ان کی طرف نگاہ کی اور اس کو مضمون شعر ذیل کا مطلق خیال نہ رہا ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر　　　تو چہ دانی کہ دراین گرد سوارے باشد

غور سے دیکھا تو قافلہ کے درمیان اس کی نظر ایک پیر مرد پر پڑی جو حسن صورت و منظر زیبا میں تمام قافلہ میں یکتا تھا۔ اس سے پوچھا بڑے میاں کہاں کے رہنے والے ہو زاد بوم تمہارا کون مقام ہے۔ کس قوم قبیلہ سے نسبت رکھتے ہو۔ پیر مرد نے کہا مولد ومنشا میرا شہر کوفہ ہے اور قوم وقبیلہ کی بابت یہ ہے کہ اگر عرب کے عزیز ترین قبائل سے ہوں تو کوئی نفع تجھ کو نہیں پہنچتا اور سب سے ذلیل خاندان سے ہوں تو کوئی ضرر تیرے عائد حال نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس سوال کی کوئی ضرورت نہیں۔

ہشام۔ معلوم ہوتا ہے کہ حیا تجھ کو مانع آئی کہ حقیقت حال سے آگاہ کرے

(یعنی پستی نسب ہے اس کا بیان نہیں کرتا شرماتا ہے۔

پیر مرد (ازبسکہ ہشام آنکھ سے بھینگا بُری بھدّی شکل کا تھا) ہنسا اور بولا تیری بھونڈی شکل اور مکروہ ہیئت سے تیرے حسب نسب کی پستی ودنائت کا تو حال معلوم ہوا بارے اگر میرے لئے اظہار حسب نسب کئے بغیر چارہ نہیں تو آگاہ رہ کہ میں فلاں قوم و قبیلہ سے ہوں اور فلاں فلاں اشخاص میرے رشتہ دار ہیں۔

ہشام۔ اللہ المستعان کیا بُرا قبیلہ تیرا ہے جو اس سے منسوب ہو اس کو بہت بہت شکر کرنا چاہیئے۔

پیر مرد۔ درست ہے۔ باوصف اس شکل و شمائل زیبا و چشم شہلا[۱] کے جو تیری موزوں ہے کہ تو لوگوں میں عیب نکالے۔ ذرا اپنا حسب نسب بھی تو بیان کر کہ تو کس قبیلہ سے ہے۔

ہشام۔ میں قبیلہ قریش سے ہوں کہ عرب میں سرافراز و ممتاز خاندان ہے۔

پیر مرد۔ قریش ایک قبیلہ بزرگ و سلسلہ عظیم ہے اس میں اعلیٰ ادنیٰ اکابر اصاغر بہت شاخیں ہیں۔ بیان کر کہ تو اس کے کس بطن سے ہے اور کیا فوقیت رکھتا ہے۔

ہشام۔ میں اشراف و اعیان بنی امیہ سے ہوں کہ شرافت و بزرگی میں کوئی دوسرا ان کی برابری نہیں کر سکتا اور کوئی مخلوق ان سے انتقام لینے کا خیال دل میں نہیں لا سکتا۔

پیر مرد۔ ہشام کا یہ کلام مفاخرت انجام سُن کر قہقہہ مار کر ہنسا اور بولا مرحبا بک یا اخا بنی اُمیّہ۔ اے برادر اموی مرحبا ہو تجھ کو۔ ایسے پاکیزہ نسب کو کیوں

---

[۱] چشم شہلا چشم سیاہ کہ مائل بسرخی باشد ۱۲ غیاث

ابتک چھپائے رکھا۔ اور کس لئے اتنی دیر مجھ کو فکر و تشویش میں ڈالا۔ خوب کیا کہ اس کا اظہار کر دیا اور مجھ کو فکر و اندیشہ کے بھنور سے نکالا۔ کیا ہی عمدہ نسب تیرا ہے اور کیسا پسندیدہ و ستودہ خاندان و رفیع و عالی دودمان تو رکھتا ہے تجھ کو یہ مُنہ سے نکالتے وقت شرم نہ آئی۔ کیا تو نہیں جانتا کہ بنی اُمیہ بجاہلیت ربا میں (سود) خوار تھے مسلمان ہو کر ظالم و ستمگار ہوئے۔ انہوں نے حقوقِ اہلِ بیت رسالت پر دست درازیاں کیں۔ راس و رئیس تمہارا زمانہائے سابق میں ایک خمار تھا آج کل ایک جبار ہے۔ اس قبیلہ نے چالیس معرکوں میں پشت دکھائی اور مُنہ موڑ کر فرار کیا۔ اپنی آبرو کو گنوایا اور اپنے جنگ آوروں کو تباہ و برباد کیا اور آتش کینہ و انتقام کے روشن کرنے میں عاجز آئے۔ خاکسار و ذلیل ہے وہ جماعت جس کی یہ سیرت و خصلت ہو اور ایسی جرأت و جلادت رکھتے ہوں۔ علاوہ بریں بشہادت سیّد المرسلینؑ تم جہنمی ہو۔ تمہارے مرد عیب و عار سے مُنہ دکھانے کے قابل نہیں اور تمہاری عورات خبث طینت و غلبہ شہوت سے سر نہیں اُٹھا سکتیں۔ عتبہ کہ بروز بدر کفار کا علمدار تھا تم سے منتسب ہے ہندکہ تمام عیوب کی مجموعہ تھی۔ تمہارے متعلق صخر بن (ابو سفیان) کہ زمانہائے جاہلیت میں خمار و بیطار کے وصفوں سے موصوف تھا۔ فی الجملہ ترقی پائی تو بار بار رسول اللہ سے لڑائی کرنے کے لئے لشکر کشی کرتا رہا۔ مسلمان ہوا تو حسن عقیدت و صفائی طبیعت سے اصلاً موفق تھا۔ تمہارا بزرگ اور بڑا ہے۔ معاویہ جسکے حق میں رسول اللہ نے ایسا اور ایسا کہا راس و رئیس و پیشوا و مقتدے تمہارا ہے۔ اس مردود نے ابن عم و داماد و وصی و نفس رسول خدا کے ساتھ متواتر جنگ کئے۔ زیاد ولد الزنا کو نسب میں اپنے ساتھ ملحق گردانا۔ ذات القلائد کو جو اس کی زوجہ تھی تین طلاق دیکر بغیر دوسرے کے نکاح میں دینے کے نکاح کر لیا۔ مرنے لگا تو یزید سے

فاسق بدکار کو ولی عہد کر گیا۔ جس نے سنن وطریقہائے رسول اللہ کو ایک سرے سے مٹا کر بجائے انکے بدعتیں ایجاد کیں اور ظالمان خونخوار کو قتل اخیار پر دلیر کیا اور اہل بیت وشیعان علی پر اشرار کو تسلط بخشا۔ عتبہ بن ابی معیط جس کا نسب رسول خداؐ نے قریش سے نفی کیا تھا تم نے اپنے میں شامل کیا اور اپنے کنبے سے اس کو عورت دی حال آنکہ وہ یہودی تھا۔ اہل صفوریہ سے۔ حضرت امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب نے حسب الحکم حضرت رسالت پناہ اس کی گردن ماری اور عیب وعار اس کا تمہارے لئے باقی رہنے دیا۔ ایسا شخص تمہارا برگزیدہ وپسندیدہ ہے اس کا پسر ولید کہ شراب پیکر صبح کی نماز پڑھانے مسجد میں گیا اور بجائے دو رکعت چار رکعت نشہ میں پڑھ گیا۔ اس کو حق تعالیٰ نے قرآن میں بلفظ فاسق یاد کیا۔ جیساکہ ارشاد ہے افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا لا یستوون۔ آیا جو مومن ہو فاسق کی برابر ہو سکتا ہے۔ یہ دونوں مساوی نہیں ہو سکتے۔ مرضی ومحمود تمہارا تھا۔ عبدالملک بن مروان جس کا سب سے بڑا دوست وعادل ترین امرا حجاج ملعون تھا۔ تمہارا برگزیدہ جماعت بدکار وفاسقان غدار اور وہ جنہوں نے اولاد پیغمبر کو قتل کیا۔ اور منجنیقیں لگا خانۂ خدا پر پتھر پھینکے اور نجاست وپلیدی برسائی تمہارے اعوان وانصار تھے۔ غرض پہلا تمہارا بدکار درمیانہ طرار آخر مکار ہے شریف تم سے خمار ووضیع غدار ہے۔

پیر مرد یہ باتیں کہہ رہا تھا اور ہشام جو نقش بدیوار حیران تھا کہ کیا کہے اور کیا جواب دے آخرش ملول وحزیں باگ موڑی اور اپنے خیل وحشم کی طرف مراجعت فرمائی۔ راستے میں غلام سے کہنے لگا کہ دیکھا تو نے اس بوڑھے سے ہم کو کیا روز سیاہ پیش آیا۔ تجھ کو اس کی باتوں سے کچھ یاد رہ گئی ہیں جن کو بیان کر سکے۔ غلام نے کہا خدا کی قسم میں اس کی ہزلیات میں ایسا مدہوش وبدحواس ہوا کہ اپنا نام تک

بھول گیا۔ ایک حرف اس کے کلام سے یاد نہیں۔ چند بار ارادہ کیا کہ تلوار نکال کر اس کا سر اُڑا دوں۔ عجیب بد ذات کافر و غریب بدکار زبان آور تھا۔ ہشام بولا اگر اسکے سوا دوسری بات تیرے منہ سے نکلتی تو تجھے قتل کرتا۔ خبردار جو کوئی کلمہ اس سے یاد ہو تو کسی سے اس کا تذکرہ نکرنا کہ مارا جائے گا۔ لشکر میں پہنچا تو کچھ لوگوں کو مقرر کیا کہ جاؤ ایک بوڑھا اس شکل و شباہت کا فلاں مقام پر ہے اس کو پکڑ کر میرے سامنے حاضر کرو۔ وہ لوگ صحرا میں اِدھر اُدھر پھرے۔ پیر مرد کا کہیں پتہ نہ پایا کیونکہ ہشام کی واپسی کے بعد اس نے سمجھا کہ ضرور یہ سوار کوئی حکّام وقت سے ہے۔ مجھ کو ضرور پکڑوا منگائے گا لاجرم جھٹ پٹ کسی ایسے راستے کو ہو لیا جو عام کا راہگزار نتھا۔ ہشام اسکے بعد ہمیشہ اس پیر مرد کی طلب و تلاش میں رہتا اور اس بات پر کہ کیوں اسی وقت اس کو گرفتار نکر لیا کس لئے چھوڑ دیا سر دُھنتا تھا۔ غلام راوی حکایت کا بیان ہے کہ کلام شیخ سے ایک حرف بھی مجھے نہیں بھولا۔ اس کی تمام باتیں حرف بحرف اس طرح یاد تھیں اور ابتک ہیں کہ جیسے سورۂ الحمد یاد ہے مگر مصلحت یہی تھی کہ ہشام کے سامنے انکار کیا اور اس کے شر سے محفوظ رہا۔ جبتک وہ زندہ رہا کسی سے اس صحبت کا ذکر زبان پر نہ لایا۔

ولید بن یزید بن عبد الملک

آخری خلیفہ ہے خلفاء دوازدہ گانہ اہل سنّت سے جنکی نسبت انکے یہاں احادیث صحیحہ میں وارد ہے لایزال الاسلام عزیزاً منیعاً الی اثنی عشر خلیفۃً۔ اسلام ذی عزّت و عالی مرتبہ رہیگا جبتک کہ بارہ خلیفوں سے کوئی ان کے درمیان ہوگا۔ پس اس کے مرنے پر اسلام عزّت و شرف و جمعیت سب کچھ کھو بیٹھا

نعوذ باللہ من ھذہ العقیدۃ الفاسدۃ۔

دوازدہ[1] خلیفہ حسب تصریح جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں یہ ہیں:۔
ابوبکر۔عمر۔عثمان۔علی۔معاویہ۔یزید۔عبدالملک بن مروان۔ولید۔سلیمان
عمر بن عبدالعزیز۔یزید۔ہشام پسران عبدالملک ویزید بن ولید بن عبدالملک۔

---

[1] شیخ الاسلام ابن حجر شرح صحیح بخاری میں حدیث دوازدہ امام کی شرح میں کہتے ہیں کہ قاضی عیاض کا قول اس بارے میں ارجح واحسن اقوال ہے کیونکہ اس سے اس کلام کی تائید ہوتی ہے جو بعض طرق صحیحہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ یہ وہ بارہ[12] امام ہونگے جن پر لوگ اجتماع واتفاق کرینگے۔توضیح اس کی یہ ہے کہ مراد اجتماع واتفاق سے ان کی بیعت کا انقیاد ہے اور وہ اس طرح واقع ہوا کہ لوگ ابوبکر وعمر کی بیعت پر جمع ہوئے۔پھر عثمان پر۔پھر علی پر اس وقت تک جبکہ صفین میں قضیہ تحکیم واقع ہوا۔اس وقت سے معاویہ خلافت پر نامزد ہوگیا (یعنی امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ کی خلافت میں واقع تحکیم سے خلل پڑگیا۔اے لعنت خدا بریں عقیدہ) اسکے بعد صلح امام حسن کے بعد معاویہ پر اجتماع خلائق ہوا۔پھر اسکے بیٹے یزید پر مجتمع ہوئے اور منتظم ہوا امر خلافت حسینؑ کے لئے بلکہ وہ اس سے پہلے قتل ہوگئے۔پس یزید کی موت پر اختلاف ہوا حتیٰ کہ ابن زبیر کے قتل ہونے پر عبدالملک بن مروان پر اتفاق ہوا۔پھر اس کے چار بیٹوں ولید۔سلیمان۔یزید وہشام پر مسلمان مجتمع ہوئے۔سلیمان ویزید کے درمیان عمر بن عبدالعزیز متخلل ہوا۔یہ سات خلیفہ ہیں خلفاء اربعہ راشدین کے بعد۔بارہواں ان کا یزید بن ولید بن عبدالملک ہے کہ ہشام کے مرنے پر اسکے اوپر اجتماع ہوا۔وہ چار سال کے قریب خلیفہ رہا پھر لوگ اسپر اٹھ کھڑے ہوئے اور مار ڈالا اسی دن سے اسلام میں فتنہ وفساد اسلام میں پھیل گئے حالات بدل گئے۔اسکے بعد مسلمانوں کو کسی خلیفہ پر جمع ہونا نصیب نہوا۔ہکذا فی تاریخ الخلفاء۔مگر سیوطی کو یہ مدح سرائی ولید کی آگے چلکر خود اسکے ترجمہ میں فراموش ہوگئی کہ

(بقیہ حاشیہ دیکھو ۳۲۱ صفحہ پر)

ولید مذکور نے ربیع الثانی ۱۲۵ھ میں خلافت پائی اور جمادی الثانی ۱۲۶ھ
میں اپنے مقرّ و مقام کو پہنچ گیا۔ تاریخ الخلفاء میں ہے کہ ولید جبّار عنید تھا اور
کثرت ذنوب و معاصی سے اس زمانے کا فرعون شمار ہوتا تھا روز قیامت اپنے امثال و
اقران کا پیشوا بنکر آئے گا اور سب کو اپنے ساتھ لے کر جہنّم میں جائے گا اور عیث
عار کو ان پر وارد کرے گا و بئس الورد المورود (بُرا گھاٹ ہے جہنم) نیز
سیوطی نے لکھا ہے وشق المصحف بالسہام وفسق ولم تخف الاٰثام
اس نے قرآن شریف کو تیروں کا آماجگاہ بنایا اور اس قدر فسق و فجور میں غرق
ہوا کہ ارتکاب معاصی میں ذرا پاک نہ رکھتا تھا۔

مروج الذہب میں ہے کہ ولید سخت نامقیدّ و بیباک و متہتک تھا اسکی
بیباکی کی ایک مثال یہ ہے کہ ہشام کے مرنے پر بشیر نے مژدہ خلافت پہنچایا اور امیر
المومنین کہکر اسے خطاب کیا تو شکر خدا کے عوض یہ ناپاک و گندے اشعار
اس کی زبان سے نکلے ؎

اِنّی سَمِعتُ خلیلی نحو الرّصافۃ انّہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۰) وہاں اسی خاتم الخلفاء کو خلیفہ فاسق سے تعبیر کیا اور کہا کہ وہ
شرب خمر حرمات خدا کا ہتک کرنیوالا تھا۔ حج کو اس ارادہ سے کیا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر بیٹھ کر شراب نوشی
کرے ۱۲ منہ

حقیر مولف کہتا ہے کہ شمار خلفاء میں شیخ الاسلام ابن حجر کو جنہوں نے حدیث دوازدہ امام کو
اشخاص مذکورہ پر منطبق کرنا چاہا احساس ہوا یہ شیخ جلال نے خیال کیا کہ خلفاء اربعہ کے سوا معاویہ
اور اس کا بیٹا یزید اور عبد الملک اور اسکے چار بیٹوں اور عمر و ولید بن یزید کا مجموعہ ۱۳ ہوتا ہے

اَقُبَلُتُ اسحب ذیلی	اَقُولُ ماحالھُنّہ
اذابنات ھِشامِ	یند بن والدھُنّہ
یدعون ویلاو عولا	والویلُ حلّ بھنّہ
انا المخنّث حقاً	ان لم انکھنّہ

اے میرے دوست میں نے رصافہ (نام مقام) کی طرف شور گریہ و بکا سُنا۔ میں دامن کشاں اس طرف کو روانہ ہوا دل میں کہتا تھا دیکھوں کیا حال ان کا ہے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ہشام بن عبدالملک کی بیٹیاں اپنے باپ کو روپیٹ رہی ہیں اور واویلاہ وابثوراہ کا شور مچاتی ہیں۔ حال آنکہ عذاب عظیم ان پر نازل ہوا ہے۔ میں سچ مچ مخنّث (ہیجڑا) ہوں گا اگر ان کے ساتھ جماع نکروں

یہاں اس مردود کی بیحیائی ملاحظہ ہو کہ حقیقی چچا خلیفہ اور امیر المؤمنین کے مرنے پر کس قدر شماتت کرتا اور کیسی فحش گالیاں بکتا ہے۔

نیز مسعودی نے لکھا ہے کان الولید بن یزید صاحب شرب و لھو و طرب و سماع للغناء کہ ولید یزید کا بیٹا شراب خوار لھو و لعب پسند نشاط و طرب دوست تھا شہوت سماع و غنا اس پر غالب تھی۔

ولید کی راگ سُنکر مدہوشی و دیوانگی

اس کے زمانہ خلافت میں ہر خاص و عام نے زنان مغنّیہ رکھ چھوڑی تھیں۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک مغنّی ابن عائشہ قرشی نام نے کچھ اشعار لحن دلکش اس کے آگے الاپے جن کو سُن کر فرط سرور و نشاط سے وہ آپے سے باہر ہوگیا۔ بلقب امیر المؤمنین اسے ملقب کرکے تحسین کی کہ لقد احسنت یا امیر المؤمنین پھر کہنے لگا اعد بحق عبد شمس تجھے عبد شمس کی قسم ہے کہ اس کو دوبارہ گا۔ اس نے پھر دوبارہ گایا۔ پھر کہا اعد بحقّ امیّۃ ۔ امیّہ کا واسطہ پھر سُنا۔ اسی طرح درجہ

بدرجہ اپنے باپ دادوں کا واسطہ دیتا اور بار بار ان کو گواتا تا اینکہ اپنے آپ تک پہنچا تو کہا اعدھا بجیاتی۔ میری جان کی قسم پھر وہی راگ گاؤ اس نے پھر گایا تو بیتاباً نہ اُٹھ کر اپنے تئیں اس پر ڈال دیا اور ہر ایک عضو کو اس کے چومتا اور بوسے لیتا تھا حتیٰ کہ عضو تناسل کی نوبت پہنچی۔ اس کو چومنا چاہا تو ابن عائشہ نے اس سے بچانے کو اپنا ذکر اپنی دو رانوں کے درمیان دبالیا مگر ولید اس کی ٹانگوں کو ایسا چمٹا کہ اس مقام کو چوم کر ہی باز آیا اور شدت و سرور و انبساط میں چلایا واطرباہ واطرباہ۔ اور اس بیخودی کی حالت میں بدن کے کپڑے اُتار کر مغنی کو دیدے اور ایک ہزار دینار کی تھیلی منگا کر اس پر مزید کی نیز استر خاص اپنی سواری کا بازین ولجام قیمتی طلب کر کے کہا کہ ای میرے فرش پر سے سوار ہو اور گھر کو سدھارو۔ فقد ترکتنی علی احر من جمر الغضے بتحقیق کہ تو مجھ کو آتش افروزاں پر چھوڑے جاتا ہے۔

مسعودی نقل روایت کے بعد کہتا ہے کہ ابن عائشہ مذکور نے اس سے پہلے یہ اشعار یزید بن عبدالملک اس کے باپ کے آگے بھی الاپے تھے وہ بھی ان کو سُن کر اس قدر طربناک ہوا تھا کہ کلمات کفر و ارتداد اس کی زبان سے برآمد ہوئے تھے پس ولید نے یہ طرب و انبساط ان اشعار کے سُننے پر اپنے باپ یزید سے ورثہ میں پایا تھا۔

حقیر مولف کہتا ہے کہ میں نے اس سے پہلے ولید مذکور کے فضائح اعمال کسی قدر کشف الحقائق میں درج کیں۔ یہاں جو کچھ لکھا گیا اس کی تعریف و شناسائی کے لئے بس ہے۔ اور ان شیخ الاسلام جیسوں کی تحمیق کے لئے بھی جن کے نزدیک ولید مذکور ایسا فرد کامل تھا کہ اسلام نے اسے کھو کر دوسرا ویسا نہ پایا اس کے مرتے ہی فتنہ و فساد کا دروازہ جو اس وقت تک بند تھا مسلمانوں پر

کھل گیا اور اب قیامت تک بند نہ ہوگا۔ استغفر اللہ۔ اب ہم ایک حکایت اس کی مرد اعرابی کے ساتھ یہاں لکھ کر اس کا بیان ختم کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔

حکایت ولید بامرد اعرابی

بحار میں خلیل بن احمد عریضی سے نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا میں ایک روز ولید بن یزید بن عبدالملک کی مجلس میں داخل ہوا تو وہ اس وقت علیؑ کی مذمت میں مشغول تھا اور آپ کے مثالب و معائب بیان کرنے پر اتارو تھا کہ اتنے میں ایک اعرابی اپنے ناقے پر اس طرف آیا کہ شدت تیز روی و قطع مسافت بعید سے اس کے کانوں کی جڑوں سے خون رواں تھا۔ ولید نے اپنے جھروکے سے اُسے آتے ہوئے دیکھ کر کہا اس اعرابی کو یہاں آنے سے کوئی نہ روکے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہمارے ہی پاس آتا ہے۔ پس اعرابی نے نزدیک آکر مہار کے سرے سے ناقے کو باندھا اور آپ اذن لے کر اندر آیا اور ایک قصیدہ مدح ولید میں پڑھا کہ ویسا نادر کلام اس وقت تک کسی کے سننے میں نہ آیا تھا حتیٰ کہ اس مقام پر پہنچا ؎

ولما ان رأیت الدهر الٰی	علیّ ولجّ فی اضعاف حالی
وفدت الیك ابغی حسن عقبی	اسدّ بها خصاصات العیال
فقلت الی الولید اؤم قصداً	وقاه الله من غیر اللیالی

؎ جب میں نے دیکھا کہ زمانہ میرے حق میں کمی و کوتاہی کرتا ہے اور میری خستہ حالی میں اس کو اصرار ہے تو میں بارادہ حسن عاقبت کہ جس سے اپنے عیال کی فقر و مسکنت کو دور کروں تیرے پاس آیا میں نے ارادہ کیا کہ قصد کر کے ولید بن یزید کے پاس جاؤں کہ حق تعالیٰ اس کو حوادث زماں اور اس کے تغیرات سے محفوظ رکھے۔

هو اللیث المصور شدید باس | هو السیف المجرد للقتال
خلیفۃ ربنا الداعی علینا | وذو المجد التلید لخو الکمال

راوی کہتا ہے کہ ولید کو اس کی مدح خوانی پسند آئی اور بھاری انعام کا اس کے لئے حکم دیا اور کہا اے برادر عربی ہم نے تیری مدح سرائی قبول کی اور عظیم جائزہ کا تیرے لئے حکم صادر کیا۔ اب ذرا ہمارے لئے ابوتراب (علی علیہ السلام) کی مذمت بھی بیان کر۔ اعرابی یہ کلام نا فرجام اس کا سُن کر لال پیلا ہو گیا اور مارے غصّے کے تھر تھر کانپنے لگا۔ طیش میں آکر بولا کیا کہا تو نے۔ جس کی ہجو کرنے کو کہتا ہے قسم خدا کی وہ تجھ سے زیادہ مدح کا سزاوار ہے اور تو اس کے مقابلے میں صریح مذمت و منقصت کا اہل ہے۔ ولید کے ندیموں سے ایک نے کہا خاموش ہو اے اعرابی طرحک اللہ خدا تجھے اپنی رحمت سے دور رکھے۔ اعرابی نے کہا کیوں خاموش ہوں۔ کیا خطا کی اور کون سی غلطی مجھ سے سرزد ہوئی۔ آیا یہ کہ میں نے علیؑ کو اس کے اوپر فضیلت دی۔ سو امیر المومنین علی بن ابیطالب کے مدارج عالیہ اہل بصارت پر نہاں نہیں۔ یہ کہہ کر زبان صفت و ثنائے شاہ مرداں و شیر یزداں میں وا کی اور دفتر فضائل و مناقب حضرت مظہر العجائب والغرائب کے کھول دیے۔ پہلے شرافت نسب و علو خاندان آنحضرت کا جاہلیت و اسلام میں ذکر کیا اور کہا نسبی شرف میں وہ جناب ولید سے ہمیشہ بمراتب بڑھے ہوئے ہیں پس علم و معرفت کا تذکرہ درمیان لایا تو کہا جو فضل و کمال علمی آپ نے صاحب علم لدنی و الہام و وحی کی خدمت میں زمانہا دراز رہ کر کسب کیا۔ اس سے

۱؎ وہ شیر درندہ ہے بڑے دبدبے والا اور تیغ عریاں ہے برائے قتل و خونریزی۔ خلیفہ ہی ہمارے پروردگار کا ہم کو دعوت کرنے والا صاحب مجد و بزرگی قدیم و اہل کمال دہنر ہے۔

ہموارہ اسلام کو نفع پہنچاتے اور مسلمانوں کی مشکلیں حل کرتے رہے بعدازاں بیان
شجاعت وبسالت وجنگ وجہاد اسد اللہ الغالب میں رطب اللسان ہوا۔ اور
معرکہائے جنگ میں آپ کے کارنامے اور حمایت اسلام میں مقامات صعب و
دشوار آنحضرت کے معرض بیان میں لایا کہ دیکھو عمرو بن عبدود جیسے دیو قوی ہیکل
دشمن اسلام کے ساتھ کس طرح کا مقابلہ کیا اور کیونکر بیک ضرب شمشیر آبدار
اس کو جہنم میں بھیجا اور عمرو بن معدیکرب زبیدی کو کہ نشۂ غرور و نخوت میں چور مسلمانوں
کے قتل کو نکل کر طلبگار مبارز ونا ورد تھا۔ بازوئے وزور یداللہی سے گرفتار کرکے
کشاں کشاں خدمت ختمی مرتبت میں حاضر کیا۔ وغیرہ وغیرہ فضائل جن کی تفصیل
روایت میں درج ہے بطلاقت لسان وفصاحت بیان کہہ رہا تھا اور ولید کے
سینے میں آتش غضب بھڑک رہی تھی اور چہرہ تمتما اٹھا تھا۔ منہ سے کف جاری
تھے ایک جلیس نے یہ کیفیت دیکھ کر اشارہ کیا کہ سامنے سے علیحدہ ہو جا ورنہ مارا
جائے گا۔ لاجرم اعرابی وہاں سے اٹھا۔ باہر آتے ہوئے اسے ایک اور عرب
ملا اس سے کہا کہ اپنا جبہ سیاہ مجھے دیدے اور میری ردائے زرد تو لے لے۔ ایسا
کرے گا تو تجھے اپنے جائزے میں شریک کروں گا۔ معقول حصہ اس سے ہاتھ
آئے گا بس اپنا زرد کپڑا اسے دیکر اپنے ناقہ پر سوار ہوا اور روبصحرا روانہ
ہوا مارے مار جا رہا تھا اور حسب حکم ولید اس عرب کو بہ نشان چادر زرد سولی
دیدیا۔ مگر ولید نے اسے دیکھا تو انکار کیا کہ یہ وہ اعرابی طلیق اللسان نہیں
یہ تو ہمارا مصاحب قتل ہو گیا۔ اور حکم دیا کہ ایک دستہ سواران سریع السیر کا
جائے اور اس کو پکڑ لائے۔ یہ لوگ اس کے عقب میں دوڑے۔ آخرش نزدیک
جا پہنچے۔ اعرابی نے آہٹ پائی تو مڑ کر دیکھا اور ترکش نکالا اور کمان کھینچ لی۔
ایک ایک تیر سے ایک ایک سوار کو قتل کرتا تھا۔ حتیٰ کہ چالیس جوان قتل کئے

باقی نے ڈر کر فرار کیا۔ اور ولید کو جا کر خبر دی اس کو یہ حال معلوم کر کے اس قدر صدمہ ہوا کہ ایک شبانہ روز بیہوش پڑا رہا۔ حال پوچھنے پر کہا کہ اس اعرابی کے فوت ہونے پر کوہِ غم میرے اوپر ٹوٹ پڑا۔

یزید کی موت

ولید نے جیسا اوپر گزرا کل ایک سال دو مہینے بائیس یوم فرمانروائی کی آخر اسکے ناہنجار حرکات ارتکاب محرمات شرب خمر لواطہ و استخفاف شریعت مطہرہ وغیرہ وغیرہ سے تنگ آکر مسلمان اس پر اُٹھ کھڑے ہوئے اور اسکے قتل کرنے کے لئے گھر میں گھس گئے اس وقت قرآن کھولکر پڑھنے بیٹھا۔ اور کہتا تھا۔ الیوم کیوم عثمان۔ مجھ کو بھی آج عثمان کا سا دن پیش آیا۔ حال آنکہ تھوڑے ہی عرصہ پہلے اس نے قرآن پر تیر باری کی تھی اور اس کو مخاطب کر کے کہا تھا ؎

اذا ما جئت ربّک یوم حشر	فقل یا ربّ مزّقنی الولید

کہ قیامت کے دن خدا کے سامنے جاوے تو کہنا کہ اے میرے خدا مجھ کو ولید نے پارہ پارہ کر دیا۔ بالجملہ یہ قرآن خوانی دمِ واپسیں کی نہ حضرت محرق القرآن (عثمان) کے کام آئی نہ مخرق القرآن (ولید) کے۔ حملہ آوروں نے اس کو بھی خلیفہ ثالث کی طرح مارے تلواروں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور سر نحس اس کا کاٹ کر اس کے چچازاد بھائی یزید بن ولید کے پاس لے گئے ولید کے قتل ہونے کے بعد کوئی چھ سال اور مروانیوں کی سلطنت دم توڑتی رہی آخر سنہ ۱۳۲ھ میں اس کا قلع قمع ہو کر عباسی بادشاہت کا دور شروع ہوا۔

ذی الحجہ سنہ مذکور میں ابو العباس سفاح بنی عباس کے پہلے خلیفہ سے بیعت ہوئی۔ اس چھ سال کے درمیان ولید کے چچازاد بھائی اور اس کے قاتل یزید بن ولید المسمّیٰ بہ یزید الناقص نے چھ مہینے سلطنت کی ناقص اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ

اپنے عہد حکومت میں افواج کی تنخواہ کم کردی تھی۔ ذی الحجہ ۱۲۶ھ میں جب یزید ناقص مرض طاعون میں ہلاک ہوا تو تاج شاہی ابراہیم اس کے بھائی کے سر پر رکھا گیا۔ اس کی مدت فرمانروائی کل ستر یوم رہی۔ اس نے تھوڑی سی زندگی میں شدید ظلم کیا اور وبال آخرت کا سر پر لیا۔ کیونکہ قاتل امام محمد باقرؑ کا بموجب اکثر و اشہر روایات کے یہی ابراہیم ہے اس نے حسب اشارہ و امر ہشام اس کا سر انجام کیا۔ ابن طاؤس علیہ الرحمہ زیارت کبیرہ میں نقل کرتے ہیں وضاعف العذاب علی من شرك فی دامه وهو ابراهیم ابن الولید۔ خداوندا مضاعف کر عذاب کو اوپر اس کے جو ان کے (محمد باقرؑ) کی خونریزی میں شریک ہوا۔ وہ ابراہیم بن ولید ہے۔ الحاصل اس عرصہ میں مروان بن محمد بن مروان حکم نے زور پکڑا اور ابراہیم کو خلافت سے خلع و خارج کیا۔ چنانچہ وہ اسی وجہ سے خلیفہ مخلوع کے نام سے نامزد ہے۔

مروان بن محمد جس کا نام ثانی الحال مروان حمار قرار پایا۔ اس کا عہد خلافت کہ ۵ سال ۲ مہینے دس یوم ہے۔ چونکہ عباسیوں سے لڑائی چھڑ گئی تھی جنگ وجدل میں گزرا۔ آخر عبداللہ بن علی بن عبداللہ عباس سفاح کے چچا نے موصل کے نزدیک اس کو شکست فاش دی۔ مروان مصر کی طرف بھاگا۔ صالح برادر عبداللہ علی نے اس کا تعاقب کرکے قریہ بوصیر میں جا لیا اور اس کا سر کاٹ کر عبداللہ مذکور کے پاس بھیجدیا۔ کہتے ہیں کہ وہ سر عبداللہ کے حکم سے مکان کے ایک گوشہ میں ڈال دیا گیا تھا وہاں ایک گربہ نے آکر اس کی زبان نکال لی اور اپنے مُنہ میں لے کر اس کو چباتی تھی۔ عبداللہ بن علی کہا کرتا تھا کہ لولم یرنا الدهر من عجائبه الا لسان مروان فی هرة لکفانا ذلك کہ زمانے کے عجائبات سے اگر اسی قدر ہمارے دیکھنے میں آتا کہ مروان کی زبان ایک بلی کے مُنہ میں ہے تو بھی ہم کو کافی تھا۔ هکذا فی تاریخ الخلفاء۔

الغرض مروانیوں کی سلطنت مروان سے شروع ہوکر مروان ہی پر تمام ہوگئی۔ یعنی مروان حکم سے اس کی ابتدا ہوئی اور مروان بن محمد مروان اس کے پوتے پر خاتمہ ہوگیا۔

مسعودی نے مروج الذہب میں بنی امیّہ کا عہدِ سلطنت معاویہ سے لیکر مروان مذکور تک کچھ گھٹا بڑھا کر کُل اکیانوے سال نو مہینے ۱۳ یوم مقرر کیا ہے اس سے پانچ مہینے دس یوم خلافت امام حسنؑ اور سات سال دس مہینے ۳ یوم زمانہ عبداللہ بن زبیر۔ کل آٹھ سال تین مہینے ۱۳ یوم وضع کر کے خالص زمانہ بنی امیّہ کا تراسی ۸۳ سال چار مہینے باقی رہتا ہے جو مساوی ہے ہزار مہینے کے جسکی مذمّت قرآن و حدیث میں جا بجا مذکور ہوئی ہے۔

سفاح کی بیعت

روز جمعہ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۳۲ھ کو جیسا پہلے گزرا۔ عباسیوں کا پہلا خلیفہ ابوالعباس سفاح کوفہ میں منبر پر گیا اور خطبہ بنام نہاد خلافت شروع کیا لیکن اثنا خطبہ میں اس کو بخار چڑھ آیا۔ تمام نکر سکا۔ بیٹھ گیا۔ داؤد بن علی اس کے چچا نے جو ایک درجہ نیچے ممبر پر کھڑا تھا خطبہ پورا کیا۔ آخر میں کہا ایّھا النّاس ہر ایک اہل بیت کے لئے ایک مصر (شہر) مخصوص ہوتا ہے ہمارا خاص شہر کوفہ ہے۔ آگاہ رہو کہ تمہارے اس منبر پر رسول اللہ کے بعد کوئی خلیفہ جاگزیں نہیں ہوا الّا امیر المؤمنین علی بن ابی طالبؑ دوسرا یہ عبداللہ بن محمد بن علی (اور اشارہ کیا طرف سفاح کے) تم کو معلوم رہے کہ اب امر خلافت ہمارے لئے دائم و مستمر ہے جبتک کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم آسمان سے نزول کریں اور ہم یہ امر انکے حوالے کر دیں۔ بعد تمام خطبہ وہاں سے اُتر کر داخل دار الامارہ ہوا۔ منصور اس کا بھائی شام تک اس کی طرف سے بیعت لیتا رہا۔ اگلا دن روز نصب حکام بلاد و عباد پر تھا از انجملہ داؤد بن علی اپنے

ایک چچا کو کوفہ اور اس کے متعلقات کی حکومت دی۔ اور دوسرے چچا عبداللہ بن علی کو شام کا حاکم مقرر کیا۔

جنگ عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس با مروان بن محمد بن مروان و ہزیمت مروان

یہ لڑائی نہر ذاب پر نواح موصل میں واقع ہوئی۔ مروان کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار پیادہ و سوار تھے۔ عبداللہ کے ہمراہ کل بیس ہزار بقولے صرف بارہ ہزار سے زیادہ سپاہ نہتھی مگر مروانیوں کا ستارۂ اقبال ڈوب رہا تھا۔ عباسیوں کا عروج پر تھا۔ اس قلیل لشکر سے اتنے بڑے ٹڈی دل کو شکست فاش ہوئی۔ مروان بن محمد جان بچاکر بھاگا۔ میدان جنگ عباسیوں کے ہاتھ رہا منہزمین میں سے بہت سے تہ تیغ ہوئے اور بہت زیادہ اس سے دریا میں غرق ہوکر ہلاک ہوئے۔ چنانچہ ابراہیم بن ولید بن عبدالملک معروف بہ خلیفہ مخلوع جماعت غرقے سے تھا اس کو لوگوں نے دریا سے نکالا تو عبداللہ نے اس آیہ شریفہ کی تلاوت کی واذ فرقنا بکم البحر فانجینا کم واغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون یعنی جبکہ شگافتہ کیا ہم نے دریائے نیل کو تمہارے لئے پس نجات بخشی ہلاکت سے تم کو اور غرق کیا آل فرعون کو دراں حالے کہ تم اس حال کو دیکھ رہے تھے نیز مقتولین سے مسلمہ بن عبدالملک مروانیوں کا جنگ آور شجاع مشہور و مدبر تھا۔ اس نے زمانے کا رنگ بدلا ہوا دیکھ کر دل مرگ پر رکھا اور لڑنا شروع کیا۔ علی بن عبداللہ نے اس کو طالب موت پایا تو اس کی شان و شکوہ حسن و جمال پر رحم کھایا۔ پکار کر کہا یا فتے لک الامان ولو کنت مروان اے جوان تجھ کو جان سے امان ہے گو تو مروان ہی کیوں نہو۔ اس نے کہا مروان نہیں تو اس سے کمتر بھی نہیں کہا کوئی ہو تو مامون ہے۔ مگر مسلمہ نے یہ امان

قبول نکی۔ برابر جنگ کرتا رہا تا اینکہ قتل ہوا۔

الحاصل ہزیمت کے بعد مروانیوں کے لشکر گاہ سے بہت سا مال و سامان حرب فتاحوں کے ہاتھ آیا۔ عبداللہ نے نامہ مشتملبر خبر فتح لکھکر کوفہ کو بھیجا۔ سفاح یہ حال معلوم کر کے سجدۂ شکر بجالایا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ یہ لڑائی بروز شنبہ ۱۱۔ جمادی الثانی ۱۳۲ھ کو واقع ہوئی۔ کامل ابن اثیر جزری

مآل کار مروان نابکار

مروان ذاب سے شکست پاکر بھاگا تو موصل کا رخ کیا مگر موصل والوں نے دروازے شہر کے بند کر لئے اور اسے اندر نہ گھسنے دیا۔ بلکہ نشان سیاہ عباسیوں کی علامت ظاہر کی۔ ناچار حران کو کہ اس کا دارالاقامہ تھا روانہ ہوا۔ مسعودی کہتا ہے کہ بدبخت اہلِ حران وہ لوگ تھے جنہوں نے اس وقت جبکہ سب ولعن امیر المومنین علی بن ابی طالب بحکم عمرؒ بن عبدالعزیز چار دانگ عالم سے اُٹھ گئی تھی اس کے موقوف کرنے سے انکار کیا تھا اور کہا تھا کہ نماز جمعہ و خطبہ اس روز کا بلالعن ابوتراب درست نہیں پس یہ رسم بدان شیاطین کے درمیان جاری رہی جبتک کہ عباسیوں نے تسلط پاکر ان کا قلع وقمع نکیا۔ پس یہ لوگ اہلِ غور کے ٹھیک برخلاف اور ان کی ضد نکلے۔ جنہوں نے اس سنت معاویہ کو اپنے یہاں ایک دن کو بھی جاری نہیں ہونے دیا۔ جیسے انہوں نے اس کفر صریح سے اپنے شہر کو پاک رکھا اسی طرح حران والوں نے اس عظیم ارتکاب کے ترک سے انکار کیا اللّٰھم العنھم لعناً وبیلاً وعذبھم عذاباً الیماً۔ غرض مروان کو حران میں بھی پناہ نملی۔ عباسیوں نے وہاں بھی اس کا تعاقب کیا تو وہ معہ بقیہ بنی امیہ مصر کی طرف بھاگا۔ عبداللہ بن علی نے دروازہ حران پر نزول کر کے قصر مروان کو کہ بصرف اموال کثیر تعمیر ہوا تھا منہدم کرادیا اور اس

کے اموال وخزائن پر قابض ہوگیا۔ مروان نے اپنے اہل وعیال وخواص اصحاب سمیت فلسطین اردن میں جاکر نہر ابو فطرس پر قیام کیا۔ عبداللہ علی نے دمشق پہنچکر اس کا محاصرہ کرلیا۔ ولید بن معاویہ بن عبدالملک پچاس ہزار مردانِ کار کے ساتھ اس کا مقابل ہوا مگر خود لڑائی میں مارا گیا اور یزید بن معاویہ بن عبدالملک وعبدالجبار بن یزید مذکور گرفتار ہوئے۔ عبداللہ نے ان کو کوفہ سفاح کے پاس بھیجدیا اس نے قتل کرکے ان کو حیرہ کوفہ میں دار پر لٹکایا۔ نیز عبداللہ نے دمشق میں قتل عام کیا۔ مروان مصر کو گیا تو عبداللہ نے نہر ابی فطرس پر آکر مزید خونریزیاں کیں۔ چنانچہ بقول مسعودی صرف بنی اُمیہ سے کچھ اوپر اسی مرد وہاں تہ تیغ ہوئے۔ سلیمان بن یزید بن عبدالملک مقام بلقا پر مارا گیا۔ اور اس کا سر جُدا ہوکر عبداللہ کے پاس لایا گیا۔ صالح بن علی اور عبداللہ مروان کے تعاقب میں مصر گئے اور قصبہ بوصیر میں جہانکہ وہ منزل کریں رات کے وقت اسپر شبخون مارا باجے بجاتے اور اللہ اکبر کے نعرے مارتے ایک دم ان پر جاپڑے یالثارات ابراہیم کا شور مچاتے تھے۔ مروان کے ساتھیوں نے جانا کہ تمام عباسی آگئے انکے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور اسی گڑبڑ میں مروان عامر بن اسمٰعیل کے ہاتھ سے مارا گیا۔

بردوعصا وتازیانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

مسعودی کہتا ہے کہ قاتلِ مروان اس کو قتل کرکے کنیسہ (عبادت خانہ نصاریٰ گرجا) کی طرف جس میں ازواج ودختران مروان تھیں بڑھا تو دیکھا کہ خادم مروان باشمشیر برہنہ مستورات کی طرف جارہا ہے۔ پوچھا تیرا کیا ارادہ ہے کہا مروان نے مجھ سے کہا تھا کہ میں مارا جاؤں تو میری بیویوں بیٹیوں کو مارڈالنا۔ میں اس وقت اس کی انفاذ وصیت کو جارہا ہوں۔ اس نے

اس کو دھمکایا اور خوف قتل دلایا۔ تو خادم نے چلّا کر کہا مجھے قتل کرو گے تو ترکہ و تبرّکات رسول اللہؐ سے ہاتھ دھوؤ گے کیونکہ ان کا مجھ کو علم ہے کسی متنفس کو ان کی اطلاع نہیں۔ کہا یہ کیا کہتا ہے۔ غلام نے کہا میرے ساتھ آؤ جھوٹ ہو تو مجھے مار ڈالنا۔ پس ان کو گاؤں سے علیحدہ ایک ریگستان میں لیجا کر کہا اس جگہ کو کھودو اس کو کھودا تو عصا و تازیانہ و چادر رسول اللہ وہاں سے برآمد ہوئے جن کو مروان نے دفن کیا تھا کہ مبادا یہ اشیاء عباسیوں کو ملجائیں عامر وہ دفینہ نکلوا کر عبداللہ بن علی کے پاس لوالیگیا۔ عبداللہ نے سب چیزیں سفاح کے پاس بھیجدیں۔

مسعودی کا قول ہے کہ یہ اشیا خلفاء بنی عباس سے ایک کے پاس سے دوسرے کو بدلتی رہیں حتیٰ کہ مقتدر کو پہنچیں کہتے ہیں کہ جس وقت اسے قتل کیا تو رداء رسول اللہ اس کے اوپر تھی اور مجھ کو معلوم نہیں کہ آجتک بھی کہ ۳۳۲ھ ہیں یہ اشیاء متقی باللہ کے پاس رقّہ میں موجود ہیں یا ضائع ہو گئیں۔

حقیر مؤلّف کہتا ہے کہ بموجب احادیث امامیہ متروکات رسول اللہؐ حضرت امیرالمؤمنینؑ کے قبضہ میں رہے۔ غاصبانِ خلافت نے بعد حصول مطلب کلّی ان جزئیات کے لئے آنحضرتؑ سے تعرّض نہیں کیا۔ آپ کے بعد دیگر آئمہ یکے بعد دیگرے انکے وارث ہوتے رہے۔

مجلسی علیہ الرحمہ نے حیات القلوب میں ایک مختصر فہرست اسلحہ و اثواب و دوابّ و دیگر سامان کی دے کر نقل کیا ہے کہ یہ تمام اشیاء بوقت وفات آنحضرتؐ نے امیرالمؤمنین کے سپرد کیں حتیّٰ کہ انگشتری مبارک انگشت اقدس سے نکالکر آپ کو پہنادی۔ مگر صاحب ناسخ التّاریخ نے بہت بڑی لمبی فہرست ان چیزوں کی تیار کی ہے جس میں اکثر اشیاء کے چند عدد ذکر کئے تو ممکن ہے کہ کوئی رداء یا عصا ان سے

کسی ذریعہ سے بنی امیہ اور پھر عباسی خلیفوں کو پہنچی ہوں اور موید اس کے لئے وہ روایت کہ آپؐ نے کسی شاعر مداح کو جس نے آنحضرتؐ کی مدح کی تھی عباء مبارک بخشی۔ وہ معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے عہدِ خلافت میں معقول قیمت دے کر حاصل کی۔ واللہ اعلم

خلافت بنی عباسؓ

عباسی اپنا سلسلۂ خلافت محمد بن حنفیہؓ فرزند ارجمند امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب سے ملاتے ہیں اس طرح پر کہ بعد امام حسینؑ باقی سب سے بڑے بھائی محمدؓ انکے زعم میں انکے خلیفہ ہوئے۔ محمد کے بعد انکے بیٹے ابوہاشم عبداللہ بن محمد ان کے وصی و جانشیں ہوئے اور جب ابوہاشم کو سلیمان بن عبدالملک نے شام میں بلا کر زجر و توبیخ کیا اور بوقت معاودت اثنار راہ میں کسی کو بھیجکر دودھ میں زہر ملا کر پلوا دیا تو وہ مضطر ہو کر قریہ حمیمہ میں جہاں عباسی مقیم تھے چلے گئے اور وہیں انہوں نے وفات پائی اور مرتے وقت محمد بن علیؓ بن عبداللہ بن عباسؓ کو اپنا وصی کر گئے

لہ یہ علی عبداللہ بن عباس کے بیٹے۔ امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب کے عہدِ خلافت میں پیدا ہوئے اور حضرت نے اپنا اسم و کنیت ان کو عطا کیا۔ اور بلقب ابوالاملاک (بادشاہوں کا باپ) ملقب فرمایا۔ مگر معاویہ بقولے عبدالملک بن مروان کو یہ امر گوارا نہوا کہ اسم و کنیت آنحضرت ایک جگہ جمع ہوں۔ ان کو مجبور کیا کہ ابوالحسن کنیت ترک کر کے ابومحمد مقرر کرے حافظ ابونعیم حلیۃ الاولیار میں لکھتے ہیں کہ یہ دلیل ہے عبدالملک کی عداوت کی جو آنحضرتؑ کے ساتھ رکھتا تھا اس کو گوارا نہوا کہ آنحضرت کا نام اور کنیت ایک جگہ جمع ہوں۔ کہتے ہیں

(... دیکھو صفحہ ۳۳۵)

محمد نے اپنی وفات پر ابراہیم اپنے پسر کو جو انکے درمیان بلقب امام مشہور ہوا
اپنا جانشین مقرّر کیا۔ چنانچہ پیشتر ابو ہاشم مذکور کے ترجمہ میں بذیل اقرباء

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۴) کہ علی مذکور دو مرتبہ محدود ہوئے۔ یعنی دو دفعہ انکے تازیانے لگائے گئے۔ ایک مرتبہ ولید بن عبد الملک نے اس خطا پر حد لگائی کہ انہوں نے لبابہ بنت عبد اللہ جعفر مُطلّقۂ عبد الملک کے ساتھ نکاح کیا۔ اس کا قصّہ اس طرح پر ہے کہ ایک روز عبد الملک نے سیب میں مُنہ لگایا اور تھوڑا اس سے دانت سے کاٹ کر باقی لبابہ کی طرف پھینکا کہ اس کو کھاؤ از بسکہ عبد الملک گندہ دہن تھا۔ لبابہ نے چاقو منگایا عبد الملک بولا چاقو کیا کروگی کہا تا کہ موضع خراب تراش دوں۔ اسپر عبد الملک نے لبابہ کو طلاق دیدیا۔ اس کے بعد لبابہ نے علی بن عبد اللہ کے ساتھ نکاح کر لیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ لبابہ نے اس کی گندہ دہنی سے تنگ آکر ایک بار کہا تھا اے امیر المؤمنین مسواک کیا کرو اس پر ناراض ہو کر عبد الملک نے اسے طلاق دیا تھا۔ الغرض علی کے ساتھ نکاح ہوا تو وہ بحسب اتفاق سر سے گنجے یعنی انزع تھے اور اسکے چھپانے کو سر پر ایک ٹوپی مڑھی رکھتے تھے۔ عبد الملک نے ایک کنیز کو مقرّر کیا اس لئے جا کر اس وقت جبکہ وہ لبابہ کے ساتھ بیٹھے باتیں کر رہے تھے انکے سر سے ٹوپی اُتار ڈالی اور ان کا گنج جس کو گنج پنہاں کی طرح مخفی رکھا چاہتے تھے آشکار ہو گیا۔ لبابہ نے اس بیباک لونڈی سے کہا ھاشمیٌ اقرعُ خیرٌ من اموی ابخر کہ گنجا اولاد ہاشم کا میرے نزدیک بنی امیّہ کے گندہ دہن سے بہتر ہے۔ و انا اقول عبد الملک کی گندہ دہنی کی حکایت مشہور آفاق ہے حتّیٰ کہ علامہ محمد بن شاکر بن احمد کتبی اپنی کتاب فوات الوفیات میں اسکے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ وہ ابخر (گندہ دہن) تھا یلقب ابو الذباب یزعمون ان الذبابۃ اذا مرت بفیہ ماتت لشدۃ بخرہ کہتے ہیں کہ مکھی اس کے فم پر بیٹھ جاتی تو اسکی گندہ دہنی اس درجہ پر تھی کہ وہ مر جاتی ہے۔ غرض علی بن عبد اللہ

جناب محمد باقرؑ اس کا بیان گزرا۔ دراصل عباسیوں کے عروج کے زمانے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۵) جیسا کہ پہلے مذکور ہوا دو مرتبہ محدود ہوئے ایک بار اسی نکاح کے جرم میں ولید بن عبدالملک نے انکے دُرّے لگوائے کہ تو خلفاء کی ماؤں کے ساتھ از روئے استخفاف نکاح کرتا ہے جیسا کہ مروان حکم نے ام خالد زوجۂ یزید کے ساتھ از روئے استخفاف خلافت نکاح کیا تھا۔ علی نے کہا اے امیر اس میں استخفاف کی کیا بات ہے وہ میری بنت عم چچا کی بیٹی ہے یہاں سے جانا چاہتی تھی۔ میں نے اس لئے اس سے نکاح کیا کہ محرم ہو کر اس کو ساتھ لیتا جاؤں۔ مگر یہ عذر قبول نہ ہوا اور حد لگائی گئی۔

دوبارہ حد لگائے جانے کی حکایت اس طرح پر ہے کہ ابو عبداللہ محمد بن شجاع نے کہا میں نے دیکھا کہ علی مذکور کے حد لگائی ہے اور اس پر بس نکر کے شتر برہنہ پشت پر دُم کی طرف مُنہ کر کے ان کو بٹھایا ہے اور بازاروں میں پھرا رہے ہیں اور ایک منادی کہتا جاتا ہے کہ یہ ہے علی بن عبداللہ عباس کذّاب۔ میں نے نزدیک جا کر پوچھا یہ کیا معاملہ ہے کیسا جھوٹ تمہاری طرف منسوب کرتے ہیں تو انہوں نے کہا میں کہتا ہوں کہ خلافت و سلطنت میری اولاد کی طرف منتقل ہونے والی ہے وہ عنقریب سفید و سیاہ پر حکومت کرینگے قسم خدا کی اس میں سر مو فرق نہیں ضرور ایسا ہو کر رہے گا۔ ملخص ما فی ابن خلکان۔ اس کے بعد قاضی شمس الدین احمد بن خلکان کامل مبرد سے نقل کرتے ہیں کہ علی مذکور گندم گوں اور جسیم تھے ریش دراز رکھتے تھے انکا پاؤں اس قدر بڑا تھا کہ جوتا اور موزہ کمتر پہننے کو ملتا تھا اور بافراط دراز قد تھے حتّٰی کہ طواف کے وقت آدمیوں کے درمیان ایسے معلوم ہوتے تھے کہ وہ سوار ہیں اور اور پیادہ اور باوجود اس قدر دراز قامت ہونیکے وہ اپنے باپ عبداللہ بن عباس کے شانوں کی برابر آتے تھے اور عبداللہ اپنے باپ عباس بن عبدالمطلب کے شانوں تک پہنچتے تھے اور عباس عبدالمطلب کے شانوں تک۔ اندریں صورت جناب عبدالمطلب کے طول قامت کا خود اندازہ ہو سکتا ہے۔ انتہٰی اس احقر کی نزدیک یہ بیان مبالغہ سے خالی نہیں ۱۲

میں یہ باتیں وضع ہوئی ہیں تاکہ ان کے سلسلۂ خلافت کو امیر المومنین علی
ابن ابی طالب اور ان سے رسولِ خدا تک پہنچا دیا جائے۔ بہر حال جب
ابراہیم نے مروان بن محمد بن مروان کی قید میں اس کی زہر خورانی سے بمقام
حران رحلت کی تو اس کا بھائی ابو العباس بن محمد معروف بسفاح اس کا قائم مقام
ہوا۔ یہ پہلا خلیفہ ہے عباسیوں کا جس سے ربیع الاول یا ربیع الثانی ۱۳۲ھ
میں بمقام کوفہ بیعت ہوئی اور خلافت و حکومت بنی اُمیہ سے نکل کر عباسیوں
کے گھرانے میں آئی۔ مجمل بیان اس کا یہ ہے کہ ابو مسلم مروزی نے
خراسان میں غلبہ پاکر پہلے اموی صوبہ دار نصر بن سیار کو نکال کر وہاں عباسی
جھنڈا گاڑ دیا تھا اور سیاہ لباس اور سیاہ علم اپنا شعار مقرر کیا تھا جو آخر
عہد تک عباسیوں کی علامت رہی اور اسی لئے ان کو مسودہ کہتے ہیں
ابو سلمہ خلّال کہ اس زمانے میں اطراف عراق کے امرا و اکابر سے شمار ہوتا
تھا ہر چند بظاہر عباسیوں سے ملا ہوا تھا مگر حقیقت میں شیفتۂ محبت اہلِ
بیت اور ان کا دلدادہ تھا۔ کوفہ میں لوگوں کو در پردہ آنحضرات عالیات
سے بیعت کرنے کو تیار کر رہا تھا۔ اور ابو مسلم خراسان سے نبٹ کر عراق پر
متوجّہ ہوا اور اپنے امرا و افواج کو اس طرف بھیجا اور ابو سلمہ کو نامہ لکھا جس میں
اس کو وزیر آلِ محمد سے مخاطب کیا۔ یہ لوگ کوفہ پہنچکر ابو سلمہ سے ملے۔ اُدھر
سفاح و منصور وغیرہ عباسی کہ بنی امیہ کے خوف سے چھپے پھرتے تھے کوفہ آئے
مگر ابو سلمہ نے ان کو علیحدہ ایک مکان میں اُتارا اور ایسا انتظام کیا کہ دونوں فریق
ایک دوسرے سے آگاہ نہونے پاویں اور جیسا کہ پیشتر مذکور ہوا تین خط تین
اشخاص کے نام مدینہ کو لکھ کر بھیجے۔ ایک ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام کے نام۔
دوسرا عبداللہ بن الحسن المثنیٰ ابن حسن مجتبےٰ کے۔ تیسرا عمر بن زید بن علی بن الحسین علیہ السلام کے

اور قاصد سے کہدیا کہ پہلے جناب صادق کے پاس جانا وہ انکار کریں تو عبداللہ بن الحسن کے وہ بھی قبول نکریں تو عمر کو خط دینا۔ مگران لوگوں نے اس طرف التفات نکی۔ بلکہ جعفر صادق نے قاصد کی روبرو اس خط کو چراغ کی لو پر جلادیا جیساکہ مذکور ہوا۔ ابھی ان خطوط کے نتائج کوفہ نہ پہنچے تھے کہ امرار ابومسلم نے سرسراہٹ پاکر خود عباسیوں سے ملاقات کی اور وہاں سے نکال کران کو مسجد میں لائے اور علیٰ رؤس الاشہاد ابوالعباس کے ساتھ بیعت ہوگئی۔ پس ابوسلمہ کچھ عرصہ ابوالعباس کے آگے کارِ وزارت کرتا رہا۔ آخر منصور نے بصلاح ابومسلم کچھ لوگوں کو مقرر کیا جنہوں نے کمین لگاکر اس کو قتل کرڈالا رحمۃ اللہ علیہ۔

ابومسلم کا حسب نسب

اس کے بارے میں مورخوں میں اختلاف ہے۔ بعض اس کو عرب بتاتے ہیں دیگر عجم گودرز کی نسل سے۔ کچھ ابوذرجمہر حکیم کی اولاد سے کہتے ہیں۔ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ عجیب اتفاق ہے کہ گودرز نے سیاوش کے ماتم میں سیاہ لباس پہنا اور غیر ہنگامِ جنگ کبھی نہ ہنستا تھا۔ ابومسلم نے بھی اپنے خروج کے وقت سیاہ لباس اختیار کیا اور معرکہائے جنگ کے سوا کبھی خندہ نکرتا تھا۔ وہ عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت ۱۰۰ھ میں اصفہان میں پیدا ہوا۔ کوفہ میں نشو ونما پائی۔ اُنیس سال کی عمر میں ابراہیم بن محمد بن علی کی ملازمت میں داخل ہوا اس نے اس کا نام عبدالرحمٰن رکھا۔ ابومسلم کنیت مقرر کی۔ پہلے کچھ اور نام تھا۔ اور عمران بن اسمٰعیل معروف باابوالنجم کی دختر کے ساتھ اس کا نکاح کردیا بعدازاں آثار رشد وقابلیت اس میں مشاہدہ کرکے اپنی طرف سے شیعیان خراسان کا سالار کرکے بھیجدیا۔ وہاں ستارۂ اقبال ابومسلم نے طلوع وعروج پایا تو اپنے

میں اولاد سلیط ابن عبداللہ بن عباس سے ظاہر کرتا تھا اور سلیط کی کیفیت بموجب بیان صاحب روضۃ الصفا کے اس طرح پر ہے کہ عبداللہ بن عباس کی ایک کنیز تھی جوان کی خدمت میں رہتی۔ ایک بار وہ اس کے ساتھ ہمبستر ہوئے پھر اس کا نکاح مدینہ کے ایک غلام کے ساتھ کر دیا۔ غلام کے یہاں کنیز سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ ابن عباس نے وہ پسر اپنی خدمت میں لیکر اس کا سلیط نام رکھا۔ عبداللہ نے وفات پائی تو سلیط کی رسائی رفتہ رفتہ ولید بن عبدالملک کی بارگاہ تک ہو گئی۔ چونکہ عباسیوں اور بنی امیہ کے درمیان نزاع و نقار رہتا ولید نے سلیط سے کہہ کر دعویٰ کرایا کہ میں عبداللہ بن عباس کا پسر ہوں یہ معاملہ قاضی دمشق کے سامنے پیش ہوا تو قاضی نے ولید کے لحاظ سے فیصلہ کر دیا کہ سلیط فی الواقع پسر عبداللہ ہے۔ بعد ازاں ولید نے سلیط سے اولاد عبداللہ پر میراث کا دعویٰ کرایا اور اس کی وجہ سے علی بن عبداللہ کو متواتر تکالیف و زحمات پیش آئیں۔ جملہ اعتراضات کہ منصور نے بوقت قتل ابومسلم اس پر کئے ایک یہ بھی تھا کہ تو نے اپنے تئیں نسب میں ہم سے ملحق گردانا کہ آپ کو سلیط کا بیٹا کہتا تھا۔

ابومسلم میانہ قد گندم گوں زیبا منظر شیریں کلام بزرگ چشم فراخ پیشانی تھا۔ عربی فارسی دونوں زبانوں میں بفصاحت کلام کرتا۔ کبھی کسی کے ساتھ مزاح نکرتا۔ ہمیشہ چیں بابرو و ترشرو رہتا۔ اس کی عادت تھی کہ کثرتِ فتوحات و وفور مال و منال پر مسرور نہوتا علیٰ ہذا نزول مصائب و نوائب پر دلگیر و ملول نظر نہ آتا۔ مجرموں کے لئے اس کے پاس فقط تلوار ہی پاداش تھی۔ رحم و کرم گویا اس کے لئے خلق ہی نہوا تھا۔ اپنے ہمنشینوں ندیموں تک کو ادنیٰ ادنیٰ قصور پر مروا ڈالتا۔ اسی طرح زندگی بسر کرتا تھا تا اینکہ عالم شباب و جوانی میں

ناکام دُنیا کو پدرود کیا۔ ہکذا فی روضۃ الصّفا۔ ابو مسلم کو جس مکر و فریب کے ساتھ بیدردی سے منصور نے قتل کیا اس کا مفصّل حال کشف الحقائق میں ذکر ہوا۔ فلا نعیدہٗ۔

مکالمۂ صالح بن علی با دختر بزرگ مروان

مسعودی نے لکھا ہے کہ مروان حمار کو قتل کر کے عامر بن اسمٰعیل مذحجی نے دختران و ازدواج مروان کو قید کر کے صالح بن علی کے پاس بھیجدیا تھا۔ جب یہ گروہ صالح کے سامنے پیش ہوا تو بڑی بیٹی مروان کی بولی اے عموی امیر المؤمنین خدا تعالیٰ دُنیا و آخرت میں تیری حفاظت کرے ہم تمہاری اور تمہارے بھائی کی بیٹیاں ہیں۔ اپنے لطف و کرم کو ہمارے لئے وسعت دو۔ اور ہمارے قوم و قبیلہ کی خطائیں معاف کرو۔ ہر چند انہوں نے بیحد ظلم کئے ہیں۔ صالح نے کہا تمہارے زن و مرد سے کوئی مستحق عفو و درگزر نہیں کل ہی کی بات ہے کہ تیرے باپ مروان نے میرے برادر زادے ابراہیم بن محمد بن علی کو حران کے قید خانے میں زہر ستم سے شہید کیا ہشام بن عبد الملک نے زید بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ کو قتل کر کے کناسہ کوفہ میں دار پر لٹکایا اور زید کی بی بی کو یوسف بن عمر ثقفی اپنے عامل کے ہاتھ سے مروادیا۔ ولید بن یزید نے یحییٰ بن زید کو قتل کیا اور خراسان میں دار پر لٹکایا۔ عبید اللہ بن زیاد دعی نے مسلم بن عقیل بن ابی طالب کو کوفہ میں قتل کیا۔ یزید بن معاویہ نے حسینؑ بن علیؑ فرزند رسول خداؐ کو معہ انکے عزیزوں و رفیقوں کے عمر سعد کے ہاتھوں کربلا میں بھوکا پیاسا شہید کیا۔ چنانچہ اہل بیت رسول خداؐ قید ہو کر ملک بملک شہر بشہر پھرائے گئے حتّٰی کہ ان کو شام میں لیجا کر پیشگاہ یزید میں حاضر کیا۔ نیز سر مبارک حسینؑ و دیگر شہدا کو نوک نیزہ پر رکھ کر شام کے شہروں و قریوں میں

کردیش دیا۔اس کے بعد یزید کے سامنے لے گئے جیسا کہ کسی کافر مشرک کا
سر ہو۔اہل بیت رسول خداؐ دمشق میں بندیوں کے کھڑے ہونے کی جگہ
کھڑے کئے گئے جن کو لشکرہائے یزید بجیبا آنکھیں پھاڑ پھاڑ دیکھ رہا تھا اور
ان ملاعین نے دختران رسول خداؐ کو کنیزی میں لینے کی درخواست کی۔اس
سے ان کا مقصود حق بینی کا استخفاف اور خدا کے سامنے جرأت کا اظہار اور
اس کی نعمات کی ناشکری تھی۔پس ہم اہل بیت کے ساتھ تم نے کون سا انصاف
کیا جواب طالب رحم و کرم ہو۔لڑکی نے پھر کہا ہم بہر کیف طلبگار عفو و درگزر ہیں
صالح نے کہا اچھا میں نے تم کو بحل کیا اور مزید یہ کہ تیرا نکاح فضل اپنے بڑے
بیٹے سے اور تیری بہن کا عبداللہ بن صالح اس کے چھوٹے بھائی کے ساتھ تجویز
کردیا۔مروان کی لڑکی نے کہا یہ کون موقعہ شادی بیاہ کا ہے۔ہمارا مقصود صرف
یہ ہے کہ ہم کو حران میں بھجوا دو۔مسعودی کہتا ہے کہ مروان نے ایک موقعہ پر عبداللہ
ابن علی بن عبداللہ عباس کو خفیہ کہلا بھیجا تھا انّ الامر یا ابن عمّ صائر الیک
فاتّق اللہ فی الحرم۔اے پسر عم امر سلطنت و بادشاہی تیری طرف رجوع ہونیوالا
ہے پس ہمارے اہل حرم کے بارے میں خوفِ خدا ملحوظ رکھنا۔عبداللہ نے اس کے
جواب میں لکھا تھا ان الحق لنا فی دمک والحق علینا فی حرمک کہ ہمارا حق ہے
کہ دستِ قدرت پائیں تو تیرا خون بہائیں اور تیرا حق ہمارے ذمّہ ہے کہ تیرے اہلِ
حرم کی آبرو ریزی نہ ہونے دیں۔اس لئے مروان کی حرم کے ساتھ کوئی تعرض نہیں
ہوا۔غرض صالح بن علی نے حسب خواہش ان کو حران بھجوا دیا۔یہ قافلہ حران
میں پہنچا تو دروازہ شہر کا دیکھ کر صدائے گریہ و بکا و آہ و نالہ بلند کی اور ڈاڑھیں
مار مار کر مروان کو روئیں۔

عبرت

خیزران زنِ مہدی جس کے بطن سے ہادی و رشید دو خلیفہ ہوئے اپنے محل معروف بہ اساس میں بیٹھی تھی۔ اور اس کے گرد و پیش زنانِ امرا و خلفا و بزرگانِ بنی ہاشم و کنیزان ماہوش فروش عالیہ و نمارق مصفوفہ پر جلوہ افروز تھیں اور زینب بنتِ سلیمان بن علی بن عبداللہ عباس ان سے اونچے مقام و مرتبہ پر جاگزیں تھی کہ اتنے میں خادم نے آکر کہا کہ دروازہ پر ایک عورت صاحب حسن و جمال میلے کچیلے کپڑے پہنے کھڑی اذن دخول طلب کرتی ہے مگر اپنا نام و نشان نہیں بتلاتی۔ مہدی نے خیزران سے کہہ رکھا تھا کہ زینب اس خاندان کی بڑی بوڑھی تجربہ کار عورت ہے۔ تم اس کی پیروی کرو اور ادب و اخلاق اس سے سیکھو۔ خیزران نے خادم سے کہا اس عورت کو اندر بلالو۔ پس ایک عورت حسن و جمال کے سانچے میں ڈھلی چرکین لباس میں اندر آئی۔ اور بفصاحت بیاں و طلاقت لساں کلام کیا۔ پوچھا تو کون ہے۔ کہا مزنیہ زنِ مروان بن محمد جس کو گردشِ زماں نے اس حال کو پہنچایا۔ قسم خدا کی یہ میلے کپڑے بھی میرے اپنے نہیں مستعار ہیں۔ تم کو خدا نے غلبہ دیا حکومت بخشی اور بادشاہی ہماری جاتی رہی تو جان بچانے کو اراذل و عوام میں مل گئی۔ الا وہاں یہ خوف و اندیشہ لگا رہا کہ مبادا کوئی چغلخوری کرے اور ہم پر نئے سرے سے مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اس لئے عزم کیا کہ بقیۂ زندگی لونڈی بن کر تمہاری خدمت میں بسر کروں۔ خیزران کے یہ باتیں سُن کر آنکھوں میں آنسو بھر آئے مگر زینب بنت سلیمان اس کی طرف دیکھ کر بولی لاخفف اللہ عنك یا مزنیہ۔ اللہ تیری مصیبتوں کو ہلکا نہ کرے اے مزنیہ تجھ کو یاد نہیں جبکہ میں حران میں تیرے پاس گئی

اور تو بعینہ ایسے ہی فرشوں پر بیٹھی تھی۔ میں نے اپنے بھائی ابراہیم کی لاش کی تم سے درخواست کی تو تو نے مجھے جھڑکا اور یہ کہکر نکلوا دیا کہ عورتوں کو مردوں کے کاروبار میں کیا دخل ہے قسم خدا کی مروان تجھ سے زیادہ حق کا رعایت کرنے والا تھا میں اس کے پاس گئی تو قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں نے اسے قتل نہیں کیا ہر چند یہ اس کا سفید جھوٹ تھا۔ مگر اس نے کہا خواہ تو اس لاش کو لے یا میں اس کو دفن کرا دوں اور کچھ مال بھی مجھے دینا چاہتا تھا جو میں نے نہ لیا مزینہ نے کہا پھر تو نہیں دیکھتی کہ میرا یہ انجام انہی حالات کی بدولت ہوا ہے اب تو اسی کو پسند کرتی ہے اور خیزران کو ایسا ہی عمل میں لانے کی ترغیب دلاتی ہے حالانکہ لازم تھا کہ اس کو نیکی و احسان کی طرف راغب کرتی اور بدی کا بدلہ بد کرنے سے ڈراتی جس سے اس کی دولت محفوظ اور دین قائم واستوار ہوتا۔ اے زینب۔ اے بنت العم تو نے دیکھ لیا کہ ہم نے جو عقوق کا ارتکاب کیا حق تعالےٰ نے اس کا بدلہ ہم کو دیا تو اب تو ہماری پیروی کیا چاہتی ہے۔ یہ کہکر روتی ہوئی وہاں سے واپس چلی۔ خیزران نے ایک کنیز کو اشارہ کیا۔ وہ اس کو علیحدہ ایک حجرے میں لے گئی اور لباس بدلوایا اور اچھا سلوک کیا۔ رات کو مہدی محل میں آیا اور زینب جدا ہوئی تو تمام قصّہ اس کے روبرو بیان کیا۔ مہدی نے اس کنیز کو جو اسے واپس لائی بلایا اور پوچھا۔ جب تو لوٹا کر لائی تو کیا اس سے سنا۔ اس نے کہا میں فلاں مقام پر اس کے پاس پہنچی تو اس مایوسانہ والسی پر روتی جاتی تھی[۱] اور اس آیہ شریفہ کو تلاوت کرتی تھی۔ وضرب اللہ مثلاً قریۃً کانت اٰمنۃً الخ

---

۱ تمام آیہ شریفہ یہ ہے وضرب اللہ مثلاً قریۃً کانت اٰمنۃً مطمئنۃً یاتیھا رزقھا رغداً من کل مکانٍ فکفرت بانعم اللہ فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف

مہدی یہ سُن کر رو پڑا اور مزنیہ سے کہا اے بنت عم۔ اگر یہ فیصلہ قطعی نہ ہو چُکا ہوتا کہ تم کو کاروبار سلطنت میں دخل نہ دیا جائے تو میں تیرے ساتھ عقد کر لیتا۔ مگر اب تم محل میں اپنی دیگر بہنوں کے ساتھ عیش و آرام سے رہو۔ و دیگر محلات کی طرح اس کی تنخواہ و جاگیر مقرّر کر دی۔ پس وہ باقی عہد مہدی اور کُل زمانہ خلافت ہادی اور کسی قدر عہد ہارون تک زندہ تھی۔ پھر فوت ہوئی۔

المستطرف فی کل فن مستظرف لشیخ شہاب الدّین ابشیہی

عجیبہ نیز مستطرف میں ہے کہ بنی امیہ کا خاتمہ ہو کر عباسیوں کی بادشاہت قائم ہوئی تو بقیۃ السیف ان کے جان کے خوف سے چھپے پھرتے تھے۔ از انجملہ ابراہیم بن سلیمان بن عبد الملک کہ صاحب علم و ادب تھا چندے روپوش رہا۔ حتیٰ کہ اس کے لئے سفاح سے امان طلب کی گئی اور اس کے پاس رہنے لگا۔ ایک روز سفاح نے اس سے کہا کہ زمانۂ اختفا میں جو عجیب و نادر امر تجھ پر گزرا ہو اسے بیان کر۔ کہا اے امیر المؤمنین میں حیرہ (محلّہ بیرون کوفہ) میں ایک مکان میں جہاں سے صحرا دکھائی دیتا تھا مختفی تھا۔ ایک روز سقف خانہ سے دیکھا کہ سیاہ نشان اس طرف متوجہ ہیں جانا کہ عباسی سپاہ میری گرفتاری کو آ رہی ہے۔ بہ تبدیل لباس وہاں سے نکل کر کوفہ آیا مگر کوئی شخص سمجھ میں نہ آیا جس کے پاس پناہ گزیں ہوں۔ حیران پھرتا تھا کہ کہاں جاؤں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴۳) بما کانوا یصنعون۔ اور مثال بیان کی اللہ نے ایک قریہ کی جو امن و اطمینان کی حالت میں بسر کرتا تھا۔ اس کا رزق ہر طرف سے چلا آ رہا تھا پس ناشکری کی اس کے باشندوں نے نعمات خدا کی پس چکھایا ان کو خدا نے لباس گرسنگی اور خوف کا بوجہ اس کے کہ وہ (بُرا) کام کرتے تھے ۱۲

اس وقت ایک مکان عالیشان دکھائی دیا اس کا دروازہ کھلا پا کر داخل ہوا۔ اس کے وسیع صحن میں کھڑا تھا کہ ایک سوار جلیل الشّان با غلامان و انصار و اعوان وہاں داخل ہوا اور مجھ سے پوچھنے لگا تو کون ہے کیا چاہتا ہے میں نے کہا ایک مرد خائف و ترساں ہوں یہاں پناہ گیری کو آیا ہوں۔ اس نے ایک حجرہ حرم سرا کے پہلو میں میرے لئے مقرّر کیا جہاں جملہ سامان خورونوش و آسائش مہیّا تھے۔ چند روز وہاں رہا۔ وہ مرد ہمیشہ اسی طرح سوار ہو کر جاتا۔ ایک روز میں نے اس سے پوچھا تم ہر روز اس جمعیّت کے ساتھ کہاں جاتے ہو کہا ابراہیم بن سلیمان نے میرے باپ کو قتل کیا ہے سُنا ہے کہ وہ اس شہر میں پوشیدہ ہے میں اس کی تلاش میں پھرتا ہوں کہ مِل جائے تو پکڑ کر اپنے باپ کا بدلا لوں۔ یہ سُنکر میرے ہوش پرّاں ہو گئے اور جانا کہ موت اپنے پاؤں مجھ کو اس کے گھر لائی ہے جو میرے خون کا طلبگار ہے بارے اپنے تئیں ضبط کر کے اس کا اور اس کے باپ کا نام پوچھا۔ اس نے بتایا تو ٹھیک وہ شخص تھا جو کسی موقعہ پر میرے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ پس دل زندگی سے بیزار ہو گیا اور اس سے کہا اے شخص تیرا احسان کہ مجھ پر ہے تقاضا کرتا ہے کہ میں تیرے باپ کے قاتل کا پتہ تجھے بتلادوں۔ آگاہ رہ کہ میں ہی ابراہیم بن سلیمان ہوں مجھ سے اپنے باپ کا قصاص لے۔ کہا تو بلا اختفا سے اُکتا گیا اس لئے خواہانِ مرگ ہے۔ میں نے کہا بخدا قسم کہ میں نے درحقیقت اس کو قتل کیا ہے۔ فلاں روز فلاں موقعہ پر مجھ سے یہ حرکت سرزد ہوئی تھی تو شوق سے اپنے باپ کا قصاص لے۔ اس مرد کو اس کا یقین ہوا تو اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور آنکھیں سُرخ ہو گئیں اور شدّت غیظ سے کانپنے لگا۔ پھر سر جُھکا کر قدرے سوچتا رہا بعد ازاں بولا۔ میرا باپ اور تو ایک روز حاکم عادل

کے سامنے جمع ہونگے وہ اپنے خون کا بدلہ آپ تجھ سے لیگا۔ میں اپنی امان
میں لیکر تجھے قتل نکروں گا۔ اب تو میرے پاس سے رخصت ہو کہ مجھے اپنے
نفس سرکش کی طرف سے اندیشہ ہے اور ہزار دینار مجھ کو دئے مگر میں نے یہ عطیہ
اس کا قبول نکیا اور وہاں سے چلا آیا۔ بس ایسا کریم شخص امیر المؤمنین کے سوا
میں نے دوسرا نہیں دیکھا۔

سفاح جیسا کہ مشہور ہے ذی الحجہ ۱۳۶ھ میں بمرض چیچک فوت ہوا۔
اس نے مرنے سے پہلے اپنے بڑے بھائی منصور کو ولی عہد مقرر کیا تھا وہ
اس کے بعد خلیفہ ہوا۔

تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ مورخوں کا قول ہے کہ زمانہ دولت بنی عباس
میں اسلام میں تفرقہ پڑ گیا۔ عربوں کا اسم دیوانِ عطا سے نکال دیا گیا۔ اور
ترک اس میں داخل ہوئے۔ پہلے دیلمیوں کا خلافت میں دخل ہوا۔ پھر ترک
اس پر مسلط ہو گئے۔ بڑی عظیم دولت انہوں نے حاصل کی۔ ملک و سلطنت چند
حصوں پر منقسم ہوا۔ ہر حصہ پر ایک شخص قائم ہوا جو لوگوں پر ظلم و ستم کرتا تھا اور
ان کو مقہور و مغلوب رکھتا۔ خود سفاح خونریزی میں تیز و تند تھا۔ اسکے عامل
تو مشرق و مغرب میں اس کی پیروی کرتے تھے۔

تمّت

سہارنپور روز جمعہ عید سعید
مباہلہ ۲۴ ذی الحجۃ المحرم ۱۳۴۰ھ
مطابق ۱۸ اگست ۱۹۲۲ عیسوی

الراقم الضعیف الراجی الرحمۃ ربہ الغنی
مظہر حسن الموسوی السہارنپوری عفی عنہ

گزارش حال از طرف خادم خاکسار احقر الکونین محمد حسین شوق زیدی (سہارنپوری)

حضرتِ اقدس مولانا السیّد مظہر حسن صاحب قبلہ موسوی اثنا عشری سہارنپوری کا اُردو ادب ہمیشہ منّت کش رہیگا جس کے جیب و دامن کو جناب ممدوح نے ایسے انمول مذہبی جواہر سے بھر دیا جس سے وہ ابتک خالی تھا۔ سب سے پہلے جناب نے امام المتّقین یعسوب الدّین حضرت علی مرتضیٰ علیہ التحیہ والثنا کی مبسوط تاریخ مسمّٰی بہ تہذیب المتین تحریر فرما کر دوسرے صاحبانِ فضل و کمال کو اس مرحلہ میں قدم رکھنے کا حوصلہ دلایا اور خود بھی اسی راہ میں گام زن رہ کر منزل مقصود کی طرف بیش از بیش بڑھنے کی سعی کی۔ تہذیب المتین کے بعد حالات جناب حسن مجتبیٰ ع، اور سیرت حضرت سیّد الشہداء ع وغیرہ وغیرہ کا مکمّل و مدوّن ہونا ضروری تھا مگر کتب ضروری کی عدم موجودگی نے یہ سلسلہ قائم نہ رہنے دیا تو مصنّف علّام نے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے کے عوض کشف الحقائق فی احوال جعفر صادق اور لمعۃ الضّیا فی اخبار الرضا ع کی تالیف و تصنیف میں جن کا تاریخی مواد موجود تھا اپنا وقت گرامی صرف فرمایا۔

جناب کے سلسلۂ تالیف کی چوتھی کتاب العقد الناظم سوانح عمری حضرت موسیٰ کاظم ع ہے جسکی طبع و اشاعت کی عزّت خوبیِ قسمت سے اس نامہ سیاہ کے حصّے میں آئی جس کو ماہ نومبر سنہ ۱۹۴۱ء میں شائع کرتے ہوئے خادم خاکسار یہ خیال ظاہر کر چکا تھا کہ اگر العقد کی فروخت سے قرض حسنہ ادا ہو گیا تو امام پنجم حضرت ابو جعفر محمد ابن علی ع الباقر ع کے سوانح حیات انشاء اللہ جلد ہی ناظرین کرام کے مقدّس ہاتھوں تک پہنچ جائینگے للہ الحمد والمنۃ کہ بعض علم دوست حضرات کی توجہ خاص سے یہ خیال عملی صورت اختیار کر سکا جنہوں نے خود ہی العقد کی خریداری بطیب خاطر منظور نہیں فرمائی بلکہ دوسرے احباب کو بھی بسعی خاص خریدار بنایا۔ مثلاً مولوی سیّد حمید علی صاحب انبالوی نے ۲۰ جلدوں کی قیمت اپنے پاس سے بھیجدی اور پھر بتدریج اسکے خریدار بہم پہنچائے سیّد مبارک حسن صاحب رئیس میمن کے توسط سے ۱۶ نسخے متعدد مقامات میں گئے۔

سعادت آثار سیّد محمد حسین زیدی سہارنپوری بی۔اے منصف ریاست حضور نظام نے
۱۰ کتابیں منگائیں اور مولوی سیّد سجاد حسین صاحب ہیر منشی ریزیڈنسی گوالیار نے اسی قدر جلدوں
کی قیمت خادم خاکسار کے پاس بھیجکر کتابیں مستحقین کو تقسیم کرائیں، مولوی سید انصار حسین
صاحب قبلہ مقیم رامپور کا ۱۲ جلدیں طلب فرمانا اور خود مصنّف علام کا اپنے احباب کو
خریدار بنانا میری ہمت و عزّت دونوں کا بڑھانے والا ہے۔ کسی قدر ملال ہے تو اس کا کہ
ایسی سخت کوشش وسعی کی بعد بھی کُل کتابیں فروخت نہیں ہوئیں ورنہ خادم خاکسار
معتبر و مستند کتب تاریخ مصنّف علّام کے لئے مہیّا کر دینا اور حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام
کی سوانح عمری کے ساتھ ساتھ مظلوم کربلا حضرت سیّد الشہداؑ کے بے نظیر حالات زندگی
بھی مدوّن ہو جاتے۔ العقد الناظم کی طرح الدرّ النادر بھی انہیں مخیّر و فیاض طبع حضرات کی
توجّہ سے شائع ہو رہی ہے جو خاکسار کے من انصاری الی اللہ کا جواب بطیب خاطر و بشرح صدر
نحن انصار اللہ دینے میں پیش پیش ہیں خاکسار انکے اسم گرامی مع رقم قرض حسنہ ذیل میں
درج کر کے ان کی ترقی مدارج دینی و دنیوی کیلئے دست بدعا ہے و آخر دعوینا ان الحمد للہ رب العٰلمین

فہرست چندہ دہندگان بابت طبع کتاب مستطاب الدرّ النادر

نمبر سلسلہ	نام نامی حضرات معاونین	رقم قرض حسنہ
۱	عالیجناب سید ابراہیم حسین صاحب رئیس جھنجانہ ضلع مظفر نگر حال ماہ سابقہ ماہ کل	مار
۲	عالی جناب سیّد مبارک حسن صاحب رئیس ہیمن ضلع بجنور	مار
۳	عالی جناب سیّد یاور حسن صاحب مغفور رئیس سہارنپور	مبعہ
۴	عالی جناب سیّد آغا محمد صاحب سہارنپوری ضلعدار محکمہ انہار	لمعہ
۵	عالی جناب سیّد ابرار حسین صاحب مختار عدالت رئیس دھولڑی ضلع میرٹھ ممبر وقف منصبیہ	دعہ
۶	سعادت آثار سیّد محمد حسین زیدی سہارنپوری بی۔اے منصف ریاست حیدر آباد دکن سلمہٗ	عہ
۷	سعادت آثار سیّد محمد محسن زیدی سہارنپوری بی۔اے انسپکٹر آبکاری سلمہٗ	صہ
۸	سعادت آثار سیّد مستحسن زیدی سہارنپوری بی۔اے بیرسٹر ایٹ لا سلمہٗ	صہ
۹	خاکسار محمد حسین شوق زیدی	مار صعہ
	میزان کُل	معہ اعہ

خادم قوم محمد حسین زیدی ۴ ۔ اکتوبر سنہ ۱۹۲۳ء ۲۶ ۔ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۲ھ روز پنجشنبہ ۔ خیر نگر دروازہ شہر میرٹھ

اعلان

مولانا و بالفضل اولنا جناب مولوی سید مظہر حسن صاحب قبلہ موسوی
سہارنپوری مؤلف تہذیب المتین فی حالات امیر المومنینؑ وغیرہ وغیرہ کی تازہ تصنیف
"الدر النادر" جسکے جملہ حقوق حسب ضابطہ محفوظ ہیں اُمید ہی کہ قبول عام کا
خلعت حاصل کرے اور سرمۂ دیدۂ اولی الابصار بنے اسکی قیمت محض بخیال رفاہ عام
مبلغ دو روپیہ آٹھ آنہ رکھی گئی ہی۔ اور اسکے ساتھ ہی ہر خریدار کو ایک دلچسپ رسالہ
مسمّٰی بہ "شمر کا مذہب" جو خادم حسین صاحب احمدی کے جواب میں لکھا گیا
مفت دیا جاتا ہی۔ کتاب مستطاب العقد الناظم فی سیرۃ موسی الکاظمؑ کی قیمت
بھی گھٹا کر تین روپیہ کر دیگئی ہی تاکہ سیرۃ الحسنؑ کی اشاعت میں مدد ملے۔
"الدر النادر" اور العقد الناظم کے یکجائی خریدار سے مبلغ پانچ روپیہ آٹھ آنہ
کی جگہ صرف پانچ روپیہ لیے جائینگے محصول ڈاک و خرچ رجسٹری وغیرہ ہر صورت میں ذمہ خریدار
ہوگا۔ اس عایت سے صرف جلد درخواست بھیجنے والے حضرات فائدہ اُٹھا سکتے ہیں
کیونکہ العقد الناظم کے بہت تھوڑے نسخے باقی رہ گئے ہیں جنکا اسٹاک ختم ہو جانیکے
بعد کسی قیمت پر بھی ملنا ناممکن ہوگا۔ تمام درخواستیں عالیجناب خان بہادر مولوی
سید محمد حسین صاحب شوق زیدی پنشنر ڈپٹی مجسٹریٹ آنریری متولی وقف منصبیہ کے
نام خیر نگر دروازہ شہر میرٹھ کے پتہ پر آنی چاہئیں۔

المشتہر
سید ارتضی حسن نقوی منصرم وقف

کتبخانه وقف

١٢١ ع

الدُّرّ النادر

سوانحعمری امام محمدؐ باقرؑ

قیمت اجرت جلد

۶۱۰

[illegible] وقف [illegible]

[illegible] وقف منصبیه [illegible]

[illegible] وقف منصبیه [illegible]

[illegible]

22 + 4 + 27

كتبخانه وقف منصبيه ميرتهٔ

119.

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ

کتاب ششم از سلسلہ تاریخ ائمہ طاہرین

مشعر حالات و واقعات امام پنجم علیہ السلام

مسمّٰی بہ

الدُّرُّ النَّادِرُ

فی سیرۃ محمد ابن علی الباقر

مؤلفہ و مرتبہ

عالی جناب مولانا السید مظہر حسن صاحب موسوی السہارنپوری

مصنف تہذیب المتین و العقد الناظم و کشف الحقائق وغیرہ

جناب مولوی محمد سراج صاحب مالک و ایڈیٹر نے

اپنے مطبع ھاشمی واقع میرٹھ میں طبع کرائی

بار اول ۵۰۰ جلد

جملہ حقوق محفوظ

قیمت عہ

فہرست مضامین کتاب الدّر النّادر

کتبخانہ وقف منصبیہ میرٹھ

بسمہٖ سبحانہ تعالیٰ شانہ

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ مَالِکِ یَومِ الدِّینِ وَالصَّلٰوۃُ والسَّلامُ علیٰ خیرِ خلقہٖ وحبیبہٖ وصفیّہٖ محمّدٍ سیّدِ المرسلینَ والہ الغرّ المیامین المعصومین المطہّرین صلواتُ اللہِ علیہم اجمعین۔ امّا بعد یہ چھٹی کتاب اور آٹھویں جلد ہے۔ کتب و مجلّدات سلسلۂ تاریخ الائمہ مؤلفہ بندۂ ناچیز العاصی المحتاج الیٰ رحمۃ ربہ الغنی سیّد مظہر حسن بن سیّد صادق حسن الموسوی السہارنپوری عفی اللہ عن سیئاتہٖ وجعل موتہٗ خیراً من حیاتہٖ۔ سے کہ کتاب پنجم ۵ جلاء العینین سیرۃ مولانا علی بن الحسین کے لکھنے کے بعد ضبطِ تحریر میں آئی۔ اَللّٰھُمَّ اجعلھا تذکرۃً ومتاعاً للمؤمنین۔

سالِ رواں یعنی سنہ ۱۳۴۷ھ اس سلسلہ مبارکہ کی طبع و اشاعت کے حق میں بابرکت ثابت ہوا کہ اس کی چوتھی کتاب العقد النّاظم تاریخ امام موسیٰ کاظم۔ اس میں بسعیٔ عزیزی عمدۃ الاعیان فخر الاماثل والاقران حبیبی ولبیبی خان بہادر منشی سیّد محمد حسین صاحب شوق صانہ اللہ عن کل شین باسلوب خوب طبع ہوئی۔ واقعاً ممدوح نے اس کی طبع و اشاعت میں خالصۃً لِلّٰہ بذل مجہود کیا۔ حق تعالیٰ ان کی عمر، صحت، جاہ و منزلت، دولت و ثروت میں افزونی بخشے۔ دیگر پانچویں کتاب جلاء العینین مذکور بکرمی سیّد صغیر حسن صاحب شمس زیدی الواسطی مالک مطبع اثنا عشری

دہلی نے چھپوائی۔ اس کے علاوہ مشارٌ الیہ موصوف نے ایک اور بڑی حاجت روائی فرقۂ ناچیز کی اسی زمانے میں یہ فرمائی کہ سلسلہ ہذا کی دوسری کتاب مسمّٰی بہ کشف الحقائق حالات امام جعفر صادق کو جو عرصۂ دراز گزرا کہ لاہور سے چھپکر شائع ہوئی تھی اور اب مدّت مدید سے بتلاش بسیار بھی شائقین کے ہاتھ نہ آتی تھی مکرر طبع کی۔ فجزاہُ اللہ جزاءً حسنًا۔ نیز اس موقعہ پر یہ کتاب السادس الدرّ النّادر سیرۃ محمد بن علی الباقر مطبع کو جارہی ہے۔ امید واثق ہے کہ عنقریب حلیۂ طبع سے آراستہ ہوکر مشتاقان تواریخ وسیر حضرات ائمۃ اثنا عشر کے چشمہا، انور کے لئے سُرمہ کحل الجواہر ہو۔ فالحمد للہ ثمّ الحمد للہ۔

موضوع لہ کتاب ہذا امام پنجم جناب باقرؑ وہ برگزیدہ بزرگوار ہیں جنہیں آپ کے جدامجد حضرت رسول خداؐ نے ان کی ولادت سے پچّاس سال پہلے لقب باقر (شگافندۂ علوم) عنایت کیا اور تحفۂ سلام کے ساتھ یہ پیام ایک چیدہ صحابی کی زبانی آپ کو بھجوایا۔ یہ اشارہ ہے کہ علوم دینیہ یقینیہ آپ کی ذات ستودہ صفات سے عالم میں پھیلیں گے اور وہ حضرت معہ اپنے لختِ جگر جناب جعفرؑ ملکِ شام میں جاکر اعلم علمارِ نصاریٰ کو تقریریں بند ولاجواب فرمائیں گے۔ اور اس کے دقیق سوالات کے جواب اس صفائی سے دیں گے کہ پیر صد سالہ راہب اور اس کے مقتدی دین نصرانیت سے ہاتھ دھوکر یکسر مسلمان ہوجائیں گے

پس ترگزارش ہے کہ سال ہذا جیسا مصنّفات کے لئے اچھا رہا۔ مصنّف کے حق میں برعکس نکلا۔ اس کو اس مدّت میں دوصدمے روح فرسا جاں گسل ایسے پیش آئے جنہوں نے اس کی کمرِ ہمّت کو توڑ ڈالا۔ ایک ان سے وفات لخ ناظم الیفُ[1] القرآن سیّد باور حسن مرحوم کی کہ بعارضہ پیچش واسہال اکتوبر

[1] الیفُ القرآن۔ الفت دارندہ باقرآں۔ اس لئے کہ مرحوم تلاوت قرآن مجید کے عاشق تھے۔ رات دن صبح وشام جس وقت دیکھئے۔ اس کی مزاولت میں مصروف پائے جاتے تھے۔ ۱۲ منہ۔

گزشتہ میں اس دارِ محن سے انتقال کیا۔ آخری تاج بزرگانہ تھے۔ جو سر سے
اُٹھ گئے۔ اَللّٰھُمَّ آنس وحشتہ فی القبر بالقرآن واجعلہ یوم القیامۃ
ھادیاً الطریق الی الجنان۔ دوسرے عزیز القدر سیّد محمد طاہر المکنی بابی الحسن
پسر اکبر احقر نے بمرض جنون و مالیخولیا تینتالیس (۴۳) سال کی عمر میں بماہِ دسمبر
داعیٔ حق کو لبّیک اجابت کہا فسامحہ اللہ عن زلّاتہ واسکنہٗ فی بحبوحۃ
جنّاتہ۔ افسوس! اس واقعۂ ہائلہ نے بنا بنایا گھر بگاڑ دیا۔ کم سن بچے یتیم
بے مادر و پدر پیچھے چھوڑے۔ اس عام الحزن کے ان دو جانکاہ حادثوں نے
خصوصاً مؤخر الذکر نے اس ضعیف و ناتواں کو چور چور کر دیا۔ تمام حوصلے پست
ہو گئے۔ وا لہفاہ۔ انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ۔ واسئلہ جمیل الصّبر
وجزیل الاجر انہ لا یضیع اجر المحسنین وآخر دعوانا الحمد للہ
ربّ العالمین۔

نوٹ از خاکسار محمد حسین شوق زیدی سہارنپوری ناشر الدّار النّادر

ف حضرت مولانا و مقتدانا السید مظہر حسن صاحب قبلہ کا ایسی حالت میں کہ صدمۂ جدائی برادر محترم و شفیق اور داغِ مفارقت فرزند رشید و سعید تازہ تھا۔ سیرۃِ امام علیہ السلام کی تدوین و تکمیل میں مصروف رہنا مولانائے ممدوح کے شغفِ دینی اور قوّتِ ایمانی کا مظہر ہے۔ ناظرین کرام دونوں مرنے والوں کو ثواب فاتحہ پہنچاتے رہیں ؎

کون کہتا ہے کہ دو پھول چڑھانے جانا — کون کہتا ہی کہ کچھ اشک بہاتے جانا
او مری قبر پہ غفلت سے گزرنے والے — فاتحہ کے تو لئے ہاتھ اُٹھاتے جانا

اور اسی کے ساتھ مولانائے محترم و معظم کے لئے دعائے ترقی صحت عافیت و عمر و اقبال فرمائیں تاکہ سلسلۂ تاریخ الائمہ مکمّل ہو کر سرمۂ دیدۂ اولی الابصار بنے۔ ۱۲

الدر النادر فی سیرۃ محمد بن علی الباقرؑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والدین شریفین

والد والاقدر مہر سپہر عصمت و طہارت و ماہ جہانتاب فلک امامت و ولایت سید الساجدین امام العارفین حضرت زین العابدینؑ امام چہارم از جملہ ائمہ اثنا عشر ہیں جن کے مقدس حالات اس سے پہلے علیحدہ جلد میں ہدیۂ ناظرین ہوئے مادر گرامی جناب ام عبد اللہ - یا ام عبدہ - یا ام الحسن فاطمہؑ بنت الحسن السبط صلوات اللہ علیہ -

اس لئے آپ کا نسب شریف امام حسنؑ و امام حسینؑ دونوں بزرگوں تک پہنچتا ہے پس پہلا علوی و فاطمی کہ پدر و مادر علوی و فاطمی سے پیدا ہوا - وہ جناب ہیں فصیح لکھنوی رح کہتے ہیں ؎

مدح اس معصوم کی ہے فرض عین ‌ ‌ ‌ جس کا نانا ہے حسنؑ دادا حسینؑ

یعنی باقرؑ حق تعالیٰ کا حبیب ‌ ‌ ‌ جس کی ماں اور باپ ہیں دونو نجیب

والدہ بنت الامام اور آپ امام ‌ ‌ ‌ جد امام ابن امام اور باپ امام

لہ جناب فاطمہ یقیناً حضرت حسن مجتبیٰؑ کی دختر ہیں مگر قاضی ابن خلکان شمس الدین نے اپنی تاریخ میں بذیل ترجمہ آنحضرتؑ انکو بنت الحسن بن الحسنؑ یعنی حسن مثنیٰ کی بیٹی بیان کیا ہے جو محض غلط اور اس مشہور سُنی مورخ کی حالات اہل بیت علیہم السلام سے نابلد ہونے کی کافی دلیل ہے ۱۲ منہ

مادرِ جناب فاطمہؑ بنت الحسنؑ بقول شیخ مفیدؒ امّ اسحاق بنت طلحہ بن عبداللہ تمیمی ہیں اور جنات الخلود میں بقول اصح اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر بتلائی گئی ہیں مگر قول جناب شیخ کا اولیٰ بالقبول ہے۔ کیونکہ جو شوق و اہتمام ان اُمور کی تحقیق و تنقیح میں بقول صاحب کشف الغمہ[1] جناب شیخ علیہ الرحمہ رکھتے ہیں کمتر کسی کو ہوگا۔

جناب صادقؑ اپنی جدّہ ماجدہ امّ عبداللہ ممدوحہ کو یاد کرتے تو فرماتے کانت صدیقة لم یُرَ فی آل الحسنؑ مثلها۔ کہ وہ مخدرہ صدّیقہ زماں تھیں آلِ حسن علیہ السّلام میں کوئی ان کی مانند دیکھا نہیں گیا۔

اور امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ ہماری والدہ ایک مرتبہ دیوار کے نیچے بیٹھی تھیں۔ یکایک دیوار پھٹی۔ حتیٰ کہ اس کے پھٹنے کی کرخت آواز ہمارے کانوں میں آئی۔ انہوں نے ہاتھ کا اشارہ اس کی طرف کر کے کہا لا وَحقّ المصطفیٰ ما اذن اللہ لك فی السّقوط۔ نہیں نہیں قسم ہے حق مصطفےٰ محمدؐ رسول اللہ کی کہ ابھی حق تعالیٰ نے تجھے گرنے کی اجازت نہیں دی۔ حضرت فرماتے ہیں کہ برکت سے اس کلام پاک کی دیوار معلّق کھڑی رہی حتیٰ کہ وہ جناب وہاں سے اُٹھ کر ایک طرف ہوگئیں۔ اس وقت دیوار گری۔ ہمارے والد ماجد نے ان کی سلامتی پر ایک سو اشرفی خیرات کی۔ ذکرہ الراوندی فی الخرائج۔

---

[1] کشف الغمہ میں ان دونوں قولوں کے ماورا حافظ عبدالعزیز جنابذی کا تیسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ وہ یعنی مادرہ فاطمہ مذکورہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر تھیں۔ یہ کلام صداقت سے بسا بعید ہے اُمّ فروہ بنت قاسم زوجہ محمد باقرؑ تھیں نہ کہ ام الام یعنی نانی انکی۔ کیونکہ اس صورت میں لازم آتا ہے کہ جناب حسنؑ مجتبیٰ قاسم بن محمد کے داماد ہوں حال آنکہ بوقت وفات امام حسن کہ بنا بر مشہور ۵۰ھ میں ہوئی قاسم بن محمد سن بلوغ کو بھی نہ پہنچے تھے اس صورت میں اس وقت آپ کے بیٹی کہاں تھی اور امام حسنؑ کی اس سے شادی کیا۔ تعجب ہے کہ صاحب کشف الغمہ نے بیچون وچرا اس کو نقل کیا۔ جنات الخلود میں بھی نقل ہوا ہے مگر اس کو ضعیف بتلایا گیا ہے ۱۲ منہ

اور جلاء العیون میں ہے کہ امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا کہ جب ائمہ معصومین علیہم السلام سے کسی کی ماں کو اس کا حمل قرار پاتا ہے۔ تو اس دن اس کو سستی و فتور اعضا عارض ہوتا ہے۔ گویا غشی کی حالت طاری ہے۔ اس وقت ایک مرد اس کو دکھائی دیتا ہے۔ جو بشارت دیتا ہے ولادت پسر دانا و بردبار کی۔ بیدار ہوتی ہے تو اس کے دہنی جانب کنار خانہ سے ایک آواز اس کے کان میں آتی ہے درانحالیکہ آواز دینے والا دکھائی نہیں دیتا۔ کہ تو بہترین اہل زمین سے حاملہ ہوئی۔ اور بازگشت تیری طرف نیکی و سعادت کی ہے۔ بشارت ہو تجھ کو ساتھ فرزند بردبار و دانا کے۔ اس کے بعد کوئی ثقل و گرانی اپنے درمیان محسوس نہیں کرتی۔ تا اینکہ نو مہینے حمل کے گزرتے ہیں۔ اس وقت بہت سی آوازیں فرشتوں کی اپنے گھر میں سنتی ہے۔ شب ولادت کو ایک نور اس مکان میں مشاہدہ کرتی ہے جس کو اس کے اور اس کے شوہر یعنی پدر امام زائیدہ کے سوا کوئی تیسرا نہیں دیکھ سکتا۔ پس امام مربع نشست کے ساتھ متولد ہوتا ہے۔ سرنگوں نہیں ہوتا۔ زمین پر پہنچتا ہے تو روبقبلہ ہو جاتا ہے خون و کثافات میں آلودہ پیدا نہیں ہوتا۔ اور تمام روز و شب ولادت میں اس کے منہ اور ہاتھوں سے نور مانند طلاء احمر کے ساطع ہوتا رہتا ہے۔

اسم و کنیت و لقب

نام نامی "محمد" یعنی حمد کردہ شدہ فضیلتیں اس نام بزرگ کی بہت ہیں۔ حدیث میں وارد ہے کہ حق تعالیٰ بروز قیامت حکم کرے گا کہ جس کا نام محمد ہو اس کو بے حساب داخل جنت کرو۔ بوجہ شرف و بزرگی اس اسم سامی کے۔ نیز منقول ہے۔ کہ بچہ پیدا ہو۔ لڑکا ہو تو فی الحال اس کو بنام محمدؐ موسوم کرو۔ لڑکی ہو تو بنام فاطمہ۔ ساتویں روز چاہو تو کوئی اور نام مقرر کرو۔ نیز روایت ہے کہ جس گھر میں کوئی محمد نام نہیں خیر و برکت